مدارس اسلامیہ کے طلبہ کے لئے ایک اہم کاوش عبارت کی تعیین، حل لغات کے اضافہ کے
ساتھ اخلاق کو سنوارنے والی روحانی غذا فراہم کرنے والی علم تصوف کی مشہور و معروف کتاب

منہاج العابدین کا سلیس اور بہترین اردو ترجمہ

مصباح الطالبین

مصنف

حجۃ الاسلام امام

محمد بن غزالی شافعی

رحمۃ اللہ علیہ

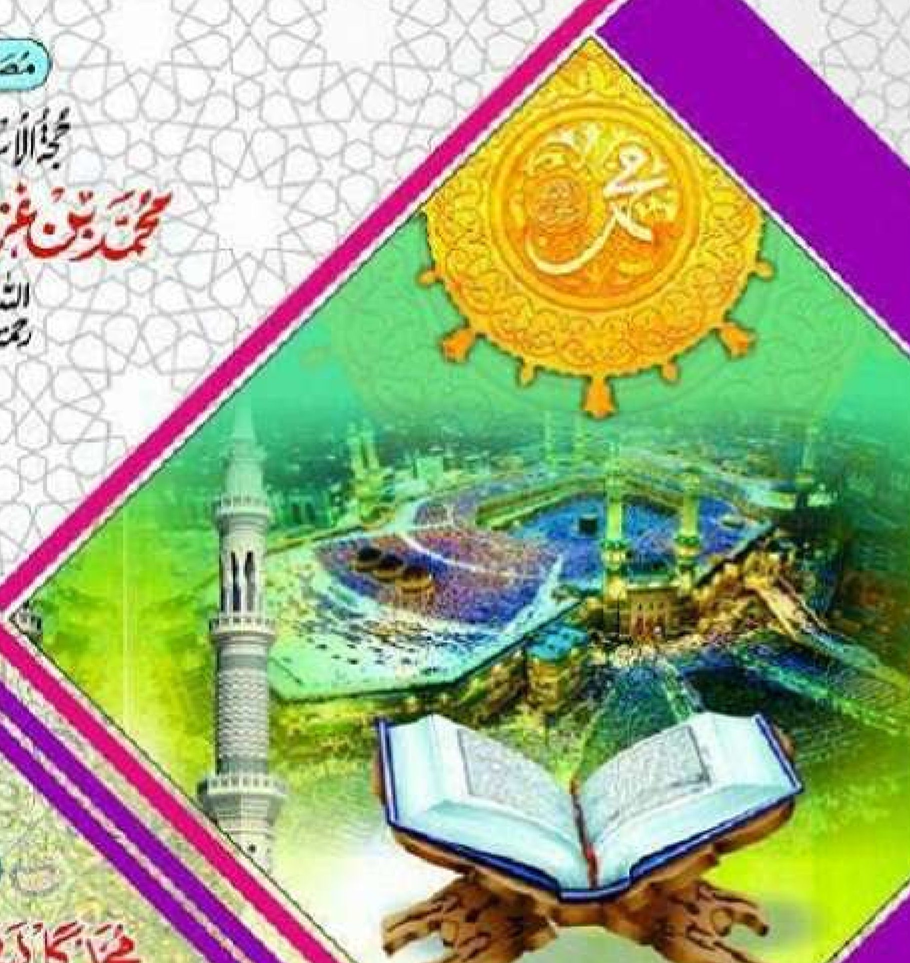

مترجم

محمد گلریز رضا مصباحی

تحریک اصلاح ملت

مظفر پور بہار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مدارس اسلامیہ کے طلبہ کے لیے ایک

اہم کاوش، عبارت کی تعیین، حل لغات کے اضافہ کے ساتھ

اخلاق کو سنوارنے والی، روحانی غذا فراہم کرنے والی

علم تصوف کی مشہور و معروف کتاب

مِنۡهَاجُ الۡعَابِدِیۡنَ

کا سلیس اور بہترین اردو ترجمہ

مِصۡبَاحُ الطَّالِبِیۡنَ

مصنف

حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ

مترجم

محمد گل ریز رضا مصباحی

مدنا پوری، بہیڑی بریلی شریف یوپی

ناشر

تحریک اصلاح ملت، مظفر پور، بہار

جملہ حقوق بحق ناشر و مترجم محفوظ ہیں

نام کتاب : مصباح الطالبین ترجمہ منہاج العابدین
مصنف : حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی شافعی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم : محمد گل ریز رضا مصباحی مدناپوری، بہیڑی، بریلی
صفحات : ۲۰۸
کمپوزنگ : گل ریز رضا مصباحی بریلی شریف
ناشر : تحریک اصلاح ملت، مظفر پور، بہار
تعداد : گیارہ سو
سال اشاعت : ۲۰۱۷ء
رابطہ نمبر : 8057889427,9170809637

ملنے کے پتے

- زم زم اکیڈمی مبارک پور، اعظم گڑھ
- حق اکیڈمی مبارک پور، اعظم گڑھ
- المجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ
- مکتبہ حافظ ملت، مبارک پور اعظم گڑھ
- نوری کتاب گھر، مبارک پور اعظم گڑھ
- برکاتی بکڈپو، اسلامیہ مارکیٹ بریلی
- مکتبہ رحمانیہ درگاہ اعلی حضرت بریلی
- کمال بک ڈپو، گھوسی مئو
- قاری ریاض عزیزی ہاسٹل روم (۳۵) 9170809637

فہرست مضامین

شمار	مضامین	صفحہ
۱	شرف انتساب	۱۱
۲	تہدیہ	۱۲
۳	پیش لفظ	۱۳
۴	عرض مترجم	۱۵
۵	تعارفِ مصنّف	۱۷
۶	علم تصوف تعریف، موضوع اور غرض وغایت	۲۱
۷	خطبۃ الکتاب	۲۲
۸	پہلا عارضہ، دوسرا عارضہ، تیسرا عارضہ اور چوتھا عارضہ	۳۲
۹	**پہلی گھاٹی: علم کی گھاٹی ہے**	۳۷
۱۰	پہلی وجہ	۳۹
۱۱	دوسری وجہ	۴۴
۱۲	سوال وجواب	۴۴
۱۳	حاصل کلام	۴۶
۱۴	سوال وجواب	۴۶
۱۵	سوال وجواب	۴۸
۱۶	**دوسری گھاٹی: توبہ کی گھاٹی ہے**	۵۳
۱۷	سوال وجواب	۵۵
۱۸	توبہ کی چار شرطیں ہیں	۵۵
۱۹	توبہ پر ابھارنے والی تین وجہیں ہیں	۵۷

۲۰	سوال و جواب	۵۸
۲۱	سوال و جواب	۵۸
۲۲	سوال و جواب	۵۹
۲۳	گناہ کی تین قسمیں ہیں	۶۰
۲۴	خلاصۂ کلام	۶۲
۲۵	فصل: توبہ کی حقیقت اور اس کے متعلق سلف صالحین کے اقوال کے بیان میں	۶۳
۲۶	فصل: سچی اور حقیقی توبہ کے بیان میں	۶۶
۲۷	**تیسری گھاٹی: رکاوٹوں کی گھاٹی ہے**	۶۹
۲۸	**پہلی رکاوٹ دنیا ہے**	۶۹
۲۹	پہلی وجہ	۶۹
۳۰	دوسری وجہ	۷۰
۳۱	سوال و جواب	۷۱
۳۲	سوال و جواب	۷۴
۳۳	سوال و جواب	۷۴
۳۴	سوال و جواب	۷۶
۳۵	**دوسری رکاوٹ مخلوق ہے**	۷۷
۳۶	پہلی وجہ	۷۷
۳۷	دوسری وجہ	۸۲
۳۸	سوال و جواب	۸۵
۳۹	پہلا شخص	۸۵
۴۰	دوسرا شخص	۸۶

۴۱	پہلا امر	۸۸
۴۲	دوسرا امر	۸۸
۴۳	سوال و جواب	۹۱
۴۴	سوال و جواب	۹۴
۴۵	سوال و جواب	۹۴
۴۶	سوال و جواب	۹۵
۴۷	سوال و جواب	۹۶
۴۸	سوال و جواب	۹۷
۴۹	پہلی شرط	۹۷
۵۰	دوسری شرط	۹۷
۵۱	سوال و جواب	۹۸
۵۲	پہلی چیز	۹۸
۵۳	دوسری چیز	۹۹
۵۴	تیسری چیز	۹۹
۵۵	**تیسری رکاوٹ شیطان ہے**	۱۰۰
۵۶	پہلی وجہ	۱۰۰
۵۷	دوسری وجہ	۱۰۰
۵۸	سوال و جواب	۱۰۲
۵۹	پہلا طریقہ	۱۰۲
۶۰	دوسرا طریقہ	۱۰۲
۶۱	شیطان کو مغلوب کرنے والی تین چیزیں	۱۰۳

۶۲	اول	۱۰۳
۶۳	دوم	۱۰۴
۶۴	سوم	۱۰۴
۶۵	سوال وجواب	۱۰۴
۶۶	خیالات کی اصل	۱۰۴
۶۷	فصل اول	۱۰۷
۶۸	فصل دوم	۱۰۸
۶۹	فصل سوم	۱۰۸
۷۰	فصل اول کا بیان	۱۰۸
۷۱	فصل ثانی کا بیان	۱۰۹
۷۲	فصل ثالث کا بیان	۱۱۰
۷۳	چوتھی رکاوٹ نفس ہے	۱۱۵
۷۴	سوال وجواب	۱۱۸
۷۵	سوال وجواب	۱۱۸
۷۶	نفس کو تابع کرنے کے تین طریقے	۱۱۹
۷۷	اول	۱۱۹
۷۸	دوم	۱۱۹
۷۹	سوم	۱۱۹
۸۰	سوال وجواب	۱۱۹
۸۱	تقوی کے (۱۲) فائدے	۱۲۰
۸۲	سوال وجواب	۱۲۶

۸۳	قرآن پاک میں تقوی کے تین معانی ہیں	۱۲۷
۸۴	تقوی کے تین درجے ہیں	۱۲۸
۸۵	برائیوں کی دوقسمیں ہیں	۱۳۰
۸۶	شراصلی	۱۳۰
۸۷	شرغیراصلی	۱۳۰
۸۸	سوال وجواب	۱۳۱
۸۹	پہلی فصل: آنکھ کی حفاظت کے بیان میں	۱۳۲
۹۰	تادیب	۱۳۳
۹۱	تنبیہ	۱۳۳
۹۲	تہدید	۱۳۴
۹۳	دوسری فصل: کان کی حفاظت کے بیان میں	۱۳۶
۹۴	پہلی وجہ	۱۳۶
۹۵	دوسری وجہ	۱۳۶
۹۶	تیسری فصل: زبان کی حفاظت کے بیان میں	۱۳۷
۹۷	چوتھی فصل: دل کی حفاظت کے بیان میں	۱۴۳
۹۸	دل کی پانچ حالتیں	۱۴۵
۹۹	پہلی حالت	۱۴۵
۱۰۰	دوسری حالت	۱۴۶
۱۰۱	تیسری حالت	۱۴۶
۱۰۲	چوتھی حالت	۱۴۶
۱۰۳	پانچویں حالت	۱۴۷

۱۰۴	سوال و جواب	۱۴۸
۱۰۵	چار آفتیں	۱۴۹
۱۰۶	چار خوبیاں	۱۴۹
۱۰۷	لمبی امید کا بیان	۱۴۹
۱۰۸	حسد کا بیان	۱۵۴
۱۰۹	حسد پانچ چیزوں کو پیدا کرتا ہے	۱۵۵
۱۱۰	جلد بازی اور عجلت کا بیان	۱۵۷
۱۱۱	تکبر کا بیان	۱۵۹
۱۱۲	متکبر انسان میں چار آفتیں پیدا ہوتی ہیں	۱۵۹
۱۱۳	پہلی آفت	۱۵۹
۱۱۴	دوسری آفت	۱۵۹
۱۱۵	تیسری آفت	۱۵۹
۱۱۶	چوتھی آفت	۱۶۰
۱۱۷	سوال و جواب	۱۶۱
۱۱۸	طول امید کی تعریف	۱۶۱
۱۱۹	کوتاہ امیدی کی تعریف	۱۶۱
۱۲۰	امید کی دو قسمیں ہیں	۱۶۲
۱۲۱	نیت محمودہ	۱۶۳
۱۲۲	سوال و جواب	۱۶۳
۱۲۳	حسد کی تعریف	۱۶۴
۱۲۴	سوال و جواب	۱۶۵

۱۲۵	اطمینان کے اسباب	۱۶۶
۱۲۶	کبر کی تعریف	۱۶۶
۱۲۷	تواضع عام و تواضع خاص	۱۶۶
۱۲۸	پانچویں فصل: پیٹ اور اس کی حفاظت کے بیان میں	۱۶۷
۱۲۹	زیادہ کھانے پینے سے پیدا ہونے والی آفتوں کا بیان	۱۶۹
۱۳۰	پہلی آفت	۱۶۹
۱۳۱	دوسری آفت	۱۷۰
۱۳۲	تیسری آفت	۱۷۰
۱۳۳	چوتھی آفت	۱۷۱
۱۳۴	پانچویں آفت	۱۷۱
۱۳۵	چھٹی آفت	۱۷۲
۱۳۶	ساتویں آفت	۱۷۲
۱۳۷	آٹھویں آفت	۱۷۳
۱۳۸	نویں آفت	۱۷۳
۱۳۹	دسویں آفت	۱۷۴
۱۴۰	سوال و جواب	۱۷۵
۱۴۱	حرام اور شبہ حرام کی تعریف	۱۷۵
۱۴۲	سوال و جواب	۱۷۶
۱۴۳	سوال و جواب	۱۷۸
۱۴۴	سوال و جواب	۱۷۹
۱۴۵	سوال و جواب	۱۸۰

۱۴۶	سوال وجواب	۱۸۱
۱۴۷	مباح کی تین قسمیں ہیں	۱۸۱
۱۴۸	سوال وجواب	۱۸۳
۱۴۹	حالت	۱۸۳
۱۵۰	ارادہ	۱۸۳
۱۵۱	سوال وجواب	۱۸۴
۱۵۲	سوال وجواب	۱۸۵
۱۵۳	سوال وجواب	۱۸۵
۱۵۴	فصل: دنیا، شیطان، مخلوق اور نفس کی درستگی کے بیان میں	۱۸۶
۱۵۵	دنیا کے علاج کا بیان	۱۸۶
۱۵۶	شیطان کے علاج کا بیان	۱۸۸
۱۵۷	مخلوق کے علاج کا بیان	۱۸۸
۱۵۸	نفس کے علاج کا بیان	۱۸۹
۱۵۹	فصل: آنکھ، زبان، پیٹ اور دل کی نگہداشت کے بارے میں	۱۹۴
۱۶۰	پہلا عضو آنکھ ہے	۱۹۴
۱۶۱	دوسرا عضو زبان ہے	۱۹۴
۱۶۲	تیسرا عضو پیٹ ہے	۱۹۶
۱۶۳	چوتھا عضو دل ہے	۱۹۷
۱۶۴	فصل: دنیا، مخلوق، شیطان اور نفس کی گزشتہ تفصیل کے خلاصہ کے بیان میں	۲۰۲
۱۶۵	تعارف مترجم ایک نظر میں	۲۰۷

شرف انتساب

میں اپنی اس کاوش کو

خلاصۂ کائنات رحمت عالم حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ کی بارگاہ میں نذر کرتے ہوئے صحابۂ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کرام۔ مذاہب اربعہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی سلف وصالحین۔ اسلام کی حقیقی تعلیمات سے امت کو روشناس کرانے والے مجددین اسلام۔ سلاسل اربعہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے مشائخ عظام۔ محدثین خانوادۂ ولی اللہ، علمائے فرنگی محل، بزرگان کچھوچھہ مقدسہ، سادات مارہرہ مطہرہ، اکابر بریلی ومشائخ بدایوں۔ بالخصوص شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، بحر العلوم علامہ عبد العلی فرنگی محلی، تارک سلطنت سید اشرف جہاں سمنانی، شاہ برکت اللہ عشقی مارہروی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محقق بریلوی اور معین الحق علامہ فضل رسول قادری بدایونی۔ اعلیٰ حضرت علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی، صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی، مفتئ اعظم ہند شاہ مصطفی رضا خاں بریلوی، ملک العلماعلامہ ظفر الدین بہاری، سید العلما شاہ آل مصطفی مارہروی، احسن العلما سید مصطفی حیدر حسن مارہروی، محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی اور مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن قادری عباسی۔ جلالۃ العلم حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی، نائب حافظ ملت حضرت علامہ عبد الرؤف بلیاوی، شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی، ورئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری اور بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی۔ کے افکار ونظریات اور مسلک حق وصداقت کا ترجمان...

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے نام

منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

محمد گل ریز رضا مصباحی مدناپوری

بہیڑی، بریلی شریف یوپی

تہدیہ

والدین کریمین
کے نام

جنھوں نے مجھے تعلیم وتربیت
سے آراستہ کرنے کی خاطر
مدارس اسلامیہ کے حوالے کیا،
قدم قدم پر میری رہنمائی
کی اور دعاؤں سے نوازتے رہے

محمد گل ریز رضا مصباحی
مدناپوری، بریلی شریف یوپی

(نوٹ)

اگر اس کتاب میں کسی طرح کی کوئی غلطی پائیں تو کتاب کو ہدف تنقید نہ بنائیں بلکہ خلوص نیت کے ساتھ ہمیں مطلع کریں، ان شاءاللہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے گی۔

پیش لفظ

حضرت مولانا ثناء اللہ اطہر مصباحی

ڈائرکٹر تحریک اصلاح ملت، مظفر پور، بہار

حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کی معروف و مستند تصوف کی عربی کتاب منہاج العابدین کا دلکش و خوب صورت اردو ترجمہ بنام ''مصباح الطالبین'' آپ کی نگاہوں کی زینت بن رہا ہے ، جسے محب گرامی مولانا گل ریز رضا مصباحی کے شاندار علم و قلم نے وجود بخشا ہے۔ تصوف کے موضوع پر امام غزالی کی مذکورہ شاہ کار تصنیف کی اہمیت کے پیش نظر پچھلے چند سالوں سے جامعہ اشرفیہ مبارک پور ، اعظم گڑھ سمیت بہت سارے مدارس اسلامیہ نے اسے شامل نصاب کرلیا ہے۔ مدارس کے طلبا کی ضرورتوں کے پیش نظر مترجم موصوف نے صرف شامل نصاب کے ترجمہ پر ہی اکتفا فرمایا ہے۔ اگر پوری کتاب کا ترجمہ معرض اظہار میں آجاتا تو تصوف کے طلبا اور اسکالرز کے لیے یہ نہایت ہی مفید و دل چسپ ثابت ہوتا۔ امید ہے کہ محترم گل ریز رضا مصباحی اس پہلو پر بھی غور و فکر فرمائیں گے۔

ترجمہ نگاری نہایت ہی پیچیدہ اور مشکل فن ہے۔ ہم میں کا ہر ایک تعلیم یافتہ دو یا تین زبانوں سے ضرور آشنا ہوتا ہے لیکن کسی کتاب کو ترجمہ کے حسن لباس سے آراستہ کردینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ مقام شکر ہے کہ فاضل دوست مولانا گل ریز رضا مصباحی نے اس دشوار و مشکل فن کو نہایت ہی دلکش و خوب صورتی کے ساتھ نبھانے کی سعی بلیغ کی ہے۔ اس سے پہلے بھی انہوں نے تقریباً ایک درجن عربی کتابوں کا اردو ترجمہ ضبط تحریر کرکے ارباب علم و دانش سے تحسین و تہنیت حاصل کرلی ہے۔

زیر نظر کتاب میں مترجم موصوف نے طلبا کی ضرورت و آسانی کے پیش نظر اپنا ایک الگ انداز اختیار کیا ہے۔ پہلے انہوں نے اصل کتاب سے عربی کی مختصر عبارت پیش کرکے صفحہ نمبر اندراج کردیا ہے ، اس کے بعد حل لغات کے زیر اہتمام مشکل الفاظ و افعال کے معانی ، واحد و جمع اور ثلاثی مجرد کے ابواب کی تعیین ، عربی محاورات کے معنے صاف لفظوں میں رقم کردیا ہے

۔پھر اس کے بعد عربی عبارات کا ترجمہ سادہ وسلیس اور دلکش وخوب صورت اسلوب میں پیش کر کے کتاب کو پُر لطف بنادیا ہے۔کتاب کے مطالعہ کے بعد قاری کو اصل کتاب کا دھوکا ہونے لگتا ہے۔اس مقام پر ایک مثال پیش کرنا کسی طرح دل چسپی سے خالی نہ ہوگا:

”یہی دلی گھبراہٹ ہے جو بندہ کو بیدار کرتی ہے ،اس پر حجت کو لازم کرتی ہے ،اس سے عذرو بہانے کو ختم کرتی ہے ،اسے غورو فکر اور استدلال کرنے پر بے چین کرتی ہے تو اس وقت بندہ برانگیختہ ہوجاتا ہے اور بے چین ہوجاتا ہے ۔اپنے دل میں پیدا ہونے والی باتوں یا کانوں سے سنی جانے والی چیزوں سے امن وامان حاصل کرنے ،چھٹکارا پانے کی راہ میں غورو فکر کرتا ہے“۔

مولانا گل ریز رضا مصباحی کا یہ شاندار کارنامہ لائق ستائش وتکریم ہے اور قابل تحسین وتقلید بھی۔موصوف نئی نسل کے باصلاحیت عالم دین ہیں۔قلمی خدمات کے حوالے سے نہایت ہی سرعت کے ساتھ ارتقاکی منزلیں طے کرتے جارہے ہیں۔بلاشبہ ان کے اندر آگے بڑھنے کی لگن ہے ،تڑپ ہے ،لپک ہے۔فکر ہے ،جذبہ ہے ،شوق ہے ،وارفتگی ہے ،جستجو ہے۔میں ان کی قدر کرتا ہوں اور ان کے لیے علامہ اقبال کا یہ شعر قلم بند کر کے اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں :

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
ترے سامنے آسمان اور بھی ہیں

طالب دعا۔ثناء اللہ اطہر مصباحی
ڈائرکٹر تحریک اصلاح ملت ،مظفر پور ،بہار
یکم ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۲۰۱۶ء

عرض مترجم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

علم تصوف میں اب تک جتنی کتابیں معرض وجود میں آئی ہیں ان میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ”منہاج العابدین“ ہے اس میں علم تصوف کی وہ اعلیٰ اور اہم باتیں درج ہیں اگر ان کو صحیح معنی میں عمل میں لایا جائے تو انسان ایک ولی کامل کے درجۂ پر فائز ہوجاتا ہے امام غزالی کی یہ کتاب عربی زبان میں ہے اس لیے اس کو عام لوگ نہیں پڑھ سکتے تھے اس صعوبت کو زائل کرنے کے لیے سب سے پہلے اس کا عمدہ اور بامحاورہ اردو ترجمہ حضرت مولانا سعید احمد نقش بندی نے کیا جس سے عوام نے بھی فائدہ اٹھایا۔

”منہاج العابدین“ عربی والی کتاب جامعہ اشرفیہ کے نصاب تعلیم میں ہے اور بعد ششماہی جماعت رابعہ میں پڑھائی جاتی ہے حضرت مولانا سعید احمد صاحب کا ترجمہ بامحاورہ ہے جب قاری اسے پڑھتا ہے تو ایسا محسوس کرتا ہے کہ ایک مستقل کتاب پڑھ رہا ہے نہ کہ ترجمہ لیکن سعید صاحب کا یہ ترجمہ منہاج العابدین عربی کتاب کی عبارت کے حل کے لیے ناکافی ہے اس لیے طلبہ اس سے بوجھ محسوس کرتے ہیں تو ضرورت محسوس ہوئی کہ جماعت رابعہ کے نصاب میں داخل کتاب کا مقدار تک لفظی اردو ترجمہ کر دیا جائے جو کہ چوتھی گھاٹی تک ہے تاکہ طلبہ کو کتاب حل کرنے میں آسانی ہو چنانچہ یہی سوچ کر میں نے قلم اٹھایا اور اللہ کے فضل سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔

میں اپنے ان تمام احباب واساتذہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے اس کتاب کی نظر ثانی فرمائی اور مفید مشوروں سے بھی نوازا، جن حضرات نے اس میں میری مدد فرمائی ان کے اسماء درجہ ذیل ہیں۔ حضرت مولانا قاسم صاحب مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ، حضرت مولانا شہباز احمد مصباحی، حضرت مولانا منظر عقیل صاحب مصباحی، حضرت مولانا ذوالفقار صاحب مصباحی، حضرت مولانا شمشیر صاحب مصباحی گجرات۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کے علم و عمر میں بے شمار برکتیں عطا فرمائے۔

قابل لحاظ امور

منہاج العابدین عربی کی عبارت اتنی باریک ہے اس لیے اگر عربی عبارت لکھ کر ترجمہ کیا جاتا تو کتاب بہت ضخیم ہو جاتی اس لیے عبارت نہ لکھ کر درجہ ذیل طریقہ اختیار کیا ہے

(۱)۔ سب سے پہلے جہاں سے عبارت شروع ہوتی ہے وہاں سے پہلی سطر کی عبارت لکھ کر اور صفحہ نمبر درج کر کے جہاں تک عبارت کا ترجمہ کرنا ہے وہاں کی آخری لائن کی عبارت درج کر دی گئی ہے تاکہ طالب علم فورا کتاب میں عبارت دیکھ کر یہ پتہ لگا لے کہ کہاں سے عبارت شروع ہو کر کہاں ختم ہوئی ہے اور کہاں تک ترجمہ ہے مثلاً "**من .... قال الشیخ الفقیه الصالح الزاهد ....ص۲....إلی ...إنّ الجنة حفت بالمکاره،وإنّ النار حفت بالشهوات.**" اس طرح سے لکھا گیا ہے۔

(۲)۔ عبارت جہاں تک ہے اس کی تعیین کرنے کے بعد عبارت میں جو مشکل الفاظ ہیں ان کے نیچے حل لغات کی ہیڈنگ لگا کر ان کا ترجمہ لکھ دیا ہے تاکہ طالب علم اگر خود ان الفاظ سے اصل کتاب حل کرنا چاہے تو وہ ان کی مدد سے کر سکے۔

(۳)۔ اس کے بعد سلیس اور شستہ اور آسان انداز میں اردو ترجمہ کیا گیا ہے اس طرح سے کتاب طلبہ کے لیے آسان سے آسان ہو جائے گی

(۴)۔ ترجمہ کرنے میں جہاں جہاں قرآنی آیتیں تھیں ان سب آیتوں کو لکھ کر اعراب لگایا گیا ہے، سورت کا نام درج کر کے کنز الایمان کا ترجمہ بھی لکھا گیا ہے۔

(۵)۔ عبارت کی تعیین کے لیے مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی مطبوعہ کتاب منہاج العابدین کو پیش نظر رکھا گیا ہے اس لیے عبارت کی شناخت اسی کتاب سے کریں۔

نوٹ :حل لغات کو بیان کرتے وقت مفتی اشرف صاحب مصباحی کی کتاب "تهدیة الذاکرین سے بھی مدد لی گئی ہے۔

نوٹ:اس کتاب کی تصویب و تصحیح اور نظر ثانی میں گہری نظر کی گئی ہے اور مجھے ترجمہ نگاری میں اپنی کم علمی کا بے حد اعتراف ہے لہذا اگر کسی طرح کی کوئی شرعی یا لفظی غلطی پائیں تو مطلع کریں ان شاء اللہ آئندہ اڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے گی۔

محمد گل ریز رضا مصباحی، مدناپوری،
بہیڑی، بریلی شریف یوپی۔

تعارفِ مُصنّف

حسب نسب

آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی کنیت ''ابو حامد''، لقب ''حجۃ الاسلام'' اور نامِ نامی، اسمِ گرامی 'محمد' بن محمد بن محمد بن احمد طوسی غزالی شافعی رحمھم اللہ تعالیٰ ہے۔ (اتحاف السادۃ المتّقین ،مقدمۃ الکتاب،۱/۹)

ولادت باسعادت

آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ۴۵۰ھ میں خراسان کے ضلع طُوس کے علاقے طَابِرَان میں پیدا ہوئے۔ (اتحاف السادۃ المتّقین، مقدمۃ الکتاب،۱/۹)

ابتدائی حالات زندگی

آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے والدماجد حضرت سیدنا محمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ شہر خراسان ہی میں اُون کات کر بیچا کرتے تھے یعنی پیشے کے لحاظ سے دھاگے کے تاجر تھے، عربی میں ''کاتے ہوئے سوت ''کو''غَزْل'' کہتے ہیں اسی نسبت سے آپ کا خاندان ''غزالی'' کہلاتا ہے۔ ابھی آپ اور آپ کے بھائی حضرت سیّدُنا احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کم عمر ہی تھے کہ ۵۶۴ھ میں والد محترم وصال فرماگئے۔ انتقال سے پہلے انہوں نے اپنے ایک صوفی دوست حضرت سیّدُنا ابوحامد احمد بن محمد راذ کانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کو وصیت کی تھی کہ ''میرا تمام اثاثہ میرے ان دونوں بیٹوں کی تعلیم و پرورش پر خرچ کر دیجئے گا۔'' وصیت کے مطابق ان کے والد گرامی کا سرمایہ ان کی تعلیم و پرورش پر صرف کر دیا گیا۔ (اتحاف السادۃ المتّقین، مقدمۃ الکتاب،۱/۹)

تعلیم کے لیے سفر

ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں ہی حاصل کی جہاں کتب فقہ حضرت سیّدُنا احمد بن محمد راذ کانی قدّس سرّہ النورانی سے پڑھیں 20 سال سے کم ہی کے تھے کہ (ایران کے مشرقی شہر) جرجان تشریف لے گئے وہاں حضرت سیِّدُنا امام ابو نصر اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں

کچھ عرصہ رہے۔ پھر اپنے شہر طوس لوٹ آئے، ۴۷۳ھ میں (ایران کے قدیم شہر) نیشا پور میں حضرت سیّدُنا امام الحرمین امام عبدالملک بن عبداللہ جوینی (متوفی ۴۷۸ھ) کی بارگاہ میں زانوئے تَلَمُّذ طے کیا اور ان سے اُصولِ دین، اختلافی مسائل، مناظرہ، منطق اور حکمت وغیرہ میں مہارتِ تامہ حاصل کی، ۴۷۸ھ میں حضرت سیّدُنا امام الحرمین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد ان کی جگہ آپ کو اس منصب اعلیٰ پر فائز کیا گیا، ۴۸۴ھ میں مدرسہ نظامیہ بغداد کے شیخ الجامعۃ (وائس چانسلر) کا عہدہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کیا جسے آپ نے قبول فرمالیا۔ چار سال بغداد میں تدریس و تصنیف میں مشغولیت کے بعد حج کے ارادے سے مکہ معظمہ روانہ ہوگئے۔ بقول علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۹۷ھ) ''بغداد میں آپ کی مجلسِ درس میں بڑے بڑے علمائے کرام حاضر ہوتے۔ جو آپ سے اکتساب فیض کرتے اور آپ کے بیان پر حیرت کا اظہار کرتے اور آپ کے کلام کو اپنی کتابوں میں نقل کرتے۔'' (المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، ۹/ ۱۶۸)۔

آپ نے ایک عرصہ بیت المقدس میں گزارا، پھر دوبارہ دمشق تشریف لائے اور جامع دمشق کے مغربی منارے پر ذکر و فکر اور مراقبے میں مشغول ہوگیے ملک شام میں ۱۰ سال قیام فرمایا، اسی دوران ''إِحْيَاءُ الْعُلُوْمِ'' (۴ جلدیں)''، جَوَاهِرُ الْقُرْآن، تفسیر يَاقُوْتُ التَّاوِيْلِ (۴۰ جلدیں) اور مِشْكَاةُ الأَنْوَار وغیرہ مشہور کتب تصنیف فرمائیں۔ پھر حجاز، بغداد اور نیشا پور کے درمیان سفر جاری رہا اور بالآخر اپنے آبائی شہر طوس واپس آکر عبادت و ریاضت میں مصروف ہوگئے اور تادمِ آخر وعظ و نصیحت، عبادت و ریاضت اور تصوف کی تدریس میں مشغول رہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، مقدمۃ الکتاب، ۱/۹ تا ۱۱ و شذرات الذهب، ۴/۱۴۴ تا ۱۴۵)

شیخ کامل کی بیعت

حضرت سیّدُنا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے دورِ طالب علمی میں حضرت سیّدُنا شیخ ابو علی فضل بن محمد بن علی فارَمَدی طُوسی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۴۷۷ھ) کے ہاتھ پر (27 سال کی عمر میں)

بیعت کی۔ شیخ موصوف بہت عالی مرتبت، فقہ شافعی کے زبردست عالم اور مذاہب سلف سے باخبر تھے اور حضرت سیّدُنا امام ابوالقاسم قُشَیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی۴۱۷ھ) کے جلیل القدر شاگردوں میں سے ہیں۔ (اتحاف السادۃ المتقین، مقدمۃ الکتاب،۲۶/۱)

باطنی علوم کی تلاش

آپ رحمۃ اللہ علیہ ۴۷۸ھ تا۴۸۴ھ سرتاجِ مدارسِ اسلامیہ مدرسہ نظامیہ نیشاپور میں ''امام الحرمین'' پھر ۴۸۴ھ تا۴۸۸ھ مرکزعلومِ اسلامیہ مدرسہ نظامیہ بغداد میں ''مدرسِ اعلیٰ'' کے منصب پر فائز رہے۔ سلطانِ وقت اور ملک بھر کے علما وفضلا آپ کے تبحر علمی کے قائل ہوگئے اورایک وقت ایسا بھی آیاکہ بادشاہِ وقت سے زیادہ امام صاحب کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گیا۔ سلطنت سلجوقیہ کے وزیرِاعظم نظام الملک طوسی بنفس نفیس امور مملکت میں آپ سے مشورہ کرتے تھے۔ تمام علوم کی تکمیل کے بعداولاً امام الحرمین پھر مدرسِ اعلیٰ جیسے عہدوں پر متمکّن رہنے کے باوجود آپ کوجس باطنی وروحانی سکون کی تلاش تھی وہ حاصل نہ ہوسکا۔ بغداد جواس وقت مختلف فرقوں اورباطل مذاہب کے بے جا مناظروں اور مجادلوں کا دنگل بناہوا تھااور فتنہ وفساد کی کیفیت طاری تھی۔ (مقدمہ احیاء العلوم (مترجم از علامہ محمد صدیق ہزاروی مدظلہ العالی)،۱۹/۱، ملخصًا) آپ نے ان فرقوں کے علوم وعقائد کی تحقیق شروع کی۔ اس تحقیق وجستجو سے اضطراب اور بڑھ گیامگر جب تصوف پر موجود کتب کا مطالعہ کیاتو معلوم ہواکہ صرف علم کافی نہیں بلکہ عمل کی ضرورت ہے۔ الغرض روحانی سکون کی خاطر آپ نے منصب تدریس چھوڑدیا۔ دنیاکی گوناگوں مصروفیات اور رنگارنگی سے بالکل کنارہ کشی اختیار کرلی حتیٰ کہ لباس فاخرہ کے بجائے ایک کمبل اوڑھاکرتے تھے اور لذیذ غذاؤں کی جگہ ساگ پات پر گزر بسر ہونے لگی۔ اپنے شہر طوس پہنچ کر صوفیا کے لئے ایک خانقاہ اور شوقِ علم رکھنے والوں کے لئے ایک مدرسہ تعمیر کیا اور پھر تادمِ حیات اورادووظائف، ریاضت وعبادت، گوشہ نشینی اور تدریس تصوف میں مشغول رہے۔ (مراۃ الجنان وعبرۃ الیقظان،۱۳/۳،۷ ملخصا)

تصنیف وتالیف

حضرت سیّدُنا امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی علوم و فنون میں سینکڑوں کتب ورسائل تصنیف کیے، جن میں سے چند مشہور کتب کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

اِحْیَاءُ عُلُوْمِ الدِّیْنِ،اَلْاِمْلَاءُ عَلٰی مُشْکُلِ الْاِحْیَاءِ (و یسمی ایضا"اَلْأَجْوِبَۃُ الْمُسْکِتَۃُ عَنِ الْاسْئِلَۃِ الْمُبْھَتَۃِ ")،اَلْأَرْبَعِیْنَ،اَلْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی،اَلْاِقْتِصَادُ فِی الْاِعْتِقَادِ ،اِلْجَامُ الْعَوَامِ عَنْ عِلْمِ الْکَلَامِ ،اَسْرَارُ مُعَامَلَاتِ الدِّیْنِ ،اَسْرَارُ الْاَنوَارِ الْالٰھِیَّۃِ بِالْآیَاتِ الْمَتْلُوَّۃِ ،اَخْلَاقُ الْاَبْرَارِ وَالنَّجَاۃُ مِنَ الْاَشْرَارِ،اَسْرَارُ اِتِّبَاعِ السّنَّۃِ ،اَسْرَارُ الْحُرُوْفِ وَالْکَلِمَاتِ،اَیُّھَا الْوَلَدُ ،بِدَایَۃُ الھِدَایَہِ .(اتحاف السادۃ المتقین ،مقدمۃ الکتاب،١ /٥٦)

دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف

عمر کے آخری حصہ میں اگرچہ حضرت سیّدُنا امام غزالی رحمۃ اللہ کا زیادہ تر وقت عبادت میں گزرتا اور شب و روز مجاہدات وریاضات میں بسر کرتے تھے مگر تصنیف و تالیف کا مشغلہ بالکل ترک نہ فرمایا۔اصول فقہ میں آپ کی اعلیٰ درجہ کی تصنیف "اَلْمُسْتَصْفٰی "۵۰۴ھ کی تصنیف ہے اس کے ایک برس بعد آپ نے ۵۵ سال کی عمر میں بروز پیر ۱۴ جمادی الآخرہ ۵۰۵ھ میں بمقام طابران (طوس میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے ۔(ازاحیاء العلوم (مترجم ،۱/۱۴تا۳۵ملتقطا)

(ماخوذ، منھاج العابدین اردو، مکتبۃ المدینہ دعوت اسلامی)

علم تصوف

تعریف

وہ علم جس میں حق تعالیٰ کی ذات پاک اور صفات کی کنہ و حقیقت سے بحث ہو۔

موضوع

ذات وصفات باری تعالیٰ

غرض وغایت

اللہ رب العزت کی معرفت حاصل کرنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(**خطبة الكتاب**)

من ....قال الشيخ الفقيه الصالح الزاهد ....ص٢....إلى ...إنّ الجنة حفت بالمكاره ،وإنّ النار حفت بالشهوات.

حل لغات: اَملیٰ علیٰ: املا کرانا ،لکھوانا۔لَمْ یَسْتَمْلِ:کسی سے املا کرنے کی درخواست کرنا۔تَقْوِیْمٌ:سیدھا کرنا،درست کرنا۔فَطَرَ:(ن) پیدا کرنا۔دبّرَ:(تفعیل)تدبیر کرنا۔ لاَئِحٌ:اسم فاعل(ن)ظاہر ہونا۔بِضَاعَةٌ؛پونجی،جمع بَضَائعُ۔ حَاصِلٌ: سرمایہ،جمع حَوَاصِلُ۔قِسْمَةٌ:حصہ۔حِرْفَةٌ:پیشہ۔شِعَارٌ؛علامت،نشانی ،جمع شَعَائِرٌ۔اَمَانِیٌّ: آرزوئیں، واحد أُمْنِيَّةٌ ۔ وَعْرٌ :سخت جگہ جمع أَوْعَارٌ (س) ۔عَقَبَاتٌ: گھاٹی ،رکاوٹ دشوار گزار گھاٹی، پہاڑ کا دشوار راستہ،واحد عَقَبَةٌ۔عَوَائِقُ :رکاوٹ،واحد عَائِقَةٌ ۔ مَهَالِكُ :جنگل،سبب ہلاکت واحد مَهْلَكَةٌ ۔مَقَاطِعُ: کاٹنے کی جگہ،واحد مَقْطَعٌ ۔عَزِيْزَةٌ: (ک) کثیر،زیادہ۔قُطَّاعٌ؛ ڈاکو، واحد قَاطِعٌ ۔اَشْيَاعٌ ، اَتْبَاعٌ:پیروکار ،ہمنوا،ہمایتی ،ساتھی ، دوست ،واحدشِيْعَةٌ، تَبْعٌ ۔ حُفَّتْ (ن) حَفَّ الشَيءِ بالشَيءِ:گھیرنا،احاطہ کرنا۔

ترجمہ: شیخ،صالح،زاہد،فقیہ عبدالملک بن عبداللہ نے فرمایا(اللہ تعالی ان سے راضی ہو)کہ میرے شیخ امام اجل ،زاھد ،نیک بخت،صاحب توفیق ،اسلام کی حجت ،دین کی زینت، شرف امت،ابوحامد محمد بن محمد بن محمد غزالی طوسی رضی اللہ عنہ نے یہ مختصر کتاب مجھے املاکرائی، مصنف علیہ الرحمہ کی یہ آخری تصنیف ہے اور ان کے خاص تلامذہ نے ہی صرف اس کواملا کیا،کتاب کاآغاز اس طور پر ہوتا ہے۔

تمام تعریفیں خدائے واحد بادشاہ مطلق کے لیے ہیں جو حکیم ،سخی،کریم ،غالب،رحم فرمانے والا ہے،جس نے انسان کو اچھی صورت میں بنایا، زمین وآسمان کواپنی قدرت سے پیدا فرمایا، اپنی حکمت سے دنیاوآخرت کے امور کی تدبیر فرمائی،جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا، تواس کی ذات کاقصد کرنے والوں کے لیے راستہ واضح ہے ،اور اس کی ذات میں

غور وفکر کرنے والوں کے لیے دلیل موجود ہے، لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے، اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، وہی ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔

اور درود وسلام ہو ہمارے آقا رسولوں کے سردار محمد ﷺ پر، اللہ تعالیٰ قیامت تک انھیں سلامتی اور عظمت عطا فرمائے، ان کی پاک ونیک طبیعت آل اور تمام اصحاب پر رحمت وسلامتی نازل ہو۔

اے میرے بھائیو! تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمھیں اور ہم سب کو اپنی خوشنودی کے ذریعہ نیک بخت بنائے، بے شک عبادت علم کا پھل، عمر کا فائدہ، طاقتور بندوں کی کمائی، اولیاء کرام کی پونجی، متقیوں کا راستہ، (اللہ کے) پیاروں کا حصہ، حوصلہ مندوں کا مقصد، اچھوں کی علامت، مردان حق کا پیشہ اور اہل بصیرت کی پسندیدہ چیز ہے، اور وہ (یہ عبادت) نیک بختی کا راستہ اور جنت (حاصل کرنے) کی ڈگر ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ﴾ (پ ۱۷، الانبیاء: ۹۲) " اور میں تمھارا رب ہوں تو میری عبادت کرو" نیز فرمایا ﴿إِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ (پ ۲۹، الدھر: ۲۲) "ان سے فرمایا جائے گا یہ تمھارا صلہ ہے اور تمھاری محنت ٹھکانے لگی"۔

پھر ہم نے اس (عبادت) پر نظر کی اور ابتدا سے انتہا تک اس کے طریقے پر غور وفکر کیا جو سالکین (راہ آخرت کے راہی) کی مراد ہے، (تو ہم نے پایا) کہ وہ دشوار گزار مشکل راہ، زیادہ گھاٹیوں، سخت مشقتوں، طویل مسافتوں، بڑی آفتوں، بہت سے موانع اور رکاوٹوں والی، خفیہ ہلاکتوں، دشمنوں اور ڈاکوؤں کی کثرت والی، متبعین اور فرمابرداروں کے لیے عزیز ہے، پیچیدہ فروع اور شاخوں والا ہے، اور اس راہ کا اس طرح دشوار گزار ہونا اس لیے ضروری ہے کیونکہ یہ جنت کا راستہ ہے، اور عبادات کا مشکل ہونا حضور ﷺ کے اس ارشاد کی تصدیق ہے آپ فرماتے ہیں: "خبردار! بے شک جنت کو ناپسندیدہ چیزوں اور مصیبتوں سے گھیر دیا گیا ہے، اور دوزخ کو خواہشات سے گھیر دیا گیا ہے۔

من.... وقال ﷺ "ألا وإن الجنة حزن بربوة .... .ص۲ ،۳ ... إلى ....وقد قالو فيه إنه اساطير الاولين؟.

حل لغات: حُزْنٌ: سخت جگہ، جمع حُزُوْنٌ-رَبْوَۃٌ:ٹیلہ، جمع رُبیٰ. سَھْلٌ: نرم زمین۔ جمع سُھُوْلٌ-سَھْوَۃٌ:گھروں کے درمیان بناہواچبوترہ، گھرکے آگے کا پردہ یاآڑ۔ گھرکی چہار دیواری۔ احاطہ، جمع سِھَاءٌ:-مُتَرَاجِعٌ: تَرَاجَعَ القَوْمَ: لوگوں کا واپس ہونا۔ زوال پزیر ہونا-نَاقِدٌ: جانچ پڑتال کرنے والا، آزمانے والا- جمع نُقَّادٌ،نَقَدَۃٌ-زَادٌ:توشہ، جمع اَزْوِدَۃٌ. خَطْبٌ: پریشانی، مصیبت، جمع خُطُوبٌ-مُعْضِلًا:اَعْضَلَ الأَمْرُ: دشوار ہونا-عَزَّ(ض)کمیاب ہونا-سَدَّدَ (تفعیل)درست کرنا-اُھْبَۃٌ:تیاری، جمع اُھَبٌ- عُدَّۃٌ: تیاری، تیار کردہ سامان، جمع عُدَدٌ-اِحْتَوَی الشَئ: (افتعال)مشتمل ہونا-اِعْتَاصَتْ:اِعْتَاصَ عَلَیْہِ الأَمْرُ: مشکل ہونا- قَدَحُوا: قَدَحَ فِيْ:(ض) عیب لگانا، مذمت کرنا-اَسَاطِیْرُ: بے اصل ،گڑھے ہوئے قصے، افسانے، واحد اَسْطَارٌ۔

ترجمہ: "نبی کریم ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا" خبر دار! بیشک جنت اونچے ٹیلے پر سخت زمین (کی طرح) مشکل الحصول ہے ، خبر دار! بے شکل دوزخ نرم وگداز والی ہموار مٹی پر ہموار زمین (کی طرح) سہل الحصول ہے"۔

پھر ان تمام چیزوں کے باوجود بندہ کمزور ، زمانہ سخت ، دین کا کام (تنزلی کی طرف) رجوع کررہاہے، فرصت کم، کام زیادہ اور عمر تھوڑی ہے، کام میں کوتاہی ہے، جانچنے والا دیکھ رہا ہے ، اللہ کی طرف واپس پلٹناہے، موت کا مقررہ وقت قریب ہے، سفر(کی منزل) دور ہے، اطاعت ہی لازمی توشہ ہے جو فوت ہونے کے بعد واپس آنے والانہیں ہے، توجو شخص(یہ توشہ لینے میں)کامیاب ہوگیاتووہ ہمیشہ کے لیے کامیاب اور نیک بخت ہوگیا، اور جس سے یہ چیزیں فوت ہوگئیں تووہ گھاٹا اٹھانے والوں کے ساتھ گھاٹا اٹھانے والا اور ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہوگیا۔

(مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر یہ عبادت کی راہ) اللہ کی قسم! جس قدر مشکل ہے اس سے زیادہ اہم بھی ہے، اسی لیے اس راستہ کا قصد کرنے والے لوگ کم ہی ہیں پھر قصد کرنے والوں میں سے وہ لوگ بھی کم ہیں جو اس راستہ پر چلتے ہیں، پھر چلنے والوں میں سے مقصود تک پہونچنے والے لوگ بھی کم ہی ہیں جو مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں اور وہی لوگ عزت والے ہیں جنھیں اللہ تعالی نے اپنی معرفت و محبت کے لیے چن لیا اور اپنی توفیق و عصمت سے انھیں درست کیا، پھر اپنے فضل سے اپنی خوشنودی اور جنت تک پہنچا دیا، تو ہم اس سے سوال کرتے ہیں (اس کا ذکر بلند ہو) کہ ہمیں اور تمہیں اپنی رحمت سے کامیاب ہونے والے لوگوں میں سے کردے۔

ہاں! جب ہم نے اس راستہ کی یہ صفت پائی تو ہم نے اس راستہ کو طے کرنے کی کیفیت کے بارے میں غور وفکر کیا جس کی بندہ کو ضرورت ہوتی ہے، جیسے (عبادت کی) تیاری (زندگی گزارنے کا سامان)، آلہ (عبادت کرنے کی) تدبیر اور (اس کے متعلق ضروری) علم و عمل، امید یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالی کی حسن توفیق سے سلامتی کے ساتھ اس راستہ کو طے کرلے، اس کی مہلک گھاٹیوں میں تباہ نہ ہوجائے، تو وہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہوجائے، (اور اللہ کی پناہ)۔

تو ہم نے اس راستہ کو طے کرنے اس پر چلنے کے متعلق کچھ کتابیں لکھیں جیسے "احیاء العلوم ، القربة الى الله تعالى" اور اس کے علاوہ کچھ کتابیں لکھیں جو علوم کی باریکیوں پر مشتمل ہیں اور عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہیں تو لوگوں نے ان میں عیب لگایا، اور ایسی باتوں میں لگ گئے جنھیں وہ ٹھیک سے جانتے بھی نہیں، تو کونسا کلام اللہ کے کلام سے زیادہ فصیح ہے، پھر بھی لوگوں نے اس کلام کے متعلق یہ کہا، کہ وہ تو اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

من.... ألم تسمع إلى قول زين العابدين... ص٣.... إلى.... فيخاف على نفسه عند ذلك و يفزع.

حل لغات: اَکْتُمُ (ن) چھپانا، پوشیدہ رکھنا۔ یَفْتَتِنَا: (اِفْتِنَاناً) فتنے میں مبتلا کرنا، آزمائش میں ڈالنا، اس میں الف اشباع کا ہے جو وزن شعری کی تکمیل کے لیے آتا ہے۔ یَا رُبَّ: یہاں پر یا برائے تنبیہ ہے، اس کا منادیٰ محذوف ہے۔ اَبُوْحُ بِہٖ: (افعال) ظاہر کرنا۔ وَثَنٌ: بت، جمع اَوْثَانٌ۔ مُمَارَاۃٌ: جھگڑا کرنا، بحث کرنا۔ اِبْتَهَلْتُ اِلٰی: گڑگڑا کر دعا کرنا۔ اِنْفَسَحَ: وسیع ہونا۔ تُجَافِیْ۔ دور رہنا، الگ رہنا۔ اَنَابَ اِلَی اللّٰہِ: باری باری واپس ہونا، متوجہ ہونا۔ خَطَرَ: (ن) خطرہ پیدا ہونا، خیال آنا۔ مُنَعِّمًا الشَّیءَ نرم و نازک بنانا، آسودہ حال کر دینا۔ بَأْسٌ: سخت عذاب، جمع بُؤسٌ۔ نِقْمَۃٌ: سزا بدلہ، جمع نِقَمٌ۔ خَارِقَۃٌ لِلْعَادَاتِ: فوق العادات: اِخْتَلَجَ الْفِکْرُ: خیال آنا۔ فَتَقَعَ: فَاِذَا خَطَرَ بِقَلْبٍ کا جواب ہے، واقع ہونا، پیدا ہونا۔

ترجمہ: کیا تم نے حضرت زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کا ارشاد نہیں سنا؟ وہ فرماتے تھے:

(۱)۔ میں اپنے علم کی خوبیوں کو چھپاتا ہوں تاکہ جاہل اسے دیکھ کر ہمیں آزمائش میں نہ ڈال دے۔

(۲)۔ اسی سلسلے میں ابوالحسن (حضرت علی) نے پیش قدمی کی امام حسین کو وصیت کی اور ان سے پہلے امام حسن کو وصیت کی۔

(۳)۔ میرے پاس علم کے اتنے جوہر ہیں کہ اگر میں ان کو ظاہر کر دوں تو مجھ سے کہا جائے گا تم ان میں سے ہو جو بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔

(۴)۔ اور ضرور مسلمان میرے خون کو حلال سمجھنے لگیں گے اور جس بدترین کام کو وہ بجا لائیں اچھا سمجھیں گے۔

حالات نے ان عقل والوں کو جو اللہ تعالی کی مخلوق میں شرف و بزرگی والے ہیں، اللہ تعالی کی ساری مخلوق کی طرف نظر کرم کرنے اور جھگڑے کو ختم کرنے کا تقاضا کیا، تو میں نے اس ذات کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعا کی جس کے قبضۂ قدرت میں پیدا کرنا اور حکم دینا ہے کہ وہ مجھے ایسی کتاب تصنیف کرنے کی توفیق دے جس پر اجماع ہو، اور جس کے پڑھنے سے فائدہ حاصل ہو، تو اس سلسلہ میں اس ذات نے میری دعا قبول فرمائی جو پریشان حال کی دعا قبول کرتا ہے جب

وہ پکارے ،اور اپنے فضل سے مجھے اس کے رازوں پر مطلع کیا، اس بارے میں ایک عجیب ترتیب دل میں ڈالی جسے میں نے ان تصنیفات میں ذکر نہیں کیا جو معاملات دینیہ کے اسرار و رموز کے سلسلے میں مقدم ہوئیں (یعنی پہلے لکھی گئیں)اور یہ وہی کتاب ہے جس کی خوبیاں بیان کرر ہاہوں تو میں کہتا ہوں اور اللہ ہی سے توفیق طلب کی جاتی ہے۔

سب سے پہلی چیز جس سے بندہ عبادت کے لیے بیدار ہوتا ہے، اور اس (عبادت) کے راستہ پر چلنے کے لیے حرکت کرتا ہے وہ اللہ تعالی کے جانب سے القاکیا ہوا آسمانی خیال ہوتا ہے، اور خاص توفیق الٰہی ہوتی ہے ،اور یہی اللہ تعالی کے ارشاد کا مفہوم ہے: ﴿اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ﴾(پ ۲۳،الزمر: ۲۲)”تو کیا جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے“،اور اسی کی طرف صاحب شریعت ﷺ نے اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:بے شک نور جب دل میں داخل ہوتا ہے تو وہ وسیع اور کشادہ ہوجاتا ہے،تو عرض کیا گیا یار سول اللہ !کیا اس کی کوئی علامت ہے جس کے ذریعہ پہچانا جائے ؟تو فرمایا،ہاں:وہ دھوکا کے گھر سے کنارہ کشی ،ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع،اور موت آنے سے پہلے موت کے لیے تیاری کرنا ہے۔

سب سے پہلے جب بندہ کے دل میں یہ خیال آتا ہے،کہ میں اپنے آپ کو قسم قسم کی نعمتوں سے آراستہ پاتا ہوں، جیسے زندگی،طاقت،عقل، گویائی، تمام شریف مقاصد اور لذت والی چیزیں نیز مجھ سے قسم قسم کی مصیبتیں اور ضرر رساں چیزیں دور ہو جاتی ہیں، یقیناً ان نعمتوں کا کوئی عطا کرنے والا ہے، جو مجھ سے اپنی خدمت گزاری اور شکر گزاری کا مطالبہ کرے گا ،اگر میں نے اس سے غفلت برتی ،تو وہ مجھ سے اپنی نعمتیں چھین لے گا، مجھے اپنا عذاب اور سزا چکھائے گا،یقیناًاس نے میرے پاس ایک ڈرانے والا رسول بھیجا جس (رسول) کی تائید ایسے معجزات سے فرمائی جو خارق عادت ہیں،(یعنی عادۃ محال ہیں)،آدمی کی قوت سے باہر ہیں،انھوں نے مجھے بتایا کہ میرا ایک رب ہے،اس کا ذکر بلند ہو،وہ قدرت والا، جاننے والا، زندہ، ارادہ کرنے والا،کلام کرنے والا ہے، امر و نہی کا مالک ہے ،وہ اس بات پر قادر ہے کہ اگر میں اس کی نافرمانی

کروں تو وہ مجھے سزا دے، اگر اس کی اطاعت کروں تو وہ مجھے ثواب عطا کرے، وہ میرے رازوں کو اور جو میرے ذہن میں خیال آتا ہے سب کو جاننے والا ہے، اس نے وعدہ کیا اور وعید بھی فرمائی ہے، شریعت کے قوانین کو لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے، تو بندے کے دل میں اول مرحلہ میں یہ بات پیدا ہو جاتی ہے کہ یہ کام ممکن ہے اس لیے کہ یہ عقلاً محال نہیں ہے لہذا وہ اپنے نفس پر خوف کھاتا اور گھبراتا ہے۔

من ....فهذا خاطر الفزع الذى ينبه العبد و يلزمه الحجة.. ..
ص٣،٤ ...إلى ....ما يلزمه من الفرائض الشرعية ظاهرًا و باطنا.

حل لغات: یَزْعَجُهُ:(ف) بے چین کرنا، گھبرا دینا۔ یَهْتَاجُ: بر انگیختہ ہونا۔ یَقْلَقُ:(س) بے چین ہونا۔ اَدِلَّاءُ: رہنما، قائد، واحد دَلِیْلٌ۔ قَادَةٌ: سردار، سربراہ، واحد قَائِدٌ۔ تَوَلّٰی عَنْهُ: اعراض کرنا۔ اَلتَّشْمِیْرُ لِلْخِدْمَةِ: خدمت کے لیے کمربستہ ہونا۔ اَلْاِقْبَالُ: اَقْبَلَ عَلَى الْاَمْرِ: متوجہ ہونا۔

ترجمہ: یہی دلی گھبراہٹ ہے جو بندہ کو بیدار کرتی ہے، اس پر حجت کو لازم کرتی ہے، اس سے عذر و بہانے کو ختم کرتی ہے، اسے غور و فکر اور استدلال کرنے پر بے چین کرتی ہیں، تو اس وقت بندہ برانگیختہ ہو جاتا ہے، اور بے چین ہو جاتا ہے، اپنے دل میں پیدا ہونے والی (باتوں) یا کانوں سے سنی جانے والی چیزوں سے امن و امان حاصل کرنے، چھٹکارا پانے کی راہ میں غور و فکر کرتا ہے، تو وہ عقل کے ذریعہ دلائل میں غور و فکر کرنے اور کاریگری کے ذریعہ صانع عالم، پر استدلال کرنے کے علاوہ کوئی راہ نہیں پاتا ہے، تاکہ اس کو غیب کا علم یقینی طور پر حاصل ہو جائے اور جان لے کہ اس کا ایک رب ہے جس نے اسے مکلف بنایا ہے، اسے حکم دیا ہے اور روکا ہے۔

تو (یہ غور و فکر کرنا اور اپنے خالق کے متعلق علم یقین حاصل کرنا) یہ وہ پہلی گھاٹی ہے جو عبادت کی راہ میں اسے پیش آتی ہے، اور یہ علم و معرفت کی گھاٹی ہے تاکہ معاملہ (عبادت) بصیرت پر ہو، لہذا وہ ضروری طور پر دلائل میں اچھی طرح سے غور و فکر کر کے اور ان علمائے

آخرت سے سیکھ کر، سوال کرکے اس راہ کو طے کرنا شروع کرتا ہے جو رہنما، امت کے چراغ، ائمہ کے سردار ہیں، اور ان علما سے فائدہ حاصل کرکے (اس راہ کو طے کرتا ہے) اور ان سے توفیق کی خوبصورت دعا طلب کرتا ہے اور اس بات کی اعانت کی دعا طلب کرتا ہے کہ وہ اس (گھاٹی) کو اللہ کی توفیق سے طے کرلے (وہ اس راہ میں چلتا ہے) تو اسے علم اور غیب کا یقین حاصل ہوجاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کا ایک رب ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور وہی رب ہے جس نے اسے پیدا کیا اور یہ تمام نعمتیں اسے عطا کیں، اور (یہ یقینی علم حاصل ہوتا ہے کہ) اس نے اس کو اپنے شکر کا مکلف بنایا، اپنی خدمت، ظاہری اور باطنی اطاعت کا حکم دیا، اسے کفر اور طرح طرح کی نافرمانیوں سے ڈرایا، اس کے لیے دائمی ثواب کا فیصلہ فرمایا اگر وہ اس کی اطاعت کرے، اور دائمی عذاب کا حکم فرمایا اگر وہ اس کی نافرمانی کرے اور اعراض کرے، تو اس وقت یہ معرفت اور غیب کا یقین اسے خدمت کے لیے کمربستہ ہونے اور اس انعام واکرام کرنے والے سردار کی عبادت کی طرف متوجہ ہونے پر ابھارتا ہے جس (سردار) کو اس نے طلب کیا تو پالیا، اور اسے بھولنے کے بعد پہچان لیا، لیکن وہ نہیں جانتا ہے کہ کس طرح کیسے (عبادت) کرے، اور ظاہر وباطن میں اس کی خدمت کے لیے اس پر کیا چیزیں لازم ہیں۔

تو اللہ تعالی کی یہ معرفت حاصل ہونے اور علم ومعرفت مکمل کرنے کے بعد وہ کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ ان فرائض شرعیہ کو جان لیتا ہے جو ظاہری اور باطنی طور پر اس پر ضروری ہیں۔

من.......فلما استكمل الإسم والمعرفة بالفرائض. ... . ص . ٤ .
.إلى..وتصده عن التفرغ لذلك كما ينبغى ،فتأمل فإذا هي اربعة.

حل لغات: اِنْبَعَثَ: اٹھنا، پھیلنا، روانہ ہونا۔ جِنَايَاتٌ: ارتکاب جرم، قصور، خطا، واحد جِنَايَةٌ۔ مُتَلَطِّخٌ: آلودہ ہونا۔ اَسْرٌ: غلامي، قید۔ اَقْذَارٌ: گندگی، میل کچیل، واحد قَذْرٌ۔ بِسَاطٌ: بچھونا، فرش، جمع بُسُطٌ۔ حَنَّ اِلٰی: (ض) مشتاق ہونا۔ مُحْدِقَةٌ: (اِحْدَاقاً) گھیرنا، احاطہ کرنا۔ اِزَاحَةٌ: ہٹانا، دور کرنا۔ اَلْتَجُرُدُّ عَنْ: دور ہونا، کنارہ کش ہونا۔ یَقْمَعُ: ختم

کرنا ،خاتمہ کرنا۔ مَطِيَّةٌ:سواری ،جمع مَطَايَا ۔مَجْبُوْلَةٌ:(ن) جَبَلَهُ علی:اللہ نے اس کی فطرت میں فلاں وصف رکھ دیا۔یُلْجِمُ:(اِلْجَاماً)لگام کسنا،لگام پہنانا۔ تَنْقَادُ:پیروی کرنا۔ تُطْغِي:سرکشی کرنا۔مَرَاشِدُ:سیدھے راستے،طریق خیر،واحد مُرْشِدٌ۔

ترجمہ: جب وہ فرائض کا علم و معرفت مکمل کرلیتا ہے تو عبادت کے شروع کرنے اور اس میں مشغول ہونے کے لیے کمربستہ ہوتا ہے وہ (اپنی ذات میں) غور وفکر کرتا ہے کہ وہ جرموں اور گناہوں والا ہے اور یہی حال اکثر لوگوں کا ہے ،تو وہ (اپنے دل میں) کہتا ہے،میں عبادت کی طرف کیسے متوجہ ہوں جبکہ میں گناہوں پر مصر ہوں اور گناہوں سے آلودہ ہوں ؟تو سب سے پہلے مجھ پر ضروری ہے کہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں توبہ کروں، تاکہ وہ میرے گناہوں کو بخش دے،اور مجھے ان (گناہوں) کی قید سے آزاد کردے،اور ان کی گندگیوں سے مجھے پاک کردے،اور میں بساط قربت اور خدمت کے لائق ہو جاؤں، یہاں اسے توبہ کی گھاٹی در پیش ہوتی ہے،تو یقینی طور پر وہ اسے طے کرنے کا حاجت مند ہوتا ہے تاکہ اس تک پہنچ جائے جو عبادت سے مقصود ہے، پھر وہ توبہ کے حقوق و شرائط پورا کرکے اسے طے کرنا شروع کردیتا ہے یہاں تک کہ اسے طے کرلیتا ہے۔

جب اسے سچی توبہ حاصل ہوتی ہے ،اور اس گھاٹی کو طے کرکے فارغ ہوجاتا ہے،اور عبادت شروع کرنے کا مشتاق ہوتا ہے، تو وہ غور وفکر کرتا ہے اچانک کیا دیکھتا ہے کہ اس کے اردگرد رکاوٹیں اس کو گھیرے ہوئے ہیں،ان میں سے ہر ایک قسم قسم کی رکاوٹوں کے ذریعہ اسے عبادت مقصودہ سے روکتے ہیں، تو وہ غور وفکر کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ وہ (رکاوٹیں جو عبادت کرنے سے روکتی ہیں) چار ہیں (۱) دنیا (۲) مخلوق (۳) شیطان (۴) نفس، تو بلاشبہ وہ ان رکاوٹوں کو ختم کرنے اور خود سے دور کرنے کا ضرورت مند ہوتا ہے ،ورنہ (یعنی اگر وہ ان چار رکاوٹوں کو ختم نہ کرے) اس کو اپنی مراد یعنی عبادت (کی لذت) حاصل نہ ہوگی تو یہاں اسے رکاوٹوں کی گھاٹی پیش آتی ہے، تو وہ چار چیزوں کے ذریعہ اسے طے کرنے کا حاجت مند ہوتا

ہے(۱)دنیا سے قطع تعلق کرنا(۲)مخلوق سے کنارہ کشی کرنا(۳)شیطان کے ساتھ جنگ کرنا (۴)نفس پر سختی کرنا۔

رہا نفس (پہ سختی کرنا) تو یہ سب سے سخت ہے، اس لیے کہ بندہ کا اس (نفس) سے بے نیاز ہونا ممکن نہیں اور نہ ہی اسے یک بارگی شیطان کی طرح قابو میں کیا سکتا ہے اور نہ ہی ختم کیا جا سکتا ہے، اس لیے کہ یہ (نفس) سواری اور آلہ ہے، اور نفس کی موافقت میں بھی بندہ کی عبادت مقصودہ کی کوئی امید نہیں جس کی طرف بندہ متوجہ ہوتا ہے، اس لیے کہ یہ بھلائی کی ضد پر پیدا کیا گیا ہے، جو لہو ولعب کی پیروی کرتا ہے، اس وقت وہ اسے تقویٰ کی لگام لگائے جانے کا محتاج ہوتا ہے، تاکہ یہ (نفس) اس (بندہ) کے لیے باقی رہے اور اس سے جدا نہ ہو، اس (بندہ) کے لیے مطیع وفرمابردار رہے اور بغاوت نہ کرے، پھر وہ اسے مصلحتوں اور رہنمائی کی چیزوں میں استعمال کرتا ہے، ہلاک وبرباد کرنے والی چیزوں سے اس (نفس) کو روکتا ہے، تو وہ اس وقت اس گھاٹی کو طے کرنا شروع کر دیتا ہے اور اللہ سے مدد طلب کرتا ہے، (اس کا ذکر بلند ہو)۔

تو جب وہ اسے طے کر کے فارغ ہو جاتا ہے، اور عبادت کا ارادہ کرتا ہے، تو چند رکاوٹیں اسے درپیش آتی ہیں جو اسے اس کے مقصود یعنی عبادت کی طرف متوجہ ہونے سے غافل کر دیتی ہیں اور اسے اس کے لیے مناسب وقت نکالنے سے روکتی ہیں، تو وہ غور کرتا ہے، اور یہ (رکاوٹیں بھی) چار ہیں۔

من.....الأول: الرزق: تطالبه النفس به ...ص٤ .. إلى ... و يجنبها و يفترها عن ذلك .

حل لغات: قِوَامٌ: بقدر کفایت روزی، گزارہ۔ عَوَاقِبُ: نتیجہ، انجام، واحد عَاقِبَةٌ۔ تَنْصَبُ: اِنْصَبَّ عَلَيْهِ: اترنا، نازل ہونا۔ اِنْتَصَبَ: کھڑا ہونا، بلند ہونا۔ غُصَّةٌ: گھونٹ، غم اندوہ، جمع غُصَصٌ۔ تَتَلَقىّٰ: تَلَقىَّ الشَّيْءُ: ملنا، استقبال کرنا۔ عَوَارِضُ: رکاوٹ، مانع، واحد عَارِضٌ۔ فَاتِرَةٌ (ن، ض) کم ہمت والا، دَعَةٌ: راحت وسکون۔ بَطَالَةٌ: بیکاری، يَزْجُرُ: زَجَرَ عَنْ: روکنا، منع کرنا۔

ترجمہ: پہلا؛ (عارضہ) رزق: جس کا نفس اس سے مطالبہ کرتا ہے اور کہتا ہے میرے لیے رزق اور غذا ضروری ہے، جبکہ میں نے دنیا کو چھوڑ دیا ہے اور مخلوق سے بھی کنارہ کشی اختیار کرلی ہے، (اگر میں ایسی صورتِ حال میں نفس کو عبادت پر آمادہ کرلوں) تو میری غذا اور رزق کہاں سے حاصل ہوگا؟

دوسرا (عارضہ) وہ تمام خطرات وخیالات جن سے وہ خوف کھاتا ہے یا امید کرتا ہے، ان کو پسند یا ناپسند کرتا ہے، اور ان میں درستگی یا فساد کو نہیں جانتا ہے، اس لیے کہ معاملات کا انجام غیر واضح ہے، تو اس کا دل ان میں مشغول ہوجاتا ہے، اور بسا اوقات وہ فساد یا ہلاکت میں پڑجاتا ہے۔

تیسرا (عارضہ): ہر جانب سے سختیاں اور مصیبتیں اس پر نازل ہوتی ہیں، خاص کر جب وہ مخلوق کی مخالفت، شیطان سے جنگ، نفس کی مخالفت کے لیے کمر بستہ ہوتا ہے، کتنے غصہ کے گھونٹ پیتا ہے کتنی سختی اسے درپیش ہوتی ہے، کتنے حزن وملال اسے لاحق ہوتے ہیں، اور کتنی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

چوتھا (عارضہ): اللہ تعالی کی جانب سے مختلف قسم کی سخت اور آسان آزمائشیں یک بعد دیگرے اسے پیش آتی ہیں، (یعنی کبھی آرام اور کبھی تکلیف)، نفس ناراضگی کی طرف جلدی کرتا ہے اور فتنہ کی طرف دوڑ پڑتا ہے تو یہاں اسے چار رکاوٹوں کی گھاٹی پیش آتی ہے، تو وہ چار چیزوں کے ذریعہ اسے طے کرنے کا ضرورت مند ہوتا ہے، (اور چار رکاوٹیں اس طرح ختم ہو سکتی ہیں) (۱) رزق کی راہ میں اللہ تعالی پر بھروسہ کرنا (۲) خطرے کی راہ میں معاملہ کو اللہ تعالی کے سپرد کرنا (۳) مصیبتوں کے وقت صبر کرنا (۴) فیصلہ کے وقت راضی ہونا، پھر بندہ اللہ تعالی کے حکم اس کی درستگی اور حسن تائید سے اس گھاٹی کو طے کرنے لگتا ہے۔

جب وہ اسے طے کرنے سے فارغ ہوتا ہے اور عبادت کا ارادہ کرتا ہے تو وہ غور وفکر کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ نفس کم ہمت والا اور سست ہے، چست اور پھرتیلا نہیں ہے بھلائی کے لیے آمادہ نہیں ہوتا ہے جیسا کہ اس کے لائق اور مناسب ہے، اس کا میلان ہمیشہ

غفلت، جھوٹ، آرام اور بیکاری کی طرف ہوتا ہے، بلکہ شر، فضول باتوں، بے وقوفی اور جہالت کی طرف ہوتا ہے، تو یہاں وہ اپنے ساتھ ایک ایسے رہنما کا محتاج ہوتا ہے جو اسے بھلائی اور فرما برداری کی طرف لے جائے اسے عبادت کے لے چست وچوبند بنادے پھر اسے ایک روکنے والے کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے گناہ اور شر سے روکے اور اس سے برائی کو ختم کردے ،(تو برائیوں سے روکنے اور نیکیوں کی طرف مائل کرنے والی) اور وہ چیزیں یہ ہیں ،(۱) امید (۲) خوف۔(۱) امید: تو اللہ تعالی کے کثیر ثواب کی امید کرنا اور اس اچھی چیز کی امید کرنا جس کا اس نے وعدہ کیا ہے، یعنی طرح طرح کی شرافت و بزرگی اور اس بات کو یاد کرنا کہ وہ ایسا رہنما ہے جو اس کی رہنمائی کرتا ہے، اس (نفس) کو عبادت پر ابھارتا ہے اور اسے عبادت کے لیے متحرک اور چست بناتا ہے،(۲) خوف: یہ ہے کہ اللہ تعالی کے دردناک عذاب اور ان مصیبتوں سے ڈرنا جس کی اس نے دھمکی دی ہے یعنی مختلف قسم کی سزا اور اہانت تو خوف ایسا روکنے والا ہے جو اسے معصیت سے روکتا، گناہ سے بچاتا ہے اور گناہ کو مٹا دیتا ہے۔

من.....فهذه عقبة البواعث استقبلته ...ص ٤،٥....إلى .... وقع فى سهل الفضل وصحراء الشوق ،وعرضات المحبة .

حل لغات: عُجُبٌ :فخر و غرور۔ یُعْجِبُ بِہٖ(اِعْجَابًا) غرور کرنا تکبر کرنا ۔ یُحْبِطُ: (إحباطًا) بے کار و باطل کرنا، اکارت کرنا۔ قَوَادِحُ: عیب دار بنانی والی چیزیں، واحد قَادِحٌ ۔مِنَنٌ: احسانات، واحد مَنٌّ ۔أَیَادِيْ: جمع منتهى الجموع ،واحد یَدٌ، بخشش، نعمت میں زیادہ استعمال ہوتا ہے۔حِرَاسَةٌ :حفاظت۔یَنْحَطُّ: (إنْحِطَاطًا) گرنا، زوال پزیر ہونا ، شکست کھا جانا۔ خِدَمٌ: طاعت گزار، واحد خَادِمٌ۔ مُبْتَغیٰ: مراد و منزل۔ سَهْلٌ: نرم زمین ۔ عَرَضَاتٌ: گھر کے صحن، میدان، آنگن، صحن خانہ، واحد عَرْصَةٌ۔

ترجمه: تو یہاں اسے یہ ابھارنے والی گھاٹی پیش آتی ہے تو وہ اسے ان دونوں مذکورہ چیزوں (خوف وامید) کے ذریعہ طے کرنے کا ضرورت مند ہوتا ہے، تو وہ اللہ تعالی کی حسن توفیق سے اسے طے کرنا شروع کرتا ہے اور اسے طے کرلیتا ہے، جب وہ اس

سے فارغ ہوتا ہے، عبادت کی طرف متوجہ ہوتا ہے، تو وہ نہ کوئی رکاوٹ دیکھتا ہے اور نہ غافل کرنے والی چیز، وہ ابھارنے والی اور (بھلائی کی طرف) بلانے والی چیز کو پاتا ہے، تو وہ عبادت میں چست ہوتا ہے اور اسے قائم کرتا ہے، مکمل شوق و رغبت کے ساتھ اسے اختیار کرتا ہے، اس پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے، پھر وہ غور و فکر کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ جس عبادت کو وہ ادا کر رہا ہے اس میں (دوران عبادت) بڑی آفتیں ظاہر ہوتی ہیں اور وہ دونوں (آفتیں) یہ ہیں (۱) ریا (۲) خود پسندی، تو وہ لوگوں کو اپنی اطاعت دکھاتا ہے، اپنی عبادت کو برباد کرتا ہے، تو وہ اپنی ذات پر اتراتا ہے، اس (اترانے) پر عبادت کو ضائع کر دیتا ہے اور اسے تلف و برباد کر دیتا ہے تو یہاں اسے قدح کی گھاٹی پیش آتی ہے، اب وہ اخلاص اور احسان وغیرہ کو یاد کرنے کا حاجت مند ہوتا ہے، تاکہ اس کا اچھا عمل سلامت رہے، پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم، اس کے احسان عصمت، اس کی تائید و نصرت، کوشش، احتیاط اور بیداری کے ساتھ اس گھاٹی کو طے کرنا شروع کر دیتا ہے۔

اور جب ان تمام چیزوں سے فارغ ہو جاتا ہے، تو اسے مناسب اور لائق حق عبادت حاصل ہو جاتی ہے، اور وہ (عبادت) ہر آفت سے سلامت رہتی ہے، وہ غور و فکر کرتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اس کی ان کثیر بخششوں کے سمندروں میں غوطہ زن ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام فرمائی ہیں، یعنی توفیق و عصمت کی امداد، اور قسم قسم کی تائید و حمایت اور حفاظت تو وہ اس کی وجہ سے شکر سے غافل ہونے کا خوف کرتا ہے (یہاں تک کہ) وہ ناشکری میں پڑ جاتا ہے تب اس بلند مرتبہ سے گر جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کا ہے، اس کے بعد وہ عمدہ نعمتیں ختم ہو جاتی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ تعالیٰ کی قسم قسم کی مہربانی اس کی حسن تائید اور اس کی طرف نظر رحمت، تو یہاں اسے حمد و شکر کی گھاٹی پیش آتی ہے، تو وہ اس گھاٹی کو اللہ تعالیٰ کی کثیر نعمتوں پر حمد و شکر کی کثرت کے ذریعہ ممکن حد تک طے کرنے کی کوشش کرتا ہے جب وہ اس گھاٹی کو طے کر کے فارغ ہوتا ہے ٹھہر جاتا ہے پھر وہ غور و فکر کرتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ اپنے مقصود میں (لگا ہوا) ہے اور اس کی مراد اس کے سامنے ہے، وہ تھوڑی دور ہی چلتا ہے

یہاں تک کہ وہ مہربانی کی نرم زمین شوق واشتیاق کے جنگل اور محبت کے آنگوں میں پہنچ جاتا ہے
۔

من ....ثم يقع فى رياض الرضوان ...ص٥.....إلى .... والتسديد بمنه،ولا حول ولا قوة إلا بالله العلى العظيم.

حل لغات: رِيَاضٌ: باغیچہ،واحد رَوْضَةٌ۔بَسَاتِيْنُ:گلستاں،واحد بُسْتَانٌ۔ خِلَعٌ:عطیات،نوازشیں،وہ جوڑے جو بادشاہ وغیرہ دیں۔واحد خِلَعٌ۔اَلْبَرِيْدُ: ڈاکیہ، قاصد ،ڈاکخانہ جمع بُرُدٌ۔يَسْتَقْذِرُ:(اِسْتِقْذَارًا)گھن کرنا،گندہ سمجھنا۔اَلْمَلَاءُ الاعْلىٰ:عالم بالا۔ رُسُلٌ:قاصد،واحد رَسُوْلٌ۔يَالَهَا:یا حرف ندا ہے،لام برائے تعجب ہے۔ دَوْلَةٌ: حکومت ،جمع دُوَلٌ۔مَغْبُوْطٌ:قابل رشک۔طُوْبىٰ:خوش خبری۔مَآبٌ: ٹھکانہ ۔جَسِيْمٌ: بھاری بھر کم،زبردست۔نَصِيْبٌ:حصہ،جمع اَنْصِبَةٌ۔نَتَتَبَّعُ:(تَتَبُّعًا) تلاش کرنا، ڈھونڈنا ۔ اَلنُّكَتُ:باریک باتیں جن میں دقت نظر کی ضرورت پڑے،واحد نُكْتَةٌ۔

ترجمہ: پھر وہ خوشنودی کے باغوں اورانسانوں کے گلستاں میں داخل ہوتا ہے ،روحانی فرحتوں،تقریب مرتبہ،مجلسِ مناجات،بخشش اور جوڑے ملنے تک رسائی ہوجاتی ہے ،تووہ ان حالات میں عیش وعشرت میں رہتا ہے،اور خوشی والے حالات میں اپنے بقیہ دن اوربقیہ عمر گزارتا ہے،بدن کے اعتبار سے دنیامیں (آرام پاتا ہے)اوردل کے اعتبار سے آخرت میں (آرام پاتا ہے) تووہ دن بدن ،لحہ بلمحہ ڈاکیہ (قاصد خدا) کا انتظار کرتا ہے،دنیا کو گندہ سمجھتا ہے،یہاں تک کہ وہ تمام مخلوق سے اکتاجاتا ہے اور موت کا مشتاق ہوتا ہے۔

اور(بندہ) عالم بالا کی رسائی کے شوق مکمل کرتا ہے،چنانچہ اللہ تعالی کے قاصد اچانک اس کے پاس راضی رہنے والے خدا کی جانب سے خوشخبری اور خوشنودی لے کرآناشروع کردیتے ہیں تووہ اس پاک روح کو،مکمل بشارت اور اُنس و پیار میں اس فتنہ پرور دنیاسے جنت کے باغات خدا کی بارگاہ کی طرف لے کر جاتے ہیں،تووہ (مومن بندہ)اپنی حقیر وناتواں جان کے لیے دائمی نعمت اور بڑا ملک پاتا ہے ،وہاں فضل وکرم کرنے والا مہربان اس کا مالک (اللہ

تعالی) اس سے ملاقات کرتا ہے (یعنی مرحبا کہتا ہے)۔اس کا ذکر بلند ہو یعنی اس پر مہربانی کا انعام واکرام کرتا ہے مرحبا کہتا ہے اور قریب کرتا ہے (وہ مومن بندہ انعامات پاتا ہے) اور وہ ایسے انعام کرتا ہے جس کو بیان کرنے سے بیان کرنے والے عاجز ہیں، صفت بیان کرنے والے جس کی صفت بیان نہیں کرسکتے، تووہ ہمیشہ ہمیشہ ہر دن نعمتوں کی زیادتی میں رہے گا تو ایسے مومن کے لیے کیا ہی بڑی سعادت ہوتی ہے اور کیا ہی بڑی حکومت ملتی ہے، اور کیا ہی نیک بندہ ہوجاتا ہے، قابل رشک اور قابل تعریف انسان ہوجاتا ہے تو اس کو خوشخبری ہو کہ اس کا ٹھکانا اچھا ہے۔

ہم اللہ تعالی کی بارگاہ میں سوال کرتے ہیں کہ وہ ہم پر اور تم پر اس عظیم اور زبردست نعمت کے ذریعہ احسان فرمائے، اور اللہ تعالی پر یہ (کرنا) مشکل نہیں ہے، اور ہم اللہ تعالی سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان لوگوں میں سے نہ کرے جن کے لیے اس (احسان عظیم) سے صرف سننے اور بے فائدہ علم اور آرزو کے علاوہ کوئی حصہ نہیں ہے، اور ہم یہ بھی سوال کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ہمارا علم ہم پر حجت نہ بنے، اور سوال کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے، اپنی مرضی اور پسند کے مطابق اس میں استقامت عطا کرے، وہی سب سے بہتر رحم وکرم کرنے والا ہے، اور درود وسلام ہو ہمارے آقا محمد ﷺ پر اور آپ کی معزز ومکرم آل پر۔

تو یہ ہے اس کتاب کی ترتیب جو میرے مولیٰ نے عبادت کے سلسلے میں مجھے الہام فرمائی، اب تو جان لے کہ کل سات گھاٹیاں ہوتی ہیں (۱) پہلی: علم کی گھاٹی۔ (۲) دوسری: توبہ کی گھاٹی۔ (۳) تیسری: رکاوٹوں کی گھاٹی۔ (۴) چوتھی: عوارض کی گھاٹی۔ (۵) پانچویں: ابھارنے والی گھاٹی۔ (۶) چھٹی: قوادح کی گھاٹی۔ (یعنی عبادت میں خرابی پیدا کرنے والی گھاٹی) (۷) ساتویں: حمد وشکر کی گھاٹی، اور انھیں سات سے کتاب منہاج العابدین مکمل ہوجاتی ہے۔ اور ہم ان گھاٹیوں کی مختصر لفظوں میں اس طرح شرح کرتے ہیں جو اس کے ضروری نکتوں پر مشتمل ہوگی ان میں سے ہر ایک گھاٹی کی شرح علاحدہ علاحدہ باب میں کریں گے ان شاءاللہ

تعالیٰ، اللہ سبحانہ تعالیٰ مجھے توفیق دینے والا ہے اور اس کے احسان سے درستگی باقی رہتی ہے۔ نہیں ہے کوئی طاقت وقوت سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

پہلی گھاٹی

علم کی گھاٹی ہے۔

من .... فأقول بالله التوفيق، ياطالب الخلاص والعبادة .... ص ٦.

...إلى.... العلم إمام العمل، والعمل تابعه.

حل لغات: خَلَاصٌ: نجات۔ قُطْبٌ، مَدَارٌ: مرکز و محور، جمع اَقْطَابٌ۔ تَأَمُّلٌ: غور وفکر کرنا۔ يَتْعَبُ (س) تھکنا، محنت کرنا۔ قَوْلُهٗ جَلَّ مِنْ قَائِلٍ: قولُ مضاف، ضمیر ذوالحال، جلّ، فعل، اس میں ھو ضمیر مستتر ممیز، من بیانیہ، قائل بیان و تمیز، ممیز اپنی تمیز سے مل کر جل کا فاعل، جل فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر خبر احد ھما کی۔ هَبَاءً مَنْثُوْرًا: فضا میں پھیلے ہوئے گرد کے باریک ذرات، جمع اَهْبِيَةٌ وَاَهْبَاءُ۔ حَظٌّ: حصہ، قسمت، جمع حُظُوْظٌ۔

ترجمہ: تو میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں اے نجات اور عبادت کی آرزو کرنے والے تم پر سب سے پہلے علم حاصل کرنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ تمھیں توفیق عطا فرمائے، کیوں کہ یہ مرکز و محور ہے اور اس پر (عبادت کا) دار و مدار ہے۔

جان لو کہ علم اور عبادت یہ دو جوہر ہیں ان دونوں کے سبب وہ تمام چیزیں ہیں جنھیں تم دیکھتے اور سنتے ہو، یعنی مصنفین کی تصنیف، معلمین کی تعلیم، واعظوں کے وعظ اور مفکرین کے نظریات بلکہ ان ہی دونوں (علم و عبادت) کے سبب تمام آسمانی کتابیں اتاری گئیں اور تمام رسولوں کو بھیجا گیا، ان ہی دونوں کے سبب تمام آسمانوں و زمین اور جو کچھ مخلوق ان میں ہے سب کو پیدا کیا گیا، تم اللہ تعالیٰ کی کتاب کی دو آیتوں میں غور وفکر کرو۔

(ا) ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ

شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ وَ اَنَّ اللّٰہَ قَدۡ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عِلۡمًا﴾(پ ۲۸، الطلاق:۱۲) "اللہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہیں کے برابر زمینیں حکم ان کے درمیان اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے"۔ تو یہ آیت کریمہ علم کی قدر و منزلت کے لیے دلیل کے طور پر کافی ہے خاص کر علم توحید کے لیے۔

(۲)اور دوسری آیت کریمہ اللہ تعالی کا یہ ارشاد: ﴿وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَ الۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ﴾(پ ۲۷، الذٰریٰت:۵۶) "اور میں نے جن اور آدمی اپنے ہی لیے بنائے کہ میری بندگی کریں" یہ آیت کریمہ عبادت کی قدر و منزلت اور عبادت کو بجالانے کے لزوم کو بتانے کے لیے کافی ہے تو ان دونوں (علم و عبادت) کو سب سے عظمت والی چیز تصور کرو یہ دونوں خلق دارین (یعنی کائنات کو عبادت کے لیے ہی پیدا کیا گیا ہے) کے مقصود ہیں تو بندہ کے لائق یہ ہے کہ وہ ان ہی دونوں میں مشغول ہو اور ان ہی دونوں کے لیے مشقت اٹھائے اور ان ہی دونوں میں غور و فکر کرے، تم جان لو کہ ان دونوں کے علاوہ (دنیا میں) جو چیزیں ہیں وہ باطل ہیں ان میں کوئی بھلائی نہیں اور وہ لغو ہیں جن سے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے۔

اور جب تم نے یہ جان لیا تو یہ بھی جان لو کہ علم ان دونوں جوہروں میں سب سے افضل و اعلی ہے، اس لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسی میرے فضیلت امت کے ادنی آدمی پر"۔

نبی کریم ﷺ نے مزید فرمایا: کہ عالم کی طرف ایک نظر دیکھنا میرے نزدیک ایک سال کی عبادت (نفلی عبادت) یعنی ایک سال روزہ رکھنے اور ایک سال قیام کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے"

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں جنت والوں میں سب سے بلند مرتبہ آدمی نہ بتا دوں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ! تو آپ نے فرمایا: وہ میری امت کے علما ہیں۔

توتم پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ علم عبادت سے افضل واعلی جوہر ہے، لیکن بندہ کے لیے علم کے ساتھ عبادت بھی ضروری ہے، ورنہ (وہ عبادت نہ کرے) تو اس کا علم بکھرے ہوئے غبار کے مانند ہے، کیوں کہ علم درخت کی طرح ہے اور عبادت اس کے پھل کی مانند تو شرف و بزرگی درخت کے لیے ہے کیوں کہ وہ اصل ہے، لیکن فائدہ اس کے پھل سے حاصل ہوتا ہے، تو اس وقت بندے کے لیے عبادت ضروری ہے تاکہ وہ علم کے شرف کو محفوظ رکھ سکے، اس کے لیے دونوں چیزوں یعنی علم و عبادت میں سے ایک کا حصہ ضروری ہے، اسی لیے حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس علم کو "اس طرح حاصل کرو کہ عبادت کو نقصان نہ دے اور اس عبادت کو اس طرح ادا کرو کہ علم کو نقصان نہ ہو"

اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ بندہ کو (علم و عبادت) یہ دونوں ضروری ہیں، تو علم کو یقینی طور پر مقدم کرنا اولی ہے، اس لیے کہ وہ اصل اور دلیل ہے، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "علم عمل کا امام ہے اور عمل اس کے تابع ہے"۔

من.....وإنما صار العلم أصلا متبوعا ...ص ٦، ٧ ..إلى .. . وتقاربهما فى بعض الوجوه.

حل لغات: وِفَاقٌ: اتحاد، مطابق۔ اَلتَّفْوِیْضُ: سپرد کرنا۔ اَضْدَادٌ: مخالف، خلاف، واحد ضِدٌّ۔ اَلسَّخْطُ (س) ناراضگی، ناگواری، غصہ۔ اَمَلٌ: امید، جمع آمَالٌ۔ کِبْرٌ: تکبر۔ مَشْغُوْفًا (س) فریفتہ ہونا، دلدادہ ہونا۔ مُنْکَرٌ: ناپسندیدہ چیز، خلاف رضائے الٰہی قول ہو یا فعل اور اس کا ضد مَعْرُوْفٌ ہے۔ اَھْمَلَ: بے توجہی کرنا، لاپرواہی کرنا۔ مِصْیَدَۃٌ: جال۔ حُطَامٌ: دنیاوی سازوسامان، گھٹیا چیز۔ مُسْتَرْشِدٌ: طالب رشد و ہدایت۔

ترجمہ: اور بلاشبہ علم متبوع ہو گیا تو تم پر علم کو عبادت پر دو چیزوں کی وجہ مقدم کرنا ضروری ہو گیا۔

پہلی وجہ: یہ ہے کہ تم عبادت کرو اور (تمام برائیوں، عبادت کی خامیوں اور خرابیوں سے) محفوظ رہ سکو، کیوں کہ سب سے پہلے تم پر اپنے معبود کو پہچاننا ضروری ہے، پھر اس

کی عبادت کرنا ضروری ہے، اور تم اس کی عبادت کیسے کر سکتے ہو جس کے اسماء اور صفات ذاتیہ کو تم نہیں جانتے اور یہ نہیں جانتے کہ اس کے لیے کیا چیز ضروری ہے اور اس کی تعریف میں کیا (بات کہنا) محال ہے، بسا اوقات تم اس کی ذات اور صفات کے بارے میں ایسی چیز کا اعتقاد رکھتے ہو "اللہ کی پناہ! جو (اعتقاد) حق کے مخالف ہوتا ہے، اس لیے تمھاری عبادت بکھرے ہوئے ریت کی طرح ہو جاتی ہے، اور اس بڑے خطرہ کی پوری توضیح " کتاب احیاء العلوم" میں کتاب الخوف کے باب میں سوئے خاتمہ کے بیان میں کر دی ہے۔

پھر تم پر ضروری ہے کہ ان تمام لازمی واجبات شرعیہ کو جان لو جن کا تمھیں حکم دیا گیا ہے، تاکہ تم ان کو (صحیح طریقے پر) ادا کر سکو، اور ان چیزوں کو جاننا ضروری ہے جن ممنوعات (شرعیہ) کا ترک کرنا ضروری ہے، تاکہ تم ان کو چھوڑ دو ورنہ تم اطاعت (عبادت) کیسے کرو گے جس کے بارے میں تم نہیں جانتے کہ وہ کیا ہے اور کیسی ہے؟ اور کس طرح کرنا ضروری ہے؟ اور اس بات کو جاننا بھی ضروری ہے کہ تم گناہ سے کیسے بچ سکتے ہو جن کے بارے میں تمھیں معلوم نہیں کہ وہ گناہ ہے، جب تک تم اپنے نفس کو اس میں مبتلا نہ کر دو تو عبادت شرعیہ جیسے طہارت، نماز، اور روزہ وغیرہ کے احکام و شرائط کو جاننا ضروری ہے تاکہ تم ان کو قائم کر سکو، اور بسا اوقات تم سالہا سال ایک زمانے تک ایسی چیز پر اڑے رہتے ہو (ہیشگی برتتے ہو) جو تمھاری پاکی اور نماز کو فاسد کر دیتی ہے، یا ان دونوں کو سنت کے مطابق ہونے سے خارج کر دیتی ہے، اور تمھیں اس کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے، اور بسا اوقات تمھیں کوئی مشکل بات پیش آتی ہے تو تم اس شخص کو نہیں پاتے ہو جس سے اس کے متعلق سوال کر سکو اور نہ تمھیں اس بات کا علم ہوتا ہے۔

پھر اس (ظاہری) حالت کا مدار بھی ان باطنی عبادتوں پر ہے جو دل سے تعلق رکھتی ہیں جن کا جاننا ضروری ہے، جیسے توکل (یعنی اللہ پر بھروسہ کرنا) تفویض (یعنی اپنے معاملہ کو خدا کو سپرد کر دینا)، رضا، صبر، توبہ، اخلاص، اور ان کے علاوہ ہیں جن کا ذکر عنقریب آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور ان منہیات وممنوعات کا جاننا بھی ضروری ہے جو ان امور (توکل ،صبر رضاوغیرہ)کی ضد ہیں ،جیسے غصہ ،امید،ریا،تکبر اور خود پسندی ،تاکہ تم ان سے بچوتو یہ ایسے فرائض ہیں جن کے کرنے اور ان کی ضد سے رکنے پر اللہ تعالی کی کتاب میں اور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے نص وارد ہوئی ہے،جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:﴿وَعَلَى اللهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾(پ ٦،المائدۃ:٢٣) "اوراللہ ہی پر بھروسہ رکھواگر تمہیں ایمان ہے"﴿وَاشْكُرُوْا لِلهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ (پ ٢،البقرۃ:١٧٢) "اور اللہ کا احسان مانواگر تم اسی کو پوجتے ہو"﴿وَ اصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللهِ﴾(پ ١٤، النحل:١٢٧)"اور اے محبوب صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے"﴿وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا﴾(پ ٢٩،المزمل:٨) اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہور ہو،اور اس جیسی بہت سی آیات ہیں،جیسا کہ نماز اور روزہ کے حکم پر نص وارد ہوئی ہے،تو تم پر ضروری ہے کہ روزہ اور نماز کی جانب متوجہ ہو حالانکہ تم نے ان فرائض کو ترک کر دیا ہے اور ان دونوں کے بارے میں قرآن پاک میں اللہ تعالی کی طرف سے حکم ہے،(تو تم نے ان کو ادا نہیں کیا)بلکہ تم ان سے غافل ہوگئے،جب تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے،تو تم اس شخص کی طرح ہوگیے جو اپنے جلد پانے والے حصہ پر فریفتہ ہو،(یعنی جو اپنے مقصد کو جلد ہی حاصل کرنا چاہتا ہے)یہاں تک کہ اس نے بھلائی کو برائی اور برائی کو بھلائی بنا دیا اور ان علوم سے بے توجہی کی جنہیں اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں نور،حکمت اور ہدایت سے موسوم کیا ہے،اور اس کی جانب متوجہ ہو گیا ہے جس کے ذریعے حرام کمائے،اور دنیاوی سامان کے لیے جال لگائے،اے طالب رشدوہدایت!کیا تو نہیں ڈرتا ہے کہ تو ان واجبات میں سے کسی کو ضائع کرنے والا ہے اور نفل نماز و روزہ میں مشغول نہیں ہے تو پھر تو کسی چیز میں نہیں ہے(یعنی جب تک فرائض اور واجبات کو ادا نہ کیا جائے تو نفل قبول نہیں ہوتے ہیں لہذا تجھے فرائض کو چھوڑ کر نفل پڑھنا کوئی فائدہ نہیں دے گا)۔

اور بسا اوقات تم ان معاصی میں سے اس معصیت پر اڑے رہتے ہو جس کی وجہ سے تم پر جہنم واجب ہو جاتا ہے اور تم مباح چیزیں یعنی کھانا، پینا اور سونا چھوڑ دیتے ہو اور اس کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو (تب بھی) تم کسی چیز (عمل خیر) میں نہیں ہو۔

اور ان تمام میں سخت بات یہ ہے کہ تم امید کی قید میں رہتے ہو اور امید خالص گناہ ہے دونوں (دنیوی امید، اور نیت خیر) کے قریب ہونے کی وجہ سے جہالت کی خاطر فرق نہیں کرپاتے ہو۔

من....وكذالك تكون في جزع وسخط...ص۷....إلى ...فيلزم إذن تقديمه فی شأن العبادة.

حل لغات: جَزْعٌ: آہ وفغاں فَظِيْعَةٌ (ک) بہت برا ہونا، قبیح اور قابل نفرت ہونا ۔عَلَائِقُ: تعلقات، روابط، واحد عَلَاقَةٌ ۔اِلإحْتِرَاسُ: بچنا، محفوظ رہنا۔ شَقَا: بدبختی، نحوست۔ كَدٌّ: مشقت۔ شَقْوَةٌ: بدحالی، ناکامی، بدبختی۔ يَشْقِي: (س) محنت ومشقت میں پڑنا، تکلیف اٹھانا۔ خَبْطٌ: (ض) بے راہ چلنا۔ عَشْوَاءُ: وہ اونٹنی جسے سامنے نظر نہ آتا ہو، کہا جاتا ہے، فُلَانٌ يَخْبِطُ عَشْوَاءُ: وہ بے بصیرت اور بے سوچے سمجھے کام کرتا ہے، بے فائدہ مشقت اٹھاتا ہے اور منزل مقصود تک نہیں پہنچے گا جیسے وہ اونٹنی بے راہ چل کر مشقت اٹھاتی ہے اور تھکتی ہے، اپنی منزل پر نہیں پہنچتی ہے۔ عَنَاء: تکلیف، تھکان۔ اَفْنَانُ النَّاسِ: مختلف قسم کے لوگ۔ مَلَاكٌ: اصل وروح، مدار وسہارا۔

ترجمہ: اور اسی طرح تم آہ وفغاں اور نافرمانی میں رہتے ہو، گریہ وزاری اور گڑگڑانے کو اللہ سے قرب حاصل کا ذریعہ سمجھتے ہو، تم محض دکھاوے میں ہوتے ہو (یعنی لوگوں کو دکھانے کے لیے دعوت وتبلیغ کرتے ہو حالانکہ تمھارا دل اس بات کو نہیں چاہتا ہے) اور اسے اللہ تعالی کے لیے حمد اور لوگوں کو بھلائی کی طرف دعوت دینا سمجھتے ہو، پھر تم ان گناہوں کو اللہ تعالی کے لیے عبادت شمار کرتے ہو، اور سختیوں کی جگہوں میں زیادہ ثواب کی امید رکھتے ہو، توتم

بڑے دھوکے اور بری غفلت میں ہو، اللہ کی قسم! یہ (باتیں) بے علم عامل حضرات کے لیے بہت بری مصیبت ہیں۔

پھر ان تمام کے باوجود ظاہری اعمال کو باطنی اعمال سے کچھ تعلق اور لگاؤ ہوتا، جو انھیں (ظاہری اعمال کو) درست کرتے ہیں اور (باطنی اعمال ظاہری اعمال کو) برباد کرتے ہیں، جیسے اخلاص، ریا خود پسندی اور احسان جتلانا وغیرہ تو جو شخص ان باطنی اعمال کو نہ جانے اور ظاہری عبادات اور اس کے اثر انداز ہونے کی صورتوں اور اس سے بچنے کی کیفیت اور اس سے عمل کی حفاظت کا طریقہ نہ جانے تو بہت کم اس کی ظاہری عبادات اور عمل محفوظ رہتا ہے اور اس کی ظاہری اور باطنی عبادت بھی فوت ہو جاتی ہے، اور اس کے ہاتھوں میں سوائے بدبختی اور مشقت کے کچھ باقی نہیں رہتا ہے، اور یہ کھلا ہوا نقصان ہے، اور اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "عالم کا سونا جاہل کی نماز سے بہتر ہے" اس لیے کہ بغیر علم کا عامل اکثر ان چیزوں کو خراب کر دیتا ہے جن کی وہ اصلاح کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے عالم کی صفت کے بارے میں ارشاد فرمایا: "کہ علم نیک بختوں کو عطا کیا جاتا ہے اور بدبختوں کو اس سے محفوظ رکھا جاتا ہے" اور علم اللہ ہی کے پاس ہے، اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اس بدبختی کے دو حصوں میں سے ایک حصہ یہ ہے کہ وہ علم نہ سیکھے پھر وہ تکلیف اٹھاتا ہے، اور بغیر بصیرت کے عبادت میں مشقت اٹھاتا ہے تو اس کے لیے صرف اس عبادت میں مشقت ہی ہوگی، ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں ایسے علم سے جو نفع نہ دے اور ایسے عمل سے جو مقبول نہ ہو، اور اسی لیے زاہد عمل کرنے والے علمائے کرام کی توجہ لوگوں کے درمیان رہ کر علم کے ساتھ زیادہ ہوئی، کیونکہ عبودیت کا دارو مدار اور عبادت کی اصل یعنی اللہ تعالی کی اطاعت علم ہی پر موقوف ہے، اور ایسے ہی بصیرت و تائید و توفیق والوں کی نظر ہوتی ہے۔

جب ان تمام کے ذریعہ تمھارے سامنے یہ ظاہر ہو گیا کہ بندہ کی عبادت علم ہی کے ذریعہ درست اور ٹھیک رہتی ہے، تو اب علم کو مقدم کرنا ضروری ہے۔

من....وأماالخصلة الثانية التی توجب تقديم العلم .. ص ٨،٧ ....إلی ......فی كتبهم التی صنفوها فی أصول الديانات.

حل لغات: مَهَابَةٌ:هَابَ مَهَابَةً وَهَيْبَةً کسی سے ڈرنا،خوف کھانا ۔ مَسَاعِي :کوششیں،اعمال،تصرفات،واحد سَعیٌ ۔دَلَالَاتٌ:علامتیں،نشانات،واحد دَلَالَةٌ۔ اَلْقِدَمُ:قدامت،پرامن،وَرَدَ عَلیٰ :(ض)آنا،صادر ہونا۔

ترجمہ: دوسری وجہ: جو علم کی تقدیم کو واجب کرتی ہے وہ علم نافع ہے جو اللہ تعالی کی خشیت اور اس کا خوف پیدا کرتا ہے،اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:﴿ اِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾(پ ۲۲،فاطر:۲۸) "اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں "اور اس کا سبب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالی کو کما حقہ نہیں پہچانے گا وہ اس سے کما حقہ نہیں ڈرے گا،اس کی تعظیم نہیں کرے گا،جیسا کہ اس کی تعظیم اور عزت کا حق ہے،تو وہ علم کے ذریعہ اسے پہچانتا ہے،اس کی تعظیم کرتا ہے اور اس سے ڈرتا ہے،تو علم تمام عبادتوں کا پھل عطا کرتا ہے اور اللہ تعالی کی توفیق سے تمام گناہوں سے روکتا ہے۔

اور ان امور (ایک اللہ تعالی کی معرفت اور اس کا خوف) کے علاوہ بندہ کے لیے اللہ تعالی کی عبادت کا کوئی مقصد نہیں ہے،تو تم پر ہر چیز سے پہلے علم حاصل کرنا ضروری ہے،اللہ تعالی تجھے توفیق دے اے آخرت کے راستہ پر چلنے والے،اللہ تعالی اپنے فضل و رحمت سے توفیق کا مالک ہے۔

سوال: صاحب شریعت ﷺ کی حدیث شریف میں وارد ہے کہ انھوں نے فرمایا:"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے ،تو وہ کونسا علم ہے جس کو حاصل کرنا فرض اور ضروری ہے،اور بندہ پر عبادت کے سلسلہ میں جس کا حاصل کرنا ضروری ہے اس علم کی مقدار کیا ہے؟

جواب: وہ علوم جن کا طلب کرنا فی الجملہ ضروری ہے وہ تین ہیں (۱)علم توحید (۲) علم سر:یعنی جس کا تعلق دل اور اس کے متعلقات سے ہے۔(۳)علم شریعت۔

(علم کی وہ مقدار جن کا سیکھنا ہر ایک میں سے ضروری ہے) اور وہ جس کا فرض ہونا متعیّن ہے، علم توحید میں وہ مقدار (علم مراد) ہے جس کے ذریعہ تم اصول دین کو پہچان لو اور وہ (اصول دین) یہ ہیں کہ تمھارا ایک معبود ہے، جو عالم ہے، قادر ہے، زندہ ہے، ارادہ کرنے والا ہے، متکلّم ہے، سننے اور دیکھنے والا ہے، ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ صفات کمال سے متّصف ہے، نقائص وزوال اور حدوث کی علامتوں سے منزہ اور پاک ہے وہ ہر حدث (نئی پیدا ہونے والی چیز) سے منفرد اور قدیم ہے، اور یہ بھی جان لے کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس چیز میں سچے ہیں جو اللہ تعالی کی جانب سے وہ لے کر آئے اور اس چیز میں بھی سچے ہیں جو آپ کی زبان مبارک پر آخرت کے معاملات کے متعلق صادر ہوا، (اگر تم یہ علم نہیں سیکھوگے) ورنہ تم اللہ تعالی کی جانب سے بڑے خطرے میں پڑ جاؤ گے۔

پھر سنت کے مسائل کی معرفت تیرے لیے ضروری ہے۔ اللہ کے دین میں بدعت پیدا کرنے سے بچ، جسے نہ کوئی کتاب لائی اور نہ کوئی حدیث، کہیں تو اللہ کے ساتھ بڑے خطرے میں مبتلا نہ ہو جائے۔

توحید باری تعالی کے تمام دلائل کی اصل اللہ تعالی کی کتاب میں موجود ہے، ہمارے مشائخ نے انھیں اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے جو انھوں نے اصول ادیان میں تصنیف کی ہیں۔

من.... وعلى الجملة كل مالا تأمن الهلاك ... ص ٨ . . . إلى . . . . . والنكاح والطلاق والجنايات ، إنما كل ذلك فرض على الكفاية.

حل لغات: يَسُوْغُ: (ن) جائز ہونا، مباح ہونا۔ مَوَاجِبُ وَمَبَاهِيْ: اوامر و نواہی، واحد مَوْجَبٌ وَمَنْهِيٌّ۔ مِلَلٌ: مذاہب، ادیان، واحد مِلَّةٌ۔ اِلْبِدْعُ: بدعتیں، واحد بِدْعَةٌ۔ دَقَائِقُ: نازک اور مشکل امور، باریک اور گہرے مسائل۔ اِرْتدیٰ (اِرْتِدَاءً) چادر اوڑھنا۔ يَتَغَمَّدُ: ڈھانپنا۔ قُطْرٌ: ملک، صوبہ، علاقہ، جمع اَقْطَارٌ۔ عَجَائِبُ: قابل حیرت، تعجب خیز، انوکھی چیزیں، واحد عَجِيْبَةٌ۔ جِنَايَاتٌ: قصور، خطائیں، جرم، بدعنوانیاں، واحد جِنَايَةٌ۔

ترجمہ: حاصل کلام: یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کو نہ جاننے کی وجہ سے تم ہلاکت سے مامون نہ ہو تو اس چیز کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور اس کا چھوڑنا تمھارے لیے جائز نہیں ہے، تو اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو اور اللہ ہی سے توفیق کی امید ہے۔

وہ مقدار جس کا فرض ہونا (سیکھنے کے لیے) علم سر سے متعیّن ہے وہ اللہ تعالی کے واجبات اور منہیات کی معرفت ہے یہاں تک کہ تمھیں اللہ تعالی کی تعظیم (کا طریقہ) حاصل ہو جائے، اس کے اخلاص مند ہو جاؤ، اس کے بارے میں حسن نیت رکھ سکو، عمل کی (برائیوں سے) حفاظت کر سکو، اگر اللہ نے چاہا تو اس کے تعلق سے عام باتیں ہماری کتاب میں آئیں گی۔

اور وہ (علم کی) مقدار جس کا فرض ہونا علم شریعت سے متعیّن ہے، ہر وہ فعل جس کا فرض ہونا تم پر متعیّن کیا گیا ہے اس کی معرفت تم پر ضروری ہے تاکہ تم اسے ادا کر سکو، جیسے طہارت، نماز، روزہ اور رہا حج، جہاد اور زکوۃ تو اگر اس کا فرض ہونا تم پر متعیّن ہو گیا ہے تو تم پر اس کا علم جاننا بھی ضروری ہے تاکہ تم ادا کرو ورنہ نہیں۔

تو یہ علم کی وہ حد ہے جس کی تحصیل بندے کے لیے قطعی طور پر لازم ہوتی ہے، اور جس کی فرضیت عائد ہوتی ہے، کیوں کہ اس سے تجھے چھٹکارا نہیں۔

سوال: کیا میرے لیے اتنا علم توحید سیکھنا فرض ہے جس کے ذریعے میں تمام مذاہب باطلہ کو ختم کر دوں، ان پر اسلام کی حجت کو لازم کر دوں، اس کے ذریعے تمام بدعتوں کو نیست و نابود کر دوں اور ان کے خلاف سنت کی دلیل قائم کر دوں؟

جواب: جان لو کہ یہ (تفصیلی علم سیکھنا) فرض کفایہ ہے، (یعنی تمام لوگوں پر ضروری نہیں ہے) اور تم پر اتنے علم کی معرفت عائد ہوتی ہے جس کے ذریعے تم اصول دین میں اپنے عقائد کو درست کر سکو، اس کے علاوہ (علم حاصل کرنا) فرض نہیں ہے، اور اسی طرح تم پر علم توحید کے فرعی اور باریک مسائل کا جاننا اور تمام مسائل کا حاصل کرنا بھی ضروری نہیں ہے۔

ہاں: اگر اصول دین کے بارے میں تمھیں کوئی شبہ ہو اور تمھیں اپنے عقیدہ کے بارے میں اندیشہ ہو، تو تم پر حتی الامکان اطمینان بخش کلام کے ذریعہ اس شبہ کو دور کرنا ضروری

ہے۔اور تم بحث و مباحثہ، جنگ و جدال سے بچو اس لیے کہ یہ ایسی مہلک بیماری ہے جس کی کوئی دوا نہیں، تو اس سے اپنی کوشش کے مطابق بچو کیوں کہ جو شخص اس (جھگڑے وغیرہ) سے نہیں بچتا ہے تو وہ کامیاب نہیں ہوتا ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے رحم وکرم سے ڈھانپ لے۔

پھر جان لو کہ جب ہر علاقہ میں اہل سنت کے مبلغین موجود ہیں جو شبہ کو دور کر رہے ہیں، اور اہل باطل کا رد کر رہے ہیں، اس علم میں وہ ٹھوس ہیں اور بدعتوں کے وسوسہ سے اہل حق کے دلوں کو صاف کر رہے ہیں تو ان کے علاوہ باقی لوگوں سے (کثیر مقدار میں علم سیکھنے کا) فرض ساقط ہو گیا۔

اور اسی طرح تم پر علم سر کی باریکیوں کا جاننا ضروری نہیں، نیز دل کی تمام قابل حیرت باتوں کی شرح کرنا بھی ضروری نہیں، مگر (صرف اتنی مقدار میں شرح کرنا ضروری ہے) جو تم پر تمھاری عبادت کو فاسد کر دے، تو اس کی معرفت تم پر ضروری ہے تا کہ تم اس سے بچو۔

وہ چیزیں جن کی ادائیگی تم پر لازم ہے جیسے اخلاص، حمد، شکر، توکل اور اس کے مثل تو ان کی معرفت بھی تم پر ضروری ہے تا کہ تم ان کو ادا کر سکو اور رہی وہ چیزیں جو ان کے علاوہ ہیں تو ان کی معرفت ضروری نہیں ہے۔

اور اس طرح تم پر فقہ کے تمام ابواب کی معرفت ضروری نہیں ہے، جیسے بیع، اجارہ ، نکاح، طلاق، جنایات، یہ سب (چیزوں کا علم حاصل کرنا) تو فرض کفایہ ہے۔

من....فإن قلت هذاالقدر....ص ٩....إلى .... ليصرف به وجوه الناس إليه أدخله الله النار.

حل لغات: فَاتِحٌ: فَتَحَ عَلَيْهِ: بھولے ہوئے کی رہنمائی کرنا، کسی کے لیے خیر کی راہیں ہموار کرنا، قاری کو لقمہ دینا، بھولی ہوئی یا غلط پڑھی ہوئی چیز کو صحیح پڑھ کر بتانا۔ اَرْوَحُ: زیادہ راحت بخش، زیادہ فائدہ مند۔ كُؤُوْدٌ: دشوار گزار، سخت رکاوٹ والی۔ زَلَّ: (ن، ض) پیر پھسل کر گرنا۔ تَائِهٌ: (ض) بھٹکنا، سرکشتہ ہونا۔ حَسِيْرٌ: (س) حسرت کرنا، افسوس کرنا ۔ يُبَاهِي : (مُبَاهَاةً) فخر و تکبر کرنا۔ اَلنُّظَرَاءُ: ہم رتبہ وہم عصر لوگ ،مشابہ مماثل، واحد نَظِيْرٌ ۔

يَتَصَيَّدُ:(تَصُيُّدًا)شکار کی کوشش کرنا۔ بَائِرَۃٌ:(ن)ہلاک ہونا، بے نفع ہونا۔ صَفْقَةٌ: لین دین، سودا۔

ترجمہ:: **سوال:** کیا علم توحید کی یہ مقدار بغیر استاد کے (سیکھے) انسان کو غور وفکر کرنے سے حاصل ہو جاتی ہے؟

جواب: تم جان لو کہ استاد وضاحت کرنے والا، سکھانے والا اور آسان کرنے والا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ رہ کر (علم توحید) حاصل کرنا زیادہ آسان اور زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے، اللہ تعالی اپنے فضل سے اپنے جس بندہ پر چاہے احسان کرتا ہے، (یعنی اسے معلم بنادیتا ہے) تو وہ شخص بندوں کا معلم واستاد ہو جاتا ہے۔

پھر جان لو کہ یہ گھاٹی جو علم کی گھاٹی ہے ایک دشوار کن گھاٹی ہے لیکن اسی کے ذریعہ مطلوب ومقصود حاصل ہوتا ہے، اس کا نفع زیادہ ہے، اس کو طے کرنا سخت ہے، اور اس کا خطرہ بڑا ہے، کتنے ایسے لوگ ہیں جنھوں نے اس سے عدول کیا (یعنی علم حاصل نہ کیا) تو گمراہ ہو گئے اور کتنے ایسے ہیں جو اس راستہ پر چلے تو وہ پھسل گئے، اور کتنے اس میں بھٹکنے والے حیران ہیں اور کتنے ایسے حسرت کرنے والے ہیں جو اس راستہ میں لاپتہ ہو گئے، اور کتنے اس میں چلنے والے ایسے ہیں کہ انھوں نے اسے تھوڑی سی مدت میں طے کر لیا، اور بعض وہ ہیں جو ستر سال سے اس راہ میں متردد ہیں اور سارے معاملات اللہ تعالی کے دست قدرت میں ہیں۔

: رہا اس کا نفع تو وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا کہ بندہ کو اس کی سخت ضرورت ہے اور عبادت کا دارومدار اسی (علم) پر ہے، خاص کر علم توحید اور علم سر پر، (علم کے متعلق) بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی تو فرمایا: اے داؤد! علم نافع سیکھ، تو حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی، اے میرے اللہ! علم نافع کیا ہے؟ اللہ تعالی نے فرمایا (علم نافع یہ ہے) کہ تو میرے جلال، میری عظمت اور میری کبریائی اور ہر چیز پر میری مکمل قدرت کو جان لے، کیونکہ یہ وہ علم ہے جو تجھے مجھ سے قریب کردے گا۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں کہ میں بچپن میں انتقال کر جاتا اور جنت میں داخل ہو جاتا اور بڑا ہو کر اپنے رب کو نہ پہچانتا، بے شک جن لوگوں کو اللہ تعالی کی معرفت زیادہ حاصل ہوتی ہے انھیں اللہ تعالی کا خوف بھی زیادہ ہوتا ہے، وہ زیادہ عبادت کرنے والے ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان کی نصیحت بھی سب سے اچھی ہوتی ہے

اور رہی علم کی گھاٹی کی سختی تو تم خلوص کے ساتھ اپنے آپ کو علم کی طلب میں لگا دو، اور یہ طلب درایۃً ہونا چاہیے نہ کہ روایۃً، (یعنی دیکھ کر نہ کہ زبانی)

اور جان لو کہ خطرہ (علم کی راہ میں) بڑا ہے تو جو شخص علم طلب کرے تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کے چہروں کو اپنی جانب متوجہ کرے، اس کے ذریعہ امرا کی ہم نشینی حاصل ہو، اس کے ذریعہ ہم عصر لوگوں کے سامنے فخر و شیخی کرے، اور دنیا کا سامان جمع کرے تو (ایسے شخص کی نیت فاسد ہے) اس کی تجارت تباہ ہے، اس کا لین دین خسارے میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے علم حاصل کیا تاکہ اس کے ذریعہ علما پر فخر کرے یا اس کے ذریعہ بیوقوفوں سے بحث و مباحثہ کرے یا اس کے ذریعہ لوگوں کے چہروں کو اپنی جانب متوجہ کرے تو اللہ تعالی اسے جہنم میں داخل کرے گا۔

من.....قال أبو يزيد البسطامی...ص۹...إلی ... فمن أثابه فبفضله ومن عاقبه فبعدله.

حل لغات: شَمَّرَ الشيءَ: کمربستہ ہونا، تیر چلانا، سمیٹنا۔ مَلَالٌ: تنگ دلی۔ اَمْعَنَ: (اِمْعَانًا) غور و فکر کرنا، گہرائی کے ساتھ سوچنا۔ لَا تَحِلُّ: (ض) طاری ہونا، نازل ہونا۔ اَعْلَامٌ: علامتیں، نشانیاں، واحد عَلَمٌ۔ اَلسَّلَفُ: گزرے ہوئے لوگ، جب یہ لفظ بفتح لام ہو تو اس کے معنی ہیں گزرے ہوئے نیک لوگ، اور جب بسکون لام ہو تو معنی ہوتے ہیں گزرے ہوئے برے لوگ، جمع اَسْلَافٌ۔ مُخْتَلِقَةٌ: اِخْتَلَقَ الْقَوْلَ: بات گڑھنا اِخْتَلَقَ الصَّوْتُ آواز

بنانا۔ اَصْوَاتٌ مُخْتَلِقَةٌ: بناوٹی آوازیں۔ فَلْتَةٌ: خیال، لغزش، اچانک آنے والی بات۔ لَفْتَةٌ: توجہ، التفات۔

ترجمہ: حضرت ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "کہ میں نے تیس سال مجاہدہ کیا تو علم اور اس کے خطرات سے زیادہ مشکل کسی چیز کو نہ پایا"۔

اور تم اس بات سے بچو کہ کہیں شیطان تمھارے دل میں وسوسہ نہ ڈال دے وہ تم سے کہے کہ جب علم (کی راہ) میں اتنا بڑا خطرہ ہے تو اس کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ تو تم ہرگز یہ گمان نہ کرو، رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: "معراج کی رات میں نے دوزخ کو دیکھا تو ان میں سے زیادہ تر لوگوں کو فقیر و محتاج دیکھا، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ مال کے اعتبار سے فقیر و محتاج تھے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں، بلکہ وہ علم سے فقیر و محتاج تھے"۔

تو جو شخص علم حاصل نہ کرے وہ عبادت کے احکام اور اس کے حقوق کو صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتا، اگر کوئی شخص بغیر علم کے آسمان کے فرشتوں کے برابر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو وہ خسارے میں ہوگا، اس لیے تم بحث، تلقین اور تدریس کے ذریعہ علم حاصل کرنے کے لیے کمر بستہ ہو جاؤ، سستی اور تنگ دلی سے بچو ورنہ تم گمراہی کے خطرات سے دوچار ہو گے، اللہ عزوجل اس سے بچائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی کاریگری کے دلائل میں غور و فکر کرو گے اور باریک نظر سے دیکھو گے، تو تمہیں معلوم ہوگا کہ تمھارا ایک معبود ہے جو قادر ہے، عالم ہے، زندہ ہے، ارادہ کرنے والا سننے والا دیکھنے والا تکلم کرنے والا ہے، حدوث کلام (حدوث) علم (حدوث) ارادہ سے منزہ اور پاک ہے ہر آفت اور ہر عیب سے پاک ہے، اس کو محدثات (ممکنات) کی کسی صفت کے ساتھ متّصف نہیں کیا جا سکتا، اور اس کی ذات کے لیے وہ چیز جائز نہیں ہے جو مخلوق کے لیے جائز ہے، اور نہ وہ کسی بات میں مخلوق کے مشابہ ہے، اور نہ مخلوق کسی

بات میں اس کے مشابہ ہے ،وہ مکانوں اور جہتوں سے پاک ہے اور اس پر حوادث اور آفتیں طاری نہیں ہوسکتیں۔

اور جب تم رسول اللہ ﷺ کے معجزات اور ان کی نبوت کی علامتوں میں غور وفکر کروگے توتمہیں معلوم ہوگا ،بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں،اس کی وحی کے پہچانے پر امین ہیں

اور تمہیں یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ سلف صالحین یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالی آخرت میں اپنا دیدار کرائے گا اس لیے کہ وہ موجود ہے ،وہ کسی جہت میں محدود نہیں ہے ،اور وہ غیر محدود ہے اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ قرآن اللہ تعالی کا کلام غیر مخلوق ہے وہ ان حروف سے جو مقطعہ ہیں اور ان آوازوں سے جو پیدا کی گئی ہیں مرکب نہیں ہے (کیونکہ حروف واصوات کی ترکیب حادث ہے اور حادث چیز قدیم کی صفت نہیں بن سکتی)اس لیے کہ اگر ایسا ہوتا (یعنی حادث ہوتا)تووہ ضرور تمام مخلوقات میں سے ہوتا ،اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ عالم زیریں و عالم بالا میں کوئی خیال نہیں گزرتا اور نہ کوئی نگاہ جھپکتی ہے مگر وہ اللہ تعالی کے فیصلہ اس کی قدرت ارادہ اور اس کی مشیت سے ہوتا ہے ،لہذا بھلائی،شر ،نفع ،نقصان ، ایمان اور کفر سب اسی کی جانب سے ہیں ،اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ اللہ تعالی پر اپنی مخلوق میں سے کسی کے لیے کچھ واجب نہیں ہے ،توجسے وہ ثواب دے وہ اس کے فضل سے ہے اور جسے وہ سزا دے تو وہ اس کے عدل و انصاف سے ہے۔

من....وماورد علی لسان صاحب الشرع ..ص ۱۰...إلی...ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ العلی العظیم .

حل لغات: دَرْجٌ: (س)کلام یا دین واعتقاد میں راست طریقے پر قائم رہنا۔ اَھْوَاءٌ:خواہشات،واحد ھَوی۔اِبْتِدَاعٌ:ایجاد کرنا،گڑنا۔عِمَارَۃٌ:(ن)تعمیر کرنا،آباد کرنا۔ مَعَادٌ:لوٹنے کی جگہ،آخرت۔جَزِیْلٌ:(ک)کثیر ہونا،بڑا ہونا،موٹا ہونا۔ قَطَعْتَ: قَطَعَ الْمَسَافَۃَ:مسافت طے کرنا۔

ترجمہ: اور تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ امور آخرت جیسے حشر، نشر، عذاب قبر، منکر نکیر کے سوال میزان اور صراط کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک پر جو نازل کیا گیا وہ سب حق ہے۔

تو یہ جو کچھ بیان ہوا سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اپنے اعتقاد پر جمے رہنے اور اس کے ذریعہ استدلال کرنے کے اصول ہیں، مختلف قسم کی بدعتوں اور خواہشوں کے ظہور سے پہلے ان مسائل پر اجماع ہو چکا ہے، ہم دین میں نئی بات ایجاد کرنے سے اللہ تعالی کی پناہ مانگتے ہیں بغیر دلیل کے خواہش کی پیروی کرنے سے اللہ تعالی کی پناہ چاہتے ہیں۔

پھر تم دل کے اعمال، باطنی اسباب اور ان ممنوع چیزوں میں غور و فکر کرو جو اس کتاب میں مذکور ہیں، تاکہ تمہیں اس کا علم ہو، پھر تم ان تمام چیزوں کو جان لو جن کا استعمال ضروری ہے جیسے طہارت، نماز روزہ وغیرہ۔

اگر تم ایسا کروگے تو تم نے اللہ تعالی کے اس فرض کو ادا کردیا، جس کے ذریعہ اللہ تعالی نے تمہیں باب علم میں عابد بنایا ہے اور تم رسول اللہ ﷺ کی امت کے ان علما میں سے ہوجاؤ گے جو علم میں راسخ (پختہ) ہیں اگر تم اپنے علم پر عمل کرو اور آخرت سنوارنے کی جانب متوجہ ہو تو تم عابد، عالم ہوگے اور بصیرت کے ساتھ اللہ تعالی کے لیے عمل کرنے والے ہوگے، تم جاہل، مقلد اور غافل نہیں ہوگے، اور تمھارے لیے بڑا فضل و شرف ہوگا، تمھارے علم کی زیادہ قیمت اور بڑا ثواب ہوگا، تم نے اس گھاٹی کو طے کرلیا، اسے اپنے پیچھے چھوڑ دیا اللہ تعالی کے حکم سے تم نے اس کا حق ادا کردیا اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اپنی حسن توفیق اور اپنی حسن تیسیر سے تمھاری اور ہماری مدد فرمائے، بے شک وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

دوسری گھاٹی
توبہ کی گھاٹی ہے

من....ثم عليك يا طالب العبادة...ص ۱۰...إلى...المصرين على المعصية والله المستعان .

حل لغات: شَؤمٌ: نحوست۔ يُوْرِثُ: (إِيْرَاثًا) باعث وسبب ہونا۔ حِرْمَانٌ : محرومی۔ يُعَقِّبُ: (تَعْقِيْبًا) پیچھے لانا، بعد میں لانا۔ خِذْلَانُ: (ن) بھانڈا پھوڑنا، رسوا کرنا۔ اَلْخِفَّةُ: خَفَّ لَهٗ: (ض) لپکنا، اڑ جانا، دوڑ کر جانا۔ قَسَاوَةٌ: دل کی سختی، سنگ دلی۔ اَلْجَفْوَةُ: (ن) بے رخی کرنا، بدسلوکی کرنااور بے التفاتی کرنا۔ اَقْذَارٌ: گندگی، واحد قَذْرٌ ۔ تَنَحیَّ (تَنَحَّيًا) جدا ہونا، دور ہونا، الگ ہونا۔ نَتْنٌ: (س، ض، ک) بدبو۔ صَفْوَةٌ: خلاصہ، صفائی، نچوڑ، نتیجہ، نکھار۔ مَكْبُوْلٌ: (ض) بیڑی ڈالنا، قید کرنا۔ كَبَّلْتَ: (تَكْبِيْلًا) قید کرنا۔ اَلْخُصُوْمُ : مقابل، مخالف، فریق، واحد خَصْمٌ۔

ترجمہ: پھر اے عبادت کے طالب !تم پر(عبادت میں مشغول ہونے سے پہلے) توبہ کرنا (گناہوں سے)ضروری ہے اللہ تعالی تمہیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور یہ (توبہ کرنا) دووجہ سے ضروری ہے۔

ان میں سے ایک یہ کہ تاکہ تمھیں فرمابرداری کی توفیق حاصل ہو، کیونکہ گناہ کی نحوست محرومی کا سبب بنتی ہے، ذلت ورسوائی پیچھے لاتی ہے، گناہوں کی بیڑی اللہ عزوجل کی اطاعت وفرمابرداری کرنے اور اس کی خدمت کی طرف تیزی کرنے سے روکتی ہے، اس لیے کہ گناہوں کا بوجھ نیکیوں کے لیے تیز رفتاری اور فرمابرداری میں چستی سے روکتا ہے، یقینا گناہوں پر اڑے رہنا دلوں کو سیاہ کردیتا ہے، توتم اس (قساوت قلبی) کو ایسی تاریکی اور سختی میں پاؤ گے جس میں کوئی خلوص، صفائی، لذت اور نہ کوئی شیرینی ہوگی، اگر اللہ تعالی رحم نہ فرمائے توقساوت قلبی گناہ کرنے والے کو کفر اور بدبختی تک لے جائے گی۔

تو تعجب ہے اس شخص کو فرمابرداری کی توفیق کیسے دی جائے گی جو نحوست اور سنگ دلی میں مبتلا ہے اور اس شخص کو خدمت کی طرف کیسے بلایا جائے گا جو گناہ اور جفا کاری پر مصر ہے؟ اور وہ شخص مناجات کے لیے کیسے قریب ہو گا جو گندگیوں اور نجاستوں میں لت پت ہے؟ صادق و مصدوق حضور ﷺ کی حدیث میں آیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو دونوں فرشتے اس بدبو کی وجہ سے اس سے دور ہو جاتے ہیں جو (بدبو) اس کے منھ سے نکلتی ہے، تو کیسے یہ زبان اللہ تعالی کے ذکر کے لائق ہو گی؟

تو یقیناً گناہوں پر مصر رہنے والا اللہ تعالی کی عبادت کے لیے جلد توفیق نہیں پائے گا اس کے ارکان (اعضاء بدن چست و چوبند) ہلکے نہیں ہوں گے، اتفاق سے ایسا ہو بھی گیا، تو یہ مشقت و تکلف کی وجہ سے ہو گا جس کے ساتھ کوئی حلاوت اور شیرینی نہیں ہو گی اور یہ سب گناہوں کی نحوست اور ترک توبہ کی وجہ سے ہے۔ اور کہنے والے نے کیا ہی اچھا کہا ہے کہ جب تو رات کو قیام اور دن کو روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو تو سمجھ لے کہ تو جکڑا ہوا ہے، اور تیری خطاؤں نے تجھے جکڑ لیا ہے، تو تو اس بات کو ذہن نشین کر لے۔

دوسری چیز دو وجہوں سے ضروری ہے۔ تمھیں توبہ کرنا ضروری ہے تاکہ تمھاری جانب سے تمھاری عبادت قبول کی جائے کیوں کہ قرض دینے والا (قرض لوٹانے سے پہلے) کوئی ہدیہ قبول نہیں کرتا ہے اور وہ اس لیے کہ گناہوں سے توبہ کرنا، فریقوں کو راضی کرنا فرض و لازم ہے اور وہ عام عبادتیں جن کا تو قصد کرتا ہے وہ نفل ہیں۔ تو کیسے تمھاری جانب سے تمھاری نفلی عبادت قبول کی جائے گی جب کہ تم پر (فرائض ادا نہ کرنے کا) دین ہے اس مال میں جسے تم نے ادا نہیں کیا ہے؟ اور اس کی وجہ سے تم نے حلال اور مباح چیزوں کو کیسے چھوڑ دیا جب کہ تم حرام اور ممنوع کام کرنے پر مصر ہو؟ اس سے کیسے مناجات کرو گے اور اسے کیسے پکارو گے جب کہ وہ تم سے ناراض ہے۔ اور اللہ کی پناہ ہے۔

تو یہ گناہ پر مصر رہنے والے گناہ گاروں کی ظاہری حالت ہے، اور اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

من....فإن قلت فما معنى التوبة النصوح ...ص ١٠، ١١..إلى ...فهى توبة حقيقية صادقة .

حل لغات: نَصُوْحٌ: خالص، سچی۔ یُوَطِّنُ عَلٰی (تَوْطِیْنًا) آمادہ کرنا، بر انگیختہ کرنا۔ ھَرِمٌ: (س) بہت بوڑھا، بہت بوڑھا ہونا۔ قَذْفٌ: تہمت لگانا۔ صِیْتٌ: شہرت۔

ترجمہ: سوال: سچی توبہ کے کیا معنی ہیں، اس کی تعریف کیا ہے اور بندہ کو کیا چیز کرنا ضروری ہے تاکہ وہ تمام گناہوں سے پاک وصاف ہوجائے؟

جواب: میں کہتا ہوں کہ توبہ دل کی کوششوں میں سے ایک کوشش ہے اور علمائے کرام رضی اللہ عنہم کے بیان کے مطابق دل کا گناہوں سے پاک وصاف ہونا ہے۔

ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کی تعریف میں فرمایا: وہ (آئندہ زمانے میں) ایسے گناہوں کو کرنے سے رکنا ہے جس طرح کا گناہ اس سے پہلے (زمانہ گزشتہ میں) ہوچکا ہے درجہ کے اعتبار سے (ایسا گناہ نہ ہو) نہ کہ شکل وصورت کے اعتبار سے، (اور یہ گناہوں کو ترک کرنا) اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی ناراضگی سے بچنے کی خاطر ہو۔

توبہ کی چار شرطیں ہیں

(۱)۔ یہ ہے کہ گناہوں کو ترک کرنے کا ارادہ اور وہ یہ ہے کہ اپنے دل کو آمادہ کرے اور خالص اس بات کا ارادہ کرلے کبھی (آئندہ) گناہوں کی طرف نہ جاؤں گا تو اگر اس نے گناہ ترک کردیا حالانکہ دل میں بات یہ ہے کہ بسا اوقات وہ گناہ کرلے گا یا وہ اس (گناہ کی طرف لوٹنے) کا عزم وارادہ نہ کرے بلکہ وہ شک میں مبتلا ہو تو بسا اوقات وہ گناہ کرلے گا تو یہ گناہ سے باز رہنا ہے گناہ سے توبہ کرنا نہیں ہے۔

(۲)۔ یہ ہے کہ اس گناہ سے توبہ کرنا جس طرح کا گناہ (زمانہ گزشتہ میں) ہوچکا ہے اس لیے کہ اگر اس گناہ کی طرح جو اس سے پہلے ہوچکا ہے نہ ہو تو وہ شخص متقی ہوگا نہ کہ توبہ کرنے والا، کیا تم نہیں دیکھتے یہ کہنا توصحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کفر سے متقی تھے، یہ کہنا صحیح نہیں کہ وہ کفر سے تائب تھے اس لیے کہ کسی بھی حال میں ان سے پہلے کفر صادر نہ ہوا اور یہ کہنا صحیح ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کفر سے تائب تھے اس لیے کہ ان سے اس سے پہلے یہ کفر صادر ہوا تھا۔

(۳)۔ یہ ہے کہ وہ گناہ جو اس سے پہلے ہو چکا ہے منزل و درجہ میں اسی طرح کا گناہ جس کے کرنے کا اختیار ہو اس کو چھوڑ دے یہ گناہ صورت میں (اُس گناہ کے) مشابہ نہ ہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ انتہائی بوڑھا آدمی جس سے زنا اور ڈکیتی کا صدور پہلے ہو چکا ہے، جب اس گناہ سے توبہ کرنا چاہے تو یقیناً اس کے لیے توبہ کرنا ممکن ہو گا اس لیے کہ اس سے توبہ کا دروازہ بند نہیں کیا گیا ہے اور اس کے لیے زنا اور ڈکیتی کرنا ممکن نہیں ہے اس لیے کہ وہ اس وقت (اس چوری ، زنا جیسے) کام کرنے پر قادر نہیں ہے تو یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ اسے چھوڑنے والا اور اس سے باز رہنے والا ہے، (بلکہ) وہ اس سے عاجز ہے اس پر قادر نہیں ہے لیکن وہ اس گناہ کے کرنے پر قادر ہے جو منزل اور درجہ میں زنا اور ڈکیتی کے ہوں جیسے جھوٹ، تہمت، غیبت و چغل خوری اس لیے کہ یہ سب معاصی و گناہ ہیں اگرچہ ہر ایک میں گناہ مقدار کے اعتبار سے مختلف ہے۔

(۴)۔ یہ ہے کہ اس کا گناہوں کو ترک کرنا یہ صرف اللہ تعالیٰ کی تعظیم، اس کی ناراضگی اور اس کے دردناک عذاب سے ڈرنے کے لیے ہو نہ کہ دنیوی رغبت یا لوگوں کے ڈر، یا تعریف وشہرت کی طلب یا نفس کی کمزوری، محتاجی یا اس کے علاوہ کے لیے ہو (یعنی توبہ ان اسباب کی وجہ سے نہ ہو)۔

تو یہ توبہ کے شرائط اور اس کے ارکان ہیں جب تم نے ان کو مکمل کر لیا تو یہی حقیقی سچی توبہ ہے۔

من....وأما مقدمات التوبة فثلاث..ص۱۱،۱۲....إلی ...وھذا ھین علی من وفقه الله تعالیٰ.

حل لغات: حَرٌّ: گرمی، تپش۔ لَطْمَةٌ: اسم مرۃ ہے، ایک تھپڑ، جمع لَطَمَاتٌ ۔ قَرَصَ: (ن) ڈنک مارنا، چٹکی لینا۔ نَمْلَةٌ: چیونٹی۔ مَقَامِعُ الزَّبَانِيَةِ: مَقَامِعُ: ہتھوڑا، واحد مَقْمَعَةٌ۔ اَلزَّبَانِيَةُ: وہ فرشتہ جو گنہ گاروں کو عذاب دینے پر مامور ہوگا، واحد زِبْنِيَةٌ۔

اَعْنَاقٌ: گردن، واحد عُنُقٌ۔ بُخْتٌ: خراسانی اونٹ، واحد بُخْتِي۔ عَقَارِبُ: بچھو، واحد عَقْرَبٌ ۔ بِغَالٌ: خچر، واحد بَغْلٌ۔ بَوَارٌ: تباہی، ہلاکت۔ آنَاءٌ: پورا دن یا اس کا ایک حصہ، واحد اَنِيٌ۔ اَطْرَافٌ: کنارے، حصے، واحد طَرْفٌ۔ جَاهٌ: مرتبہ، حیثیت، اعزاز، پوزیشن۔ حَمَلَتْهُ: (ض) حَمَلَهُ عَلیٰ آمادہ کرنا۔ هَيِّنٌ: آسان۔

توبہ پر ابھارنے والی تین چیزیں ہیں

ترجمہ: اور توبہ کے مقدمات تین چیزیں ہیں (یعنی جن کا توبہ سے پہلے ہونا ضروری ہے)۔

(۱)۔ یہ ہے کہ انتہائی برے گناہوں کی یاد (اپنے گناہوں کو برا تصور کرے)۔

(۲)۔ چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی سختی، اس کی ناراضگی کی دردناک سزا اور اس کے اس غضب کو یاد کرنا جس کے برداشت کی تمہیں طاقت نہیں ہے۔

(۳)۔ چیز یہ ہے کہ اپنی کمزوری اور اس سلسلہ میں اپنے حیلہ کی کمی کو یاد کرنا اس لیے کہ جو شخص سورج کی گرمی، پولس کے طمانچہ، چیونٹی کے ڈنک کو برداشت نہیں کر سکتا وہ جہنم کی آگ کی گرمی، سزا دینے والے فرشتوں کے گرزوں کی مار، خراسانی اونٹ کی گردن کی طرح بڑے بڑے سانپوں کے ڈسنے اور خچروں کی طرح بڑے بڑے بچھوؤں کے ڈنگ کو کیسے برداشت کرے گا، جو (سانپ اور بچھو) غضب اور ہلاکت کے گھر میں آگ سے پیدا کئے گئے ہیں؟ ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، پھر اس کی ناراضگی اور عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔

تو جب تم ان امور پر ہمیشگی برتو گے، رات کے اوقات اور دن کے کناروں میں اسے بار بار دہراؤ گے تو یہ (امور و اذکار) تمہیں گناہوں سے سچی توبہ پر ابھاریں گے اور اللہ اپنے فضل سے توفیق دینے والا ہے۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ ندامت توبہ ہے (یعنی گناہوں پر شرمندہ ہونا ہی توبہ ہے) اور جو توبہ کے شرائط آپ نے ذکر کیے اور (اس کے تعلق سے) سختی کی ہے آپ ﷺ نے ایسا کچھ بیان نہیں کیا؟

جواب: اس (اعتراض کرنے والے) سے کہا جائے گا کہ پہلے یہ جان لو کہ ندامت و شرمندگی بندہ کی قدرت سے باہر ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ندامت قلبی امور سے واقع ہوتی ہے اور وہ (یعنی دل) چاہتا ہے کہ ایسا نہ ہو اور توبہ بندہ کی قدرت میں ہے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے۔

پھر ہم نے یہ جان لیا کہ اگر وہ گناہوں پر اس طور پر شرمندہ ہے کہ لوگوں کے درمیان اس کی عزت ختم ہو جائے یا گناہ میں خرچ کرنے سے اس کا مال ختم ہو جائے تو یقیناً یہ توبہ نہیں ہے تو اس سے تم نے یہ بھی جان لیا کہ حدیث میں ایسا مفہوم و معنی مراد ہے جس کو تم نے اس کے ظاہر سے نہیں سمجھا، اور وہ یہ ہے کہ ندامت و شرمندگی اللہ تعالی کی تعظیم، اس کی سزا کے خوف سے ان چیزوں سے ہو جو سچی توبہ پر ابھاریں، کیونکہ یہ (ندامت والی) توبہ توبہ کرنے والوں کی صفات میں سے ہے اور ان کے اوصاف سے ہے، کیونکہ جب وہ ان تین اذکار کو یاد کرے گا جو توبہ کے مقدمات ہیں، تو وہ نادم ہوگا، اس کی توبہ اسے گناہ چھوڑنے پر ابھارے گی، اور آئندہ اس کے دل میں اس کی ندامت باقی رہے گی، تو ندامت اسے گریہ وزاری اور عاجزی پر ابھارے گی، تو چونکہ (ایسی ندامت) یہ توبہ کے اسباب اور تائب حضرات کی صفات سے ہے (اس لیے) رسول اللہ ﷺ نے اسی کے نام سے موسوم کر دیا تو اسے توفیق دیا سمجھو اگر اللہ چاہے۔

سوال: انسان کے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ایسا ہو جائے کہ اس سے کوئی چھوٹا بڑا گناہ صادر ہی نہ ہو؟ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے (حالاں کہ) اللہ کے انبیا جو اللہ کی مخلوق میں سب سے مکرم و معظم ہیں ان کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ انھوں نے اس مرتبہ کو پایا ہے یا نہیں؟ (کہ ان سے گناہ کا صدور ہو سکتا ہے یا نہیں)۔

جواب: تم جان لو: یہ (ایسے درجہ پر پہنچ جانا) ممکن امر ہے محال نہیں ہے پھر یہ آسان ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جسے چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے۔

پھر توبہ کی شرط میں سے یہ ہے کہ قصداً گناہ نہ کرے اور اگر بھول سے یا غلطی سے صادر بھی ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے معاف ہے اور یہ اس پر آسان ہے جس کو اللہ توفیق دے۔

من....فإن قلت إنما يمنعني من التوبة...ص١٢...إلى...وهو نادر فتستحل منه.

حل لغات: اَلْحُسْنَيَيْنِ: دونوں بھلائیاں یعنی توبہ پر قائم رہنا اور اللہ کی جانب سے گناہوں کی بخشش۔ مَزَامِيْرُ: بین، بانسری، واحد مِزْمَارٌ۔ رِبَا: سُود۔ عِرْضٌ: آبرو، عزت، جمع اَعْرَاضٌ۔ حَسَنَاتٌ: نیکیاں، نیک عمل، واحد حَسَنَةٌ۔ بَهَتَ: (ف) تہمت لگانا۔ شَتَمَ: (ن، ض) گالی دینا۔ غَيْظٌ: غصہ۔ هَيْجٌ: (ض) بھڑکنا، برانگیختہ ہونا۔

ترجمہ: سوال: مجھے توبہ سے یہ بات روکتی ہے کہ میں خود جانتا ہوں کہ میں گناہ کر بیٹھوں گا اور توبہ پر قائم نہ رہ سکوں گا تو اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے؟

جواب: جان لو کہ یہ شیطان کا دھوکا ہے اور تمہیں یہ بات کہاں سے معلوم ہو گئی (کہ توبہ کے بعد ضرور تم سے گناہ صادر ہو جائے گا) قریب ہے کہ تم گناہ کرنے سے پہلے ہی مر جاؤ رہا گناہ کی طرف لوٹنے کا خوف تو تم پر پختہ عزم کرنا اور اس میں سچا رہنا ضروری ہے اور (باقی چیز کو) مکمل کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، تو اگر اس نے مکمل کر دیا تو یہ اس کے فضل سے ہے اور اگر مکمل نہیں کیا تو تمھارے گزشتہ گناہ بخش دیے جائیں گے، اور تم ان گناہوں سے چھٹکارا پا چکے ہو، تم پر صرف وہی گناہ باقی ہے جو تم نے ابھی کیا ہے، لہذا گناہ کرنے کا خوف تمہیں توبہ کرنے سے نہ روکے کیونکہ تم توبہ کی وجہ سے ہمیشہ دو اچھائیوں (یعنی توبہ پر برقرار رہنا یا توبہ کی وجہ سے گناہ کی معافی) میں سے کسی ایک پر برقرار رہو گے، اللہ تعالیٰ توفیق وہدایت کا مالک ہے تو اس بات کو ذہن نشین کر لو۔ گناہوں سے باز رہنا اور ان سے چھٹکارا پانا۔

گناہ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱)۔: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان واجبات کو ترک کرنا جو تم پر (فرض) ہیں، جیسے نماز، روزہ، زکوۃ، کفارہ یا اس کے علاوہ تو حتی الامکان ان کی قضا کرو۔

(۲)۔: اور دوسرا (گناہ) یہ ہے کہ ایسے گناہ جو تمھارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوں جیسے شراب پینا، باجا بجانا، سود کھانا اور ان جیسے تو تم ان گناہوں پر شرمندہ ہو اور اپنے دل کو ہمیشہ اس طرح کے گناہ کرنے پر آمادہ نہ کرو۔ ۔

(۳)۔: اور تیسرا (گناہ) یہ ہے کہ ایسے گناہ جو تمھارے اور بندوں کے درمیان ہوں اور یہ (تیسری قسم گے گناہ) سب سے مشکل اور سب سے سخت ہیں، اور ان کی چند قسمیں ہیں کبھی یہ مال سے متعلق ہوتے ہیں اور کبھی جان سے، کبھی عزت وآبرو اور کبھی دین ومذہب سے متعلق ہوتے ہیں۔

تو جو گناہ مال سے متعلق ہوتے ہیں تو ضروری ہے کہ تم اس (مال) کو اگر ممکن ہو تو واپس کردو، اگر تم مال کے ختم ہونے یا تنگ دستی کی وجہ سے اس کو ادا کرنے سے عاجز ہو، تو تم صاحب مال سے اس کو مباح اور حلال کرالو (یعنی معافی مانگ کر جائز کرلو) اور اگر تم اس شخص کے غائب ہونے یا مرجانے کی وجہ سے (مال) ادا کرنے سے عاجز ہو اور اس کی جانب سے صدقہ کرنا ممکن ہو تو ایسا کرو اور اگر (صدقہ کرنا) ممکن نہ ہو تو تم پر اپنی نیکیوں کو زیادہ کرنا ضروری ہے (تاکہ قیامت کے دن تمھاری نیکیاں اس شخص کے ترازو میں رکھی جائیں اور اس کو دی جائیں) اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور گریہ وزاری کرو تاکہ وہ قیامت کے دن اس شخص کو تم سے راضی کردے۔

اور جو (گناہ) جان سے متعلق ہوں تو تم اسے یا اس کے اولیا کو قصاص پر قدرت دو (اگر قطعی طور پر تم نے قتل کیا ہے) یہاں تک کہ وہ تم سے قصاص لے لیں اور یہ بڑا زبردست فائدہ ہے، اگر تم قصاص سے عاجز ہو یا وہ تمہیں حلت کی جگہ میں رکھیں (یعنی اولیاء قصاص کو معاف کردیں یا اگر وارث معاف نہ کریں) تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کرو اور گریہ وزاری کرو تاکہ وہ اس شخص کو قیامت کے دن تم سے راضی کردے۔

اور وہ (گناہ) جو عزت سے متعلق ہوں، تو اگر تم نے اس کی غیبت کی ہو یا اس پر بہتان باندھا ہو یا اسے گالی دی ہو تو تمھارا حق یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو ان کے سامنے جھٹلاؤ جن کے پاس تم نے یہ (برے گناہ) کیے اور تم حق والے (یعنی جس کی برائی کی ہے اس) سے معافی مانگو اگر ممکن ہو، جب کہ تمہیں غصہ بڑھنے یا فتنہ برپا ہونے یا کسی نئے فتنے اٹھنے کا خوف نہ ہو، تو اگر فتنے کا خوف ہو تو اللہ کی بارگاہ میں رجوع کرو تاکہ وہ اس شخص کو تم سے راضی کر دے، اس کے لیے اس کے مقابلے میں خیر کثیر عطا کرے اور حق والے کے لیے خوب استغفار کرو۔

اور جو (گناہ) عزت و آبرو سے متعلق ہو اس طور پر کہ تم نے اس کے گھر والوں یا اس کی اولاد وغیرہ میں سے کسی کے ساتھ جنایت کی ہو لہذا معافی مانگنے اور اظہار کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے، اس لیے کہ یہ (جنایت والا گناہ) فتنہ اور غصہ پیدا کرنے والا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کرے تاکہ وہ اس کو تم سے راضی کر دے، اور اس کے لیے اس کے مقابلے میں خیر کثیر کرو (تاکہ قیامت میں اس کو بدلہ دیا جائے) اور اگر تمہیں (صاحب حق سے جنایت والا گناہ بتانے میں) فتنہ اور فساد برپا ہونے سے اطمینان ہو حالاں کہ یہ نادر الوقوع ہے تو تم اس سے معافی مانگو۔

من....وأما فی الدین بأن کفرته أو بدعته ... ص ۱۲ ، ۱۳ ..إلی...هو الأصل الذی لابد منه ،و بالله التوفیق.

حل لغات: خُصُوْمٌ: مقابل، مخالف، فریق، واحد خَصْمٌ۔ بَرَأتَ (تَبْرِيَةً) بری کرنا، بے گناہ قرار دینا۔ تَبِعَاتٌ واحد تَبْعَةٌ، حق، تاوان۔ جَمًّا: (ن، ض) کثیر ہونا، زیادہ ہونا۔

ترجمہ: اور جو (گناہ) دین سے متعلق ہو اس طور پر کہ تم نے اسے کافر، بدعتی یا گمراہ کہا ہو، تو یہ بھی بڑا گناہ ہے، تو تمہیں خود کو اس کے سامنے جھٹلانے کی ضرورت ہوگی جس سے تم نے یہ بات کہی ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ تم اپنے حق والے سے معافی مانگو اگر تم سے ہو سکے ورنہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خوب گڑگڑاؤ اور اس پر نادم ہو تاکہ وہ اسے تم سے راضی کر دے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمھارے لیے فریقوں کو راضی کرنا ممکن ہو تو ایسا کرو اور اگر ممکن نہ ہو تو عاجزی، گریہ و زاری اور صدقہ کے ذریعہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں رجوع کرو تاکہ وہ اسے تم سے راضی کردے، اور یہ قیامت کے دن اللہ تعالی کی مشیت اس کے فضل عظیم اور احسان عام کی امید پر ہوگا کہ جب اس نے بندے کے دل کی سچائی ظاہر کردی تو وہ اس کے فریقوں کو اپنے فضل کے خزانوں سے راضی کردے گا اور (فریقوں کو راضی کرنا اللہ کے فضل سے ہوگا) یہ حکم لازم نہیں ہے تو اسے رہنمائی کے طور پر حق جانو اور اس بات کو اچھی طرح ذہن نشیں کرلو۔

تو جب تم نے اسے جان لیا جو ہم نے بیان کیا اور دل کو آئندہ زمانے میں اسی کی طرح (گناہ) کرنے سے محفوظ کرلیا تو تم تمام گناہوں سے پاک ہوگئے اور اگر تمھیں دل کی صفائی حاصل ہوجائے، لیکن فوت شدہ کی قضا اور فریقوں کو راضی نہ کرسکو، تو تم پر (صرف انسانوں کے حقوق کا) تاوان لازم ہے اور باقی گناہ بخشے ہوئے ہیں۔

اور اس بات کی ایک طویل شرح ہے اور یہ مختصر کتاب اس کی گنجائش نہیں رکھتی تو پہلی مرتبہ "احیاء العلوم" کتاب سے کتاب التوبہ، دوسری مرتبہ کتاب "القربۃ الی اللہ تعالی" اور تیسری مرتبہ کتاب "الغایۃ القصوۃ" کا مطالعہ کرو تو تم ان (کتابوں) میں بہت فائدے اور بڑی تفصیل پاؤگے، ہم نے یہاں اصل اور ضروری چیز کو ہی ذکر کیا ہے اور اللہ تعالی ہی کی طرف سے توفیق ہے۔

فصل

توبہ کی حقیقت اور اس کے متعلق سلف صالحین کے اقوال کے بیان میں

من....ثم اعلم يقينا أن هذه العقبة...ص١٣..إلى ...فإنه لا يجاورني من عصاني.

حل لغات: مُهِمٌّ:اہم،مشن، جمع مَهَامٌّ۔ هَيِّنَةٌ:نرم،آسان، کمزور، ذلیل، معمولی جمع هَيِّنَاتٌ۔ تَيَقَّظَ:بیدار ہونا۔ تَقْلَعَ (ف)اکھاڑنا۔ عِرْقٌ: ہر چیز کی اصل ،رگ بدن جمع عُرُوْقٌ۔ اَوْزَارٌ:گناہ،واحد وِزْرٌ۔ مَفْزِعًا:گھبراہٹ۔ مَنْجَعًا:دخل،اثر۔ حَائِطٌ: دیوار ، جمع حِيْطَانٌ۔ مَكْتُوْمٌ:(ن) چھپانا۔ جَارٌ: پڑوسی،جمع جِيْرَانٌ۔

ترجمہ: پھر یقینی طور پر جان لو کہ یہ گھاٹی ایک دشوار کن گھاٹی ہے،جس کا معاملہ بہت اہم ہے، اس کا نقصان بڑا ہے اور ہمیں ہمارے استاد "ابو اسحاق اسفرائنی "رحمۃ اللہ علیہ سے یہ خبر پہنچی -جو زبردست عالم اور عمل کا پیکر تھے- انھوں نے فرمایا: میں نے اللہ تعالی سے تیس سال تک دعا مانگی کہ وہ مجھے سچی توبہ عطا فرمائے پھر میں نے اپنے دل میں تعجب کیا اور کہا: سبحان اللہ: ایسی حاجت جس کے بارے میں میں نے تیس سال تک اللہ تعالی سے دعا کی اب تک وہ (حاجت) پوری نہیں کی گئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا مجھ سے کہہ رہا ہے کیا تو اس بات پر تعجب کر رہا ہے؟ کیا تو جانتا ہے کہ تو اللہ تعالی سے کیا چیز مانگ رہا ہے ؟ تو اللہ تعالی سے سوال کر رہا ہے کہ وہ تجھ سے محبت کرے ،کیا تو نے اللہ تعالی کا یہ ارشاد نہیں سنا،﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾(پ ٢،البقرۃ:٢٢٢) "بے شک اللہ پسند رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو " کیا یہ آسان حاجت ہے ؟ تو تم ان ائمہ کرام کو دیکھو، جنہوں نے (توبہ کا) اہتمام کیا، دلوں کی درستگی پر پابندی کی اور توشۂ آخرت لیا۔

اور توبہ کی تاخیر میں نقصان کا خوف تو سب سے پہلا گناہ سخت دلی ہے، اس کا آخر نحوست اور بدبختی ہے -اللہ کی پناہ- تو تمھیں شیطان اور بلعم باعور کے واقعہ کو نہ بھولنا چاہیے اس

لیے کہ ان کے انجام کا آغاز گناہ تھا اور آخر کفر ہوا اور وہ دونوں ہمیشہ کے لیے ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو گئے۔

- اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے- تم پر ہوشیاری اور کوشش کرنا ضروری ہے امید ہے کہ تم اپنے دل سے اس اصرار (گناہ) کی جڑ کو اکھاڑ دو گے، ان گناہوں سے اپنی گردن کو نجات دو گے، گناہوں سے دل کی سختی پر مطمئن نہ ہو اور اپنی حالت کے بارے میں غور و فکر کرو کیوں کہ بعض صالحین نے فرمایا ہے: بے شک دل کی سیاہی گناہوں سے پیدا ہوتی ہے۔

دل کی سیاہی کی علامت یہ ہے کہ تو گناہوں سے دل میں گھبراہٹ اور طاعت کے لیے موقع نہ پائے، وعظ و نصیحت کا کوئی اثر نہ پائے، کسی گناہ کو حقیر نہ جانے اور اپنے نفس کو توبہ کرنے والا گمان کرے، حالاں کہ تو کبیرہ گناہوں پر اڑا ہوا ہے کسی شاعر نے کہا ہے۔

کسی کمتر گناہ کو ہرگز حقیر مت سمجھ بے شک قلیل ہمیشگی (برتنے) کے ساتھ کثیر ہو جاتا ہے۔

کہمس بن حسن سے ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں نے ایک گناہ کیا تو اس پر چالیس سال سے رو رہا ہوں، کہا گیا اے ابو عبد اللہ !وہ کون سا گناہ ہے؟ انھوں نے فرمایا: میرے ایک دینی بھائی نے مجھ سے ملاقات کی تو اس کے لیے میں مچھلی خرید لایا (جب وہ کھانا کھا چکا) تو میں اٹھ کر اپنے ایک پڑوسی کی دیوار کے پاس گیا اور مٹی کا ایک ٹکڑا لے کر اس سے اس کا ہاتھ دھلایا۔

تو اپنے نفس کا سختی سے مواخذہ کر اور توبہ کی طرف جلدی کر اور سبقت کر اس لیے کہ موت پوشیدہ ہے (کہ کب آجائے) اور دنیا دھوکا ہے، نفس و شیطان دونوں دشمن ہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور گریہ وزاری کر اور ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ کو یاد کر کہ انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور ان میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور فرشتوں کی گردنوں پر انہیں اپنی جنت کی طرف لے گیا، اور ان سے صرف ایک (اجتہادی) لغزش صادر ہوئی تو ان پر نازل ہوا جو نازل ہوا (یعنی زمین پر اتار دیے گیے) یہاں تک مروی

ہے کہ :اللہ تعالی نے ان سے فرمایا ،اے آدم! میں تیرا کیسا پڑوسی تھا ؟انھوں نے کہا :اے میرے رب کیا ہی اچھا پڑوسی تھا ،اللہ تعالی نے فرمایا :اے آدم میرے پڑوس سے نکل جا اور اپنے سر سے میری کرامت کا تاج اتار دے ؟کیوں کہ وہ میرا پڑوسی نہیں جو میری نافرمانی کرے۔

من....حکی إنه فیما روی ..ص ١٤ ...إلی ..فهذه هذه و بالله التوفیق.

حل لغات: صَفِیٌّ :برگزیدہ، جمع اَصْفِیَاءُ۔ مُتَعَسِّفٌ :بے راہ رو انسان۔

ترجمہ: روایت ہے کہ وہ اپنی خطا پر دو سو سال روئے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان کی (اجتہادی) لغزش بخش دی یہ اس کا معاملہ ایک خطائے اجتہادی کے سلسلہ میں اپنے نبی اور پسندیدہ انسان کے ساتھ ہے ،توبے شمار گناہوں کے بارے میں دوسرے (غیر نبی) کا حال کیا ہوگا ؟اور یہ (معاملہ بخشا) توبہ کرنے والے کی عاجزی اور گریہ وزاری کے سبب سے ہے تو بے راہ اور اصرار کرنے والے آدمی کا حال کیا ہوگا؟ اور کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

جو توبہ کرتا ہے وہ اپنے نفس پر خوف کرتا ہے اور جو توبہ نہ کرے اس کی حالت کیسی دیکھو گے۔

تو اگر تم توبہ کرو، پھر توبہ کو توڑ دو ،اور دوبارہ گناہ کی طرف لوٹ جاؤ، تو توبہ کرنے میں جلدی کرو، اور اپنے نفس سے کہو: شاید کہ میں اس بار دوبارہ گناہ کرنے سے پہلے مرجاؤں اور اسی طرح دوسری اور چوتھی مرتبہ کہو اور جس طرح تم نے گناہ کرنے اور اس کی طرف لوٹنے کو پیشہ بنا لیا ہے اسی طرح توبہ کرنے اور اس کی طرف لوٹنے کو بھی پیشہ بنالو، اور گناہ کر کے توبہ کرنے سے عاجز نہ ہو، (یعنی گناہ کر کے توبہ کرنے سے منھ نہ پھیرو)، ناامید مت ہو، اور اس کی وجہ سے شیطان تم کو توبہ کرنے سے نہ روکے ،اس لیے کہ یہ (توبہ کرنا) بھلائی کی علامت ہے ،کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نہیں سنا: تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو فتنہ (یعنی گناہ) میں پڑنے والا اور توبہ کرنے والا ہے ،یعنی گناہ میں خوب مبتلا ہونے والا اور اس سے خوب خوب توبہ

کرنے والا اور ندامت واستغفار کے ساتھ اللہ تعالی کی بار گاہ میں رجوع کرنے والا ہے اور اللہ کے اس ارشاد کو یاد کرو﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾(پ ۵،النساء: ۱۱۰) "اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے، تو وہ اللہ تعالی کو بخشنے والا مہربان پائے گا"تو تم اسے ذہن نشین کرلو اور اللہ تعالی ہی سے توفیق طلب کی جاتی ہے۔

فصل

سچی اور حقیقی توبہ کے بیان میں

من....وجملة الأمر أنك إذاابتدأت...ص ١٤..إلى ...إنك على كل شيئ قدير.

حل لغات: تَمَرَّغ:خاک آلودہ ہونا۔دَمْعٌ:آنسو،مع دُمُوْعٌ۔ آبِقٌ:س،ض) بھاگنا ۔سَلَفَ:(ن)گزرا ہوا ہونا۔مُنْتَهیٰ:آخری حد۔مَنْتَهیٰ هِمَّةُ الْمَهْمُوْمِيْنَ:اے غمزدوں کی آخری امید گاہ۔هِمَّةٌ:آرزو۔مَهْمُوْمِيْنَ:غمزدہ،واحد مَهْمُوْمٌ۔أَنْتَ الْمَذْخُوْرُ لَهَا: "لَهَا"میں "هَا"سے پہلے مضاف محذوف ہے یعنی لِغُفْرَانِهَا۔معنی یہ ہیں تیرے بندے گناہوں کی بخشش کا ذخیرہ واختیار۔يَامَذْخُوْرًا لِكُلِّ:اس میں بھی "کل" سے پہلے مضاف ہے یعنی "لِتَنْجِيَةٌ كُلُّ شِدَّةٍ"معنی یہ ہیں:اے وہ ذات جسے ہر مصیبت سے نجات دینے کا اختیار ہے۔دونوں جگہ "اِدِّخَار "بمعنی اختیار ہے۔لَايُبْرِمُ: (اِبْرَامًا) اکتادینا ۔ اِلْحَاحٌ: (افعال)اصرار کرنا۔

ترجمہ: حاصل کلام یہ ہے کہ جب تم (توبہ) شروع کرو، تو اپنے دل کو تمام گناہوں سے اس طور پر پاک صاف کرلو کہ اسے کبھی بھی گناہ کی طرف نہ لوٹنے پر آمادہ کرلو، سوائے اس گناہ کے جو تیری جانب سے اللہ تعالی کے علم میں ہو،اس طور پر کہ اللہ تعالی اس بارے میں تمھارے دل کو توبہ میں سچا اور خالص پائے،اور جہاں تک ہوسکے مخالفین کو(ان کے فوت کردہ حقوق کے تعلق سے)راضی کرلو،اور حتی الامکان فوت شدہ(نماز،روزہ،زکوۃ)کو ادا کرو،(اور

جوادا نہیں کر سکتے ہو) ان باقی میں اللہ تعالی کی بارگاہ میں گریہ زاری اور عاجزی کے کرو۔ وہ تمھارے لیے کافی ہوگا۔

پھر تم جاؤ اور غسل کرو اپنے کپڑے پاک صاف کرلو، چار رکعت نماز پڑھو جس طرح واجب ہے، اور اپنے چہرے کو ایسی جگہ تنہائی میں زمین پر رکھو کہ اللہ تعالی کے علاوہ تمھیں کوئی نہ دیکھے، پھر اپنے سر پر مٹی ڈالو، اور اپنے اس چہرہ کو جو تمام اعضا میں سب سے اہم عضو ہے بہتے ہوئے آنسو، غمگین دل اور بلند آواز کے ساتھ خاک آلود کرو اور جہاں تک ہو سکے گناہوں کو ایک ایک کر کے یاد کرو، اور اپنے نافرمان نفس کو اس پر ملامت کرو، اسے زجر و توبیخ کرو اور کہو اے نفس! کیا تجھے شرم نہیں آتی ؟ کیا تیرے توبہ کرنے کا وقت نہیں آیا؟ کیا تجھے اللہ تعالی کے عذاب کو برداشت کرنے کی طاقت ہے ؟ کیا تجھے اللہ تعالی کی ناراضگی کی ضرورت ہے ؟ پھر ان گناہوں کو خوب یاد کر کے رو۔

پھر مہربان پروردگار کی بارگاہ میں اپنے ہاتھوں کو اٹھاؤ اور کہو، اے میرے معبود! تیرا بھاگا ہوا غلام تیرے در کی طرف لوٹا آیا ہے، تیرا نافرمان بندہ صلح کی طرف لوٹ آیا، تیرا خطاکار بندہ عذر لے کر آیا، تو اپنی سخاوت سے مجھے معاف کر دے، اور اپنے فضل سے مجھے قبول فرما، اور میری طرف اپنی نظر رحمت فرما، اے اللہ! میرے گزشتہ گناہ بخش دے، اور باقی زندگی میں مجھے (گناہوں سے) محفوظ رکھ، کیونکہ تمام بھلائیاں تیرے دست قدرت میں ہیں اور تو ہم پر مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

پھر دعاے شدت پڑھو اور وہ یہ ہے، ”اے بڑی بڑی مصیبتوں کو دور کرنے والے ، اے غم زدوں کا آخری سہارا، اے وہ ذات کہ جب کسی چیز کا ارادہ کرے اور اس سے فرمائے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے، مجھے گناہوں نے گھیر لیا ہے، تجھے ان کی معافی کا اختیار ہے، اے وہ ذات جسے ہر مشکل (ٹالنے) کا اختیار ہے، میں نے اسی گھڑی کے لیے تجھے منتخب کیا تھا تو میری توبہ قبول فرما، بے شک تو ہی توبہ قبول فرمانے اور رحم کرنے والا ہے“۔

خوب رؤو عاجزی اور گریہ وزاری کرو اور کہو، اے وہ ذات جسے ایک کام دوسرے کام سے غافل نہیں کرتا ہے اور نہ ایک کا سننا دوسرے کے سننے سے باز رکھتا ہے، اے وہ ذات جسے کثیر مسائل غلطی میں نہیں ڈالتے ہیں، اور اے وہ ذات جسے اصرار کرنے والوں کا اصرار اکتاہٹ میں نہیں ڈالتا ہے، تو مجھے اپنی رحمت، اپنی مغفرت کی شیرینی اور اپنی معافی کی ٹھنڈک نصیب فرما، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

من....ثم تصلی علی النبی ﷺ وآله....ص ١٤، ١٥...إلی ...والتوفیق بمنه وفضله.

حل لغات: غُصَّةٌ: رنج وغم۔ بَلِیَّةٌ: مصیبت، آزمائش۔

ترجمہ: پھر حضور ﷺ اور ان کی آل پر درود وسلام بھیجو اور تمام مومنین اور مومنات کے لیے مغفرت طلب کرو اور اللہ تعالی کی اطاعت میں لگ جاؤ (اگر تم یہ سب کر لیا ہو) تو تم نے سچی توبہ کر لی، اور تمام گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہوگیے جس دن تمھاری ماں نے تمھیں جنا اور اللہ تعالی نے تمھیں اپنا محبوب بنا لیا، تمھارے لیے اجر وثواب ہے، اور تم پر ایسی برکت ورحمت ہے جسے بیان کرنے والا بیان نہیں کر سکتا، تمھیں اطمینان اور چھٹکارا حاصل ہوگیا، تو اس کے غضب، گناہوں کے رنج وغم، اور دنیا وآخرت میں اس کی ہلاکتوں سے نجات پا گیے، تم نے اللہ تعالی کے حکم سے اس گھاٹی کو طے کر لیا اور اللہ تعالی اپنے فضل واحسان سے ہدایت وتوفیق دینے والا ہے۔

تیسری گھاٹی

رکاوٹوں کی گھاٹی ہے

من... ثم عليك يا طالب العبادة... ص ١٥ ...إلى... فحق لمن طلب العبادة أن يزهد في الدنيا و يتجرد عنها.

حل لغات: ضَرَّتَيْنِ: دوسوکن، واحد، ضَرَّةٌ، جمع ضَرَائِرُ -زَاوَلْتُ: (مُزَاوَلَةً) کسی کام کو مسلسل کرنا۔ اَضَرَّ (اِضْرَارً) اَضَرَّ بِهٖ: نقصان پہچانا۔ اِسْتَنَارَ: روشن ومنور ہونا۔

ترجمہ: اے عبادت کے طلب گار۔ اللہ تعالی تمھیں توفیق عطا فرمائے۔ تم پر رکاوٹوں کو دور کرنا ضروری ہے تاکہ تمھاری عبادت ٹھیک ہو اور ہم نے بیان کیا کہ رکاٹیں چار ہیں۔

پہلی رکاوٹ دنیا ہے

دنیا کو علاحدگی اور کنارہ کشی اختیار کر کے ہی دور کیا جاسکتا ہے اور یہ علاحدگی اور کنارہ کشی تم پر دو وجہوں سے ضروری ہے۔

پہلی وجہ: تاکہ تیری عبادت درست اور زیادہ ہو اس لیے کہ دنیا کی رغبت یا تو تمھارے ظاہر کو طلب (دنیا) میں مشغول رکھے گی یا تو تمھارے باطن کو ارادۂ (دنیا) اور نفس کے وسوسے میں مشغول رکھے گی اور یہ دونوں چیزیں عبادت سے روکنے والی ہیں اس لیے کہ نفس ایک ہے اور دل بھی ایک ہے تو جب وہ ایک چیز کے ساتھ مشغول ہوگا تو اس کی ضد سے جدا ہو جائے گا۔

اور بے شک دنیا اور آخرت کی مثال ان دو سوکنوں کی طرح ہے اگر تم ان میں سے ایک کو راضی کروگے تو دوسری ناراض ہو جائے گی اور دنیا وآخرت مشرق و مغرب کی طرح ہیں جتنا ایک سے قریب ہوتے جاؤ گے دوسرے سے دور ہوتے جاؤ گے۔

رہا دنیا کا ظاہر میں مشغول ہونا اس طور پر ہوتا ہے: ہم نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: ''میں نے عبادت اور تجارت کو جمع کرنے کی مسلسل کوشش کی، لیکن وہ دونوں جمع نہ ہو سکیں تو میں نے عبادت کو اختیار کیا اور تجارت کو چھوڑ دیا''۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا: ''اگر میرے علاوہ کسی دوسرے کے لیے عبادت اور تجارت جمع ہو سکتیں تو میرے لیے جمع ہو جاتیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے طاقت اور نرمی دونوں عطا فرمائی ہیں''، تو جب معاملہ اس طرح ہے، (یعنی دونوں جمع نہیں ہو سکتیں) تو فنا ہونے والی کا نقصان گوارہ کر لو۔

اور بندہ کا دل تو وہ ارادہ کی جگہ کا باطن ہے اس کا دنیا میں مشغول ہونا اس طور پر ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''جس نے دنیا کو پسند کیا اس نے آخرت کا نقصان کیا، اور جس نے آخرت کو پسند کیا اس نے دنیا کا نقصان کیا تو فنا ہونے والی چیز پر باقی رہنے والی کو ترجیح دو''۔

تو تمھارے لیے (ان باتوں سے) ظاہر ہو گیا کہ جب تمھارا ظاہر دنیا میں اور باطن اس کے ارادہ میں مشغول ہو گا تو کما حقہ تمھارے لیے عبادت کرنا آسان نہیں ہو گا مگر جب تم دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ گے اور اپنے ظاہر و باطن کو اس سے فارغ اور خالی کر لو گے تو تمھارے لیے عبادت کرنا آسان ہو جائے گا، بلکہ تمھارے دوسرے اعضاء بھی عبادت پر معاون و مددگار ہوں گے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''جب بندہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کرتا ہے تو اس کا دل حکمت سے منور ہو جاتا ہے اور اس کے اعضاء عبادت میں اس کے معاون و مددگار ہوتے ہیں''، تو اس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔

دوسری وجہ: (رکاوٹیں دور ہونے کے بعد) اللہ تمھارے عمل کی قیمت میں اضافہ کرے گا اور اس کی عظمت و مرتبے کو دوبالا کر دے گا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: جس آدمی کے دل میں دنیا کی رغبت نہ ہو اس کی دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تکلف سے عبادت کرنے والوں کی ہمیشہ ہمیش کی عبادت سے زیادہ پسندیدہ اور بہتر ہیں، تو جب عبادت اس

(زہد) کی وجہ سے عظمت والی اور زیادہ ہوتی ہے تو طالب عبادت کو دنیا سے بے رغبتی اور کنارہ کشی اختیار کرنا چاہیے

من.....فإن قلت فما معنى الزهد فى الدنيا ..ص١٥،١٦..إلى ....فإنه المتفضل الكريم عزوجل.

حل لغات: مُكَافَحَةٌ: مقابل کرنا۔ مُقَاسَاةٌ: قَاسىَ الأَمْرُ الشَّدِيْدُ: سخت بات کی تکلیف برداشت کرنا۔ مَامُوْلٌ: امید ہے۔ مُهِمٌّ: سخت وتشویش ناک معاملہ، قابل توجہ مسئلہ، جمع مَهَامٌّ۔

ترجمہ: سوال: دنیا سے زہد کے کیا معنی ہیں اور اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: جان لو کہ ہمارے علمائے کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک زہد کی دو قسمیں ہیں (۱) زہد مقدور للعبد، یعنی وہ زہد جو بندہ کے اختیار میں ہے (۲) زہد غیر مقدور، یعنی جو بندہ کے اختیار میں نہیں ہے۔

تو زہد مقدور (جو بندہ کے اختیار میں ہے) تین چیزوں کا نام ہے، (۱) دنیا کی جو چیز اپنے پاس نہ ہو اس کی طلب نہ کرنا (۲) اس کی جو چیز (اپنے پاس) جمع ہو اس کو الگ کر دینا (۳) دنیا کا ارادہ اور پسند کو ترک کرنا، اور رہا وہ زہد جو بندہ کے اختیار وقدرت میں نہیں ہے، تو وہ یہ ہے کہ زاہد کے دل میں کسی چیز کے (ذوق کا) سرد پڑنا "یعنی اس کی محبت نہ ہو اور نہ قلب کا اس سے لگاؤ ہو"۔

تو زہد غیر مقدور زہد مقدور کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے، تو جب بندہ اس کو انجام دے گا بایں طور کہ جو چیز اس کے پاس نہیں ہے وہ دنیا سے طلب نہیں کرے گا اور دنیا کی موجود چیزوں کو اپنے پاس سے جدا کر دے گا، اللہ تعالی، اس کے عظیم ثواب کی خاطر اور دنیا کی آفتوں کو یاد کر کے دل سے دنیا کے ارادہ اور اختیار کو ترک دے گا، تو اس کے دل پر دنیا کی (طلب) سرد پڑ جائے گی اور یہی میرے نزدیک حقیقی زہد ہے۔

پھر جان لو کہ (زہد مقدور کے) تین امور میں سب سے مشکل دل سے ارادہ (دنیا) کو ترک کرنا ہے، اس لیے کہ ظاہری طور پر دنیا کو ترک کرنے والے بہت سے لوگ باطنی طور پر اس سے محبت اور اس کا ارادہ کرنے والے ہیں، تو وہ اپنے نفس کی جانب سے مقابلہ آرائی اور سخت تکلیف برداشت کرتے ہیں، حالاں کہ (زہد کی) مکمل شان اس (تیسری قسم) میں ہے، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا، ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا﴾ (پ ۲۰، القصص: ۸۳) "یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لیے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد" تو اللہ تعالیٰ نے حکم کو ارادہ کی نفی کے ساتھ معلّق کیا نہ کہ مراد کی طلب اور اس کے کرنے کے ساتھ (یعنی صرف فساد کا ارادہ نہ کرنے والوں کو خاص کیا نہ کہ ان لوگوں کو جو طلب نہیں کرتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ﴾ (پ ۲۵، الشوریٰ: ۲۰) "جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی بڑھائیں گے اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں" اور فرماتا ہے: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ﴾ (پ ۱۵، بنی اسراءیل: ۱۸)) "جو یہ جلدی والی چاہے ہم اسے اس میں جلد دے دیں جو چاہیں" اور فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا﴾ (پ ۱۵، بنی اسراءیل: ۱۹) "جو آخرت چاہے اور اس کی سی کوشش کرے" کیا تم نہیں دیکھتے (آیتوں میں) پورا اشارہ ارادہ کی طرف ہے (تو معلوم ہوا) کہ ارادہ کا معاملہ نہایت اہم ہے، لیکن جب بندہ ہمیشگی برتے اور پہلی والی دو چیزوں "یعنی ترک دنیا اور دنیا کی موجود چیزوں کو دل سے جدا کرنے پر ثابت قدم رہے، تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ وہ اس کے دل سے ارادہ اور اختیار کو دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے، کیوں کہ وہ نہایت فضل و کرم والا ہے۔

من.... ثم الذی یبعث علی الترک و التفریق... ص١٦ ...إلی . ... من صاحبه الزاهد فیه، وربما یسفهه فی ذلک.

حل لغات: تَفْرِیْقٌ: باٹنا، الگ الگ کرنا۔ غِنَاء (س) غَنِيَ بِهٖ: بے نیاز ہونا۔ عَنَاءٌ: تکلیف و پریشانی۔ خِسَّةٌ: ذلیل، دناءت۔ فَائِحَةٌ: (ن) کسی چیز کی بو پھیلنا (اچھی یا بری)۔ بَالِغٌ: (ن) جامع۔ وَسِخَةٌ: گندگی۔ جِیْفَةٌ: سڑی ہوئی لاش، جمع جِیَفٌ۔ تُلَاشِيْ: ناپید ہونا۔ ضُمِّخَتْ بِطِیْبٍ (تضْمِیْخًا) خوشبو ملنا۔ طَرَّزْتُ: (تَطْرِیْزٌ) نقش ونگار کرنا، بیل بوٹے بنانا۔ مُسْتَحِیْلَةٌ: متعفن۔ اِسْتَحَالَ الشَيْءَ: بدل جانا۔ بِنْیَةٌ: بناوٹ، ساخت۔ خَبِیْصًا: کھجور اور گھی یا بالائی سے تیاری ہوئی مٹھائی یا حلوہ، جمع اَخْبِصَةٌ۔ سَمٌّ: زہر، جمع سُمُوْمٌ۔

ترجمہ: پھر وہ چیز جو ترک دنیا اور مال کو باٹنے پر ابھارتی ہے، اور اس کو تم پر آسان کرتی ہے وہ دنیا کی آفتوں اور اس کے عیبوں کو یاد کرنا ہے اور اس بارے میں لوگوں کے بہت سے اقوال ہیں، تو اس میں سے کسی کا ارشاد یہ ہے کہ "میں نے دنیا کو اس کے تھوڑے وقت کے لیے مالدار کرنے، اس کی تکلیف کے زیادہ ہونے، اس کے جلد فنا ہونے اور اس کے طالب لوگوں کے ذلیل ہونے کی وجہ سے ترک کر دیا۔

میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: لیکن اس ارشاد سے بھی رغبت کی بو (مراد بدبو) آتی ہے، اس لیے کہ جس شخص نے کسی کی جدائی کا شکوہ کیا ہے تو اس نے اس کے وصال کو پسند کیا ہے اور جس نے کسی چیز کو دوسرے لوگوں کی شرکت کی وجہ سے چھوڑا ہے اگر وہ تنہا ہوتا تو اسے لے لیتا۔

اور اس کے بارے میں جامع قول وہ ہے جو ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: "دنیا خدا کی دشمن ہے اور تو خدا کا دوست ہے اور جو کسی کو دوست رکھتا ہے تو وہ اپنے دوست کے دشمن کو بھی دشمن رکھتا ہے" اور فرمایا: اس لیے کہ دنیا گندی سڑی ہوئی لاش ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس کا انجام گندگی، فساد، ناپید ہونا، عدم اور نیست و نابود ہونا ہے، لیکن دنیا ایسی سڑی

ہوئی لاش ہے جسے خوشبو سے مل دیا گیا ہے اور زیب و زینت سے بیل بوٹے بنائے گئے ہیں، تو غافل اس کے ظاہر سے دھوکے میں آگیے مگر عقلمندوں نے اس سے کنارہ کشی اختیار کی۔

سوال: دنیا سے بے رغبتی کا کیا حکم ہے کیا وہ فرض ہے یا نفل؟

جواب: جان لو کہ بے رغبتی ہمارے نزدیک حلال و حرام دونوں سے ہوتی ہے تو حرام چیزوں سے فرض ہے اور حلال چیزوں سے نفل ہے، پھر اس حرام کا درجہ طاعت پر قائم رہنے والوں کے لیے گھناؤنے مردار کے مانند ہے اس کو صرف وقتِ ضرورت ضرر دفع کرنے کی مقدار میں استعمال کیا جائے گا، اور رہی بے رغبتی حلال چیزوں سے تو وہ ابدال و کاملین کے حصہ میں ہوتی ہے، ابدال لوگوں کے نزدیک حلال چیز بھی مردار کی مانند ہے وہ اس سے بقدر ضرورت ہی استعمال کرتے ہیں، اور حرام اُن کے نزدیک آگ کی مانند ہے کسی بھی حال میں اس کے استعمال کا ان کے دل میں خیال بھی نہیں آتا ہے، اور دل میں ٹھنڈک (دنیا سے بے تعلق ہونے) کا یہی معنی ہے بایں طور کہ اس کا ارادہ دنیا کی گندگی سے الگ ہوجائے وہ اسے ناپسندیدہ و مکروہ سمجھے اور اس سے نفرت کرے اور دل میں دنیا کا ارادہ واختیار باقی نہ رہے۔

سوال: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ دنیا کی شہوتیں اور عجیب و غریب قابل مطلوب لذتیں انسان کے نزدیک آگ کی مانند ہوجائیں، یا گھناؤنی متعفن سڑی ہوئی لاش کی طرح ہوجائیں جبکہ ہماری خلقت و طبیعت کمزور ہے؟

جواب: جان لو کہ جس کو خاص توفیق ملتی ہے اور حقیقت میں اس کی آفتوں اور گندگی سے واقف ہوجاتا ہے، تو وہ دنیا اس کے نزدیک اسی طرح (ذلیل) ہوجاتی ہے، دنیا اور اس کی آفتوں سے آنکھیں بند کرکے اس کی طرف رغبت کرنے والے اور اس کی ظاہری زیب و زینت سے دھوکا کھانے والے ہی اس پر تعجب کرتے ہیں اور جلد ہی میں اس کی ایک مثال بیان کروں گا۔

جان لو کہ یہ مثال ہے ایک انسان کی جو کھجور، گھی وغیرہ ڈال کر نفیس و عمدہ حلوہ تیار کرے، پھر اس میں ایک قطرہ زہر قاتل ڈال دے، تو اسے ایک آدمی نے دیکھ لیا اور دوسرے نے

نہیں دیکھا، پھر اس نے مزین اور آراستہ کر کے ان دونوں کے سامنے رکھ دیا، تو وہ آدمی جو اس حلوہ میں ڈالے گیے زہر قاتل کو دیکھ رہا تھا وہ اس حلوہ سے بے رغبتی کرے گا، اور یقینی طور پر اس کے دل میں کسی بھی طرح اس کے کھانے کا خیال نہیں آئے گا، تو وہ حلوہ اس کے نزدیک آگ کے مانند ہو گا، بلکہ اس سے بھی سخت ہو گا اس لیے کہ وہ اس آفت کو جانتا ہے اور اس کی ظاہری زیب و زینت سے دھوکا نہیں کھائے گا، اور دوسرا وہ آدمی جس نے اس میں ملائے گیے زہر کو نہیں دیکھا ہے تو وہ ظاہری زیب و زینت سے دھوکا کھا جائے گا، لالچ کرے گا، صبر نہیں کرے گا، بے رغبتی کرنے والے اپنے ساتھی پر تعجب کرنے لگے گا، اور بسا اوقات اسے اس بارے میں بے وقوف خیال کرے گا۔

من....فهذا مثل حرام الدنيا ....ص١٧...إلى.... راشدا إن شاء الله تعالىٰ، و بالله التوفيق.

حل لغات: بُصَرَاءُ: بصیرت والے، واحد بَصِيْرٌ -بُزَاقٌ: تھوک -اِمْتَخَطَ: (اِمْتِخَاطًا) ناک صاف کرنا۔ مُكَبٌّ: أَكَبَّ لِلشَّيْءِ: جھکنا، اوندھا ہونا۔ رَاشِدًا: جواب ہے فعل امر کا، اصل عبارت ہے: تَكُنْ رَاشِدًا۔

ترجمہ: تو یہ ثابت قدم رہنے والے اہل بصیرت اور رغبت کرنے والے جاہلوں کے ساتھ دنیا کی حرام چیزوں کی مثال ہے اگر وہ اس حلوہ میں زہر نہ ڈالے بلکہ اس میں تھوک یا ناک ڈال دے پھر اس کو ملا کر مزین کر دے تو وہ آدمی جس نے اس کام کو دیکھا وہ اس حلوہ سے کراہت اور نفرت کرے گا سوائے سخت حاجت وضرورت کے اسے استعمال نہیں کرے گا، اور وہ آدمی جس نے اس کام کو نہیں دیکھا اور اس میں تھوک ڈالے جانے سے انجان ہے وہ اس کے ظاہر سے دھوکا کھا جائے گا لالچ کرے گا پسندیدہ اور عمدہ جان کر اس پر ٹوٹ پڑے گا، تو یہ دونوں فریق یعنی اہل بصیرت اور استقامت والے اور رغبت کرنے والے اور غافل لوگوں کے ساتھ دنیا کی حلال چیزوں کی مثال ہے۔

اور دونوں کا حال طبیعت اور خلقت میں برابر ہونے کے باوجود مختلف ہے، ایک فریق کے لیے بصیرت اور علم ہے اور دوسرے کے لیے جہالت، غفلت، اور جفا ہے، اگر رغبت کرنے والا جان لے اور دیکھ لے اس چیز کو جسے زاہد نے دیکھا ہے، تو وہ اسی کی طرح بے رغبتی کرے گا، اگر زاہد انجان ہو اور اندھا ہو اس سے جس سے رغبت کرنے والا اندھا ہے تو وہ بھی اسی کی طرح رغبت کرے گا، تو تم نے اس بات سے جان لیا کہ یہ فرق بصیرت کی وجہ سے ہے نہ کہ طبیعت اور خلقت کی وجہ سے، یہ بات مفید اور اصل ہے اور کلام ظاہر و درست ہے، عقل مند اور انصاف پسند اس کا اعتراف کرے گا اللہ تعالی اپنے فضل سے توفیق و ہدایت کا مالک ہے۔

سوال: ہمارے لیے تھوڑی مقدار میں دنیا کی روزی ضروری ہے تاکہ ہمارا گزارا ہو سکے تو ہم دنیا سے کنارہ کشی کیسے کر سکیں گے ؟

جواب: جان لو کہ ایسی فضول چیزوں سے روگردانی ضروری ہے جن کی طاقت و قوت میں ضرورت نہیں ہوتی ہے، اور مقصود طاقت و قوت کا ہونا ہے تاکہ تم اللہ تعالی کی عبادت کر سکو، نہ کہ کھانا، پینا، اور لذت مقصود ہے، اللہ تعالی اگر چاہے تو طاقت و قوت کو سبب اور ذریعہ سے باقی رکھے، اور اگر چاہے تو بغیر سبب و ذریعہ کے باقی رکھے، جیسے ملائکہ علیہم السلام (بغیر کھانے اور پینے کے زندہ ہیں)۔

پھر اگر وہ چاہے تو تمھارے پاس موجود چیز کے ذریعہ باقی رکھے یا تمھاری اور کمائی کے ذریعہ باقی رکھے، اگر وہ چاہے تو کسی ایسی چیز کے ذریعہ زندہ رکھے تمھارے لیے اس کو بغیر طلب و کمائی کے وہاں سے سبب بنادے گا جہاں تمھارا وہم و گمان بھی نہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللهَ يَجْعَل لَّهٗ مَخْرَجًا ﴿٢﴾ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ (پ ٢٨ ، الطلاق : ٢، ٣) "اور جو شخص اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو"۔

(اگر تقوی اختیار کرو گے) تو تمھیں کسی بھی حال میں طلب اور ارادہ کی ضرورت نہیں ہوگی اور اگر تمہیں اس (سے بچنے) پر قدرت نہ ہو اور تم طلب و ارادہ کرو، پھر اس کے ذریعہ اللہ

تعالیٰ کی عبادت پر طاقت واسباب کی نیت کرو(یعنی یہ نیت کرو کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے لیے قوت حاصل ہوگی)نہ کہ شہوت اور لذت کی،اس لیے کہ جب تم نے اس کی نیت کرلی تو گویا تمھاری جانب سے طلب وارادہ در حقیقت بھلائی ہوگی اور آخرت کی طلب ہوگی نہ کہ دنیا کی طلب ، اور تمھارے زہد اور کنارہ کشی میں کوئی عیب نہیں لگے گا اللہ تعالیٰ تمھیں اور ہمیں اپنی اطاعت کی توفیق بخشے ان شاء اللہ اس بیان سے تمھیں ہدایت ملے گی اور اللہ ہی سے توفیق کی امید ہے۔

من....العائق الثانی الخلق ....ص۱۷،۱۸ ....إلی...فالنجاء فالنجاء ویحك ثم النجاء.

حل لغات: یَتَرَامَوْنَ:(تَرَامِیًا)ایک دوسرے کو تیر مارنا،باہم دست وگریباں ہونا،مراد باہم جھگڑا کرنا۔اَشْهیٰ: اسم تفضیل ہے،شَهُوَ(ک)پسندیدہ ہونا۔تَعَادُوْنِيْ: (مُعَادَاةٌ)باہم دشمنی کرنا۔ عُزْلَةٌ گوشہ نشینی۔لَا تَتَعَلَّلْ: (تَعَلُّلًا)کسی بات کا بہانہ کرنا ۔ عِلَلٌ: بہانہ،بیماری،واحد عِلَّةٌ۔مَرِجَتْ: مَرِجَ الْعَهْدُ:عہد وپیمان کا غیر محفوظ ہونا ۔ خِفَّتْ(ض)ہلکا ہونا،بے اہمیت ہونا۔تَشَبَّكَ(تَشْبِيْكًا)جال دار بنانا۔هَرِجٌ:فتنہ و فساد،قتل و غارت ہونا۔سُؤَّالٌ: بھکاری،واحد سَائِلٌ۔فَالنَّجَاءُ: مفعول مطلق ہے فعل محذوف"اُنْجُ"کا۔وَيْحَكَ :اَلْزَمَكَ اللهُ :کا مفعول مطلق ہے معنی ہیں اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے۔

دوسری رکاوٹ مخلوق ہے:

ترجمہ: پھر تم پر مخلوق سے کنارہ کشی کرنا ضروری ہے،اور یہ کنارہ کشی دو وجہوں سے ضروری ہے۔

پہلی وجہ: ہے کہ لوگ تم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل کردیں گے جیسا کہ ایک بزرگ سے روایت کی گئی ہے انھوں نے فرمایا:میں ایک جماعت کے پاس سے گزرا وہ آپس میں باہم جھگڑا کر رہے تھے،اور ایک آدمی ان سے دور بیٹھا ہوا تھا،میں نے اس سے بات کرنا چاہا تو

اس نے مجھ سے کہا کہ اللہ کا ذکر مجھے تیرے ساتھ بات کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے، میں نے کہا تم اکیلے ہو، اس نے کہا میرے ساتھ میرا رب اور دو فرشتے ہیں، میں نے کہا، ان (جھگڑا کرنے والوں) میں سے (خیر میں) سبقت کرنے والا کون ہے، اس نے کہا جس کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہو، میں نے کہا (سیدھا) راستہ کہاں ہے؟ تو اس نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا، پھر کھڑا ہوا اور مجھے چھوڑ دیا، اور کہا، (اے اللہ!) تیری زیادہ تر مخلوق تجھ سے غافل رکھنے والی ہے۔

پھر مخلوق تمھیں عبادت سے غافل کر دے گی بلکہ تمھیں عبادت سے روکے گی، تمھیں برائی اور ہلاکت میں ڈال دے گی، جیسا کہ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میں نے اس مخلوق سے پانچ چیزوں کو طلب کیا میں نے انھیں نہیں پایا، میں نے ان سے زہد و طاعت طلب کی تو انھوں نے ایسا نہیں کیا، میں نے کہا: اگر یہ نہیں کر سکتے تو زہد و طاعت پر میری اعانت ہی کرو، تو انھوں نے یہ بھی نہیں کیا، میں نے کہا: اگر میں زہد و طاعت اختیار کروں تو مجھ سے راضی رہنا، تو انھوں نے ایسا بھی نہیں کیا، (بلکہ ناراض ہو گئے) میں نے کہا، پھر مجھے زہد و طاعت سے مت روکنا، لیکن انھوں نے مجھے روک دیا، میں نے کہا: مجھے اس چیز کی طرف نہ بلاؤ جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہ ہو اور مجھ سے دشمنی مت کرنا اگر میں تمھاری بات نہ مانوں لیکن انھوں نے ایسا کیا یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف بھی بلایا اور مجھ سے دشمنی بھی کی، تو میں نے انھیں چھوڑ دیا، اور اپنے نفس میں خاص طور سے مشغول ہو گیا''۔

اے دینی بھائی! جان لو کہ نبی کریم ﷺ نے گوشہ نشینی کے زمانے کو بیان کر دیا اور اُس زمانے کے لوگوں کی صفت واضح فرما دی ہے، نیز اس زمانے میں کنارہ کشی کا حکم دیا ہے، یقیناً نبی کریم ﷺ مصلحتوں کو زیادہ جانتے تھے اور ہم سے زیادہ ہمارے خیر خواہ تھے۔

پھر اگر تم اپنے زمانے کو (رسول اللہ ﷺ کی) بیان کردہ حالت و صفت پر پاؤ تو نبی کریم ﷺ کے حکم کی پیروی کرو اور ان کی نصیحت کو قبول کرو اور اس بات میں شک بھی نہ کرو کیوں کہ نبی کریم ﷺ تمھارے زمانے کی مصلحتوں کو زیادہ جاننے والے تھے، جھوٹے بہانے

نہ بناؤ، اپنے نفس کو دھوکا مت دو ورنہ (یعنی اگر تم حکم رسول کی پیروی نہیں کروگے) تو ہلاک ہوجاؤگے اور تمھارا کوئی عذر (قیامت کے دن فائدہ مند) نہیں ہوگا۔

اور (گوشہ نشینی کا) وصف جو ہم نے بیان کیا وہ خبر مشہور میں ہے جو حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: "ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک آپ نے فتنہ کا ذکر فرمایا، کہ جب تم دیکھو کہ لوگوں کے عہد و پیمان غیر محفوظ ہوجائیں، امانتیں ہلکی ہوجائیں (یعنی خیانت کی جائے) اور لوگ اسی طرح ہوجائیں (یعنی ایفاے عہد نہ کیا جاے) تو (درمیان وعظ) آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کا جال بنایا (یعنی اشارہ کرنا تھا کہ فتنے یکے بعد دیگرے ظاہر ہوں) میں نے کہا، مجھے اللہ تعالیٰ آپ پر فدا کرے میں اس وقت کیا کروں؟ تو آپ نے فرمایا: اپنے گھر میں بیٹھ جاؤ، اپنی زبان پر قابو رکھو، نیکی کرو، اور برائی چھوڑ دو، خاص لوگوں کا طریقہ (یعنی گوشہ نشینی) اختیار کرو، اور عام لوگوں کا طریقہ (یعنی میل جول) چھوڑ دو"۔

اور ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (گوشہ نشینی اس وقت ضروری ہے) "جب ایام الھرج ہوگا، عرض کیا گیا "ایام الھرج" کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب آدمی اپنے ہمنشین سے بھی بے خوف اور مطمئن نہ ہو"۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دوسری حدیث مروی ہے، جس میں آپ ﷺ نے حضرت حارث بن عمیرہ سے فرمایا: "اگر تمھاری عمر وفا کرے تو تم ایک ایسا زمانہ پاؤگے جس میں خطیب زیادہ ہوں گے، علما کم ہوں گے، بھکاری زیادہ ہوں گے اور دینے والے کم ہوں گے، اس زمانے میں خواہش علم کی قائد ہوگی (علم تابع ہوجائے گا) تو حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کب ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: جب نمازوں کو فوت کردیا جائے گا، رشوت عام ہوجائے گی، دین کو دنیا کے تھوڑے سامان کے بدلہ بیچ دیا جائے گا، تو اس وقت بچنا، اور آپ نے لفظ "نجا" تین مرتبہ فرمایا"۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے۔

من.....قلت وجميع ماذكر فى هذه الأخبار . . . ص ١٨ .. .. إلى ...فإن التخلص منهم شديد.

حل لغات: خُلَطَاءُ:ہم نشین،احد خَلِيْطٌ۔ تُحَاذِرُ (مُحَاذِرَةً) ڈرنا۔ مَرْدُوْدٌ: انکار کرنا، دھتکارنا۔بَغْيٌ: ظلم وستم۔غِيَرٌ:حالت،تبدیلی،حادثہ۔حِجَجٌ:سال،ایک دفعہ کا حج،واحد حِجَّةٌ۔

ترجمہ: میں (امام غزالی) کہتا ہوں،ان حدیثوں میں جوکچھ بیان کیا گیا،تم اپنے زمانے والوں میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو توتم اپنی جان پر رحم کرو۔

پھر سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس (خراب) زمانے اور اس زمانے کے لوگوں سے بچنے پر اتفاق کیا ہے،کنارہ کشی کو ترجیح دی،اس کا حکم دیا،اور اس کی تاکید کی،بلاشبہ وہ زیادہ صاحب بصیرت اور خیر خواہ تھے،اور ان کے بعد کا زمانہ ان کے زمانے سے بہتر نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ برا اور خراب ہے،یہ حضرت یوسف بن اسباط رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا: کہ میں نے حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا،"اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اِس زمانے میں گوشہ نشینی جائز ہوگئی ہے"۔

میں (امام غزالی) کہتا ہوں اگر ان کے زمانے میں گوشہ نشینی جائز تھی تو ہمارے زمانے میں یہ واجب اور فرض ہوگئی ہے،اور حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ انھوں نے عباد الخواص رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط لکھا،"(امابعد)تم ایسے زمانے میں ہو جس سے حضور ﷺ کے صحابہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے،حالاں کہ انھیں ان باتوں کا علم تھا جو ہمیں نہیں ہے،تو ہمارا کیا حال ہوگا جب کہ ہم نے اس زمانے کو پایا ہے کہ علم کم ہے،صبر بھی کم ہے ،بھلائی پر مدد کرنے والے بھی کم ہیں،دنیا خراب ہے اور لوگ بھی (اس زمانے میں) خراب ہیں ،توتمھارے لیے فوری طور پر کنارہ کشی اختیار کرنا،بحث ومباحثہ اور لوگوں سے میل جول ختم کرنا ضروری ہے"کیوں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"برے ہمنشین سے کنارہ کشی میں راحت ہے"۔اور اسی گوشہ نشینی کے بارے میں یہ اشعار کہے گئے ہیں۔

(۱) یہ وہ زمانہ ہے جس سے ہم ڈرتے ہیں حضرت کعب اور حضرت ابن مسعود کے ارشاد میں

(۲) یہ وہ زمانہ ہے جس میں حق کو پورے طور پر ناکار دیا جاتا ہے، ظلم وستم کو قبول کر لیا جاتا ہے۔

(۳) اگر یہی حال رہا اور اس میں کوئی تبدیلی رونما نہ ہوئی تو کسی دن نہ مرنے والے پر رویا جائے گا اور نہ ہی کسی نومولود پر خوشی منائی جائے گی۔

مجھے سفیان بن عیینہ کی یہ روایت ملی ، انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت سفیان ثوری سے کہا، مجھے کچھ وصیت و نصیحت کیجیے، تو انھوں نے فرمایا کہ لوگوں سے جان پہچان اور تعلق کو کم کرو، میں نے کہا، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے ، کیا حدیث میں نہیں فرمایا گیا ہے کہ لوگوں سے جان پہچان اور تعلق زیادہ کرو، اس لیے کہ ہر مومن کے لیے دوسرا (مومن)شفاعت کرے گا، حضرت سفیان ثوری نے فرمایا: میرا غالب گمان یہی ہے کہ تجھے کوئی پریشانی اور تکلیف کسی واقف کار ہی سے پہنچی ہوگی ، میں نے کہا ہاں، پھر (کچھ دنوں بعد) ان کا وصال ہوگیا، سفیان بن عیینہ کہتے ہیں، میں نے ان کو وصال کے بعد خواب میں حج میں دیکھا، تو میں نے کہا، ابو عبد اللہ کوئی نصیحت کیجیے، تو آپ نے فرمایا: جہاں تک ہو سکے لوگوں سے جان پہچان اور تعلق کو کم کر لو، کیوں کہ ان سے چھٹکارا پانا بہت مشکل ہے۔

من.....وقد قيل فى معنى هذاالخبرنظما .....ص١٩...إلى....لأن الزيارة واللقاء يعرض فيهما التزين والرياء.

حل لغات: لَاحَ: (ن) ظاہر ہونا۔ مَشِيْبٌ: بڑھاپا۔ مَفْرِقٌ: سر میں مانگ نکالنے کی جگہ، جمع مَفَارِقُ۔ فِرَّ (ض) بھاگنا، فرار ہونا۔ بَالٌ: معزز، مرتبہ، حالت۔ اَلْعُجْبُ الْعُجَابُ : نہایت حیرت انگیز۔ تَقْتَضِي : (افتعال) تقاضا کرنا۔ دَوَاعِيْ: محرک ،جذبہ، سبب ، واحد دَاعِيَةٌ۔ بِسَاطٌ: بچھونہ، فرش، جمع بُسُطٌ۔

ترجمہ: اس بات کی توضیح ایک عربی نظم میں کی گئی ہے۔

(۱) میں اس مخلوق کی جانچ اور چھان بین کرتا رہا ، یہاں تک کہ بڑھاپا میرے سر میں ظاہر ہو گیا۔ (یعنی سر کے بال سفید ہو گئے)

(۲) تو جن لوگوں کو میں نے پہچانا ان کی میں نے مذمت ہی کی، اللہ تعالیٰ اچھا بدلہ عطا فرمائے ہر ایسے آدمی کو جس کو میں نے نہیں پہچانا.

(۳) میرا کوئی ایسا گناہ نہیں جس کی وجہ سے میں سختی کا مستحق ہوں سوائے اس گناہ کے کہ میں نے ایسے آدمی کو پسند کیا جو انصاف نہیں کرتا ہے۔

اور حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: ''اس زمانے میں اپنی زبان کی حفاظت کر، اپنے مرتبے کو پوشیدہ رکھ، اپنے دل کی اصلاح کر، نیکی کر اور برائی کو چھوڑ دے'' حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''یہ خاموشی اختیار کرنے، گھر میں بیٹھے رہنے، اور موت آنے تک جینے کی مقدار روزی پر راضی رہنے کا زمانہ ہے''۔ اور حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''کہ دنیا کا روزہ رکھ، آخرت کی افطار کر، اور لوگوں سے ایسے بھاگ جیسے شیر سے بھاگتا ہے''۔

اور ابو عبد اللہ سے منقول ہے انھوں نے فرمایا: ''میں نے کسی دانا کو نہیں دیکھا مگر اس نے اپنی آخری بات میں مجھ سے یہی کہا، اگر تو یہ پسند کرتا ہے کہ تو (لوگوں کے درمیان) پہچانا نہ جائے، تو پھر تو اللہ تعالیٰ کے یہاں معزز ہوگا''۔

اور اس باب کی خبریں اور روایات شمار سے زیادہ ہیں، اور یہ کتاب اس کے برداشت کی طاقت نہیں رکھتی ہے، اور ہم نے اس موضوع میں ایک الگ کتاب تصنیف کی ہے، ہم نے اس کا نام "اخلاق الابرار والنجاۃ من الاشرار" رکھا ہے اس کا مطالعہ کرو تمھیں اس میں نہایت حیرت انگیز چیزیں ملیں گی، اور عقلمند کو تو اشارہ ہی کافی ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے توفیق وہدایت کرنے والا ہے۔

دوسری وجہ: جو اس بارے میں لوگوں سے کنارہ کشی کا تقاضا کرتی ہے وہ یہ ہے کہ لوگ تمھاری ادا کی ہوئی عبادت کو تباہ وبرباد کردیں گے، اگر اللہ تعالیٰ حفاظت نہ کرے، اس طور پر کہ ان کی جانب سے ریا، اور زیب وزینت کے اسباب پیش ہوں گے (یعنی تم اپنی عبادت میں ریا کر بیٹھو گے) حضرت یحییٰ بن معاذ رازی نے سچ ہی فرمایا ہے: ''لوگوں کا دیکھنا ریا کا بچھونا ہے

بیان کیا گیا ہے کہ ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے عرض کی ،اے اویس! ہمیں زیارت وملاقات کے ذریعہ ملائے رکھیے تو حضرت اویس قرنی نے فرمایا:''میں نے تم کو ان دونوں سے زیادہ نفع بخش چیز سے ملا رکھا ہے اور وہ (تیری) غیر موجودگی میں دُعا کرنا ہے اس لیے کہ زیارت وملاقات میں زیب وزینت اور ریا پیدا ہو جاتے ہیں۔''

من....وقیل لسلیمان الخواص حین قدم...ص ۱۹، ۲۰...إلی ..واللہ تعالیٰ الحافظ بفضلہ ورحمتہ.

حل لغات: مَارِدًا: (ن) انتہائی سرکش ہونا۔ فَتَذَاكَرَ: تَذَاكَرَ فِي الأَمْرِ: کسی موضوع پر باہم گفتگو کرنا۔ مَلِيًّا: کچھ دیر تک، عرصہ دراز تک۔ غُشِيَ عَلَى: (س) بے ہوش ہوجانا۔ تَمَثَّلَ بِالشَيْءِ: کسی چیز کو مثال میں پیش کرنا، مثال میں بیان کرنا۔ يَا وَ يْلَتَا: ہائے افسوس! اَسْرَفَ: (اِسْرَافًا) حد سے بڑھنا، أَسْرَفَ فِيْ عِصْيَانِهِ: وہ نافرمانی میں حد سے بڑھ گیا۔ دَجَا (ن) تاریک ہونا۔ آهًا: (ن) آہ آہ کرنا، یہ مفعول بہ ہے یقول کا

ترجمہ: حضرت سلیمان خواص سے کہا گیا جب حضرت ابراہیم بن ادہم (ان کے شہر میں) تشریف لائے آپ ان کے پاس کیوں نہیں آتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا:''میں ابراہیم بن ادہم کی ملاقات سے زیادہ سرکش شیطان کی ملاقات کو پسند کرتا ہوں، لوگوں نے ان کی اس بات کو برا مانا تو انھوں نے فرمایا میں خوف کرتا ہوں کہ میں جب ان سے ملوں گا تو آراستگی اختیار کروں گا (یعنی تکلف اور ریا کرنا پڑے گا) اور جب شیطان سے ملوں گا تو اس سے باز رہنے کی تدبیر کروں گا''۔

(امام غزالی نے فرمایا) میرے شیخ نے کسی عارفِ کامل سے ملاقات کی دونوں نے بہت دیر تک باہم گفتگو کی پھر گفتگو کے اخیر میں ایک دوسرے کے لیے دُعا کی (جدا ہوتے وقت) میرے شیخ امام نے اُس عارف سے کہا: میں نہیں سمجھتا کہ کسی مجلس میں اس مجلس سے زیادہ پر اُمید ہو کر بیٹھا ہوں، تو اس عارف نے جواب میں کہا، لیکن میں اس مجلس میں کسی مجلس سے زیادہ خائف ہو کر نہیں بیٹھا، کیا تم مجھ سے گفتگو کرتے وقت اپنی سب سے اچھی بات اور بہتر معلومات

میرے سامنے ظاہر کرنے کا ارادہ نہیں کر رہے تھے ؟اور میں بھی اسی طرح کر رہا تھا اور اس طرح ریا ہو جائے گا تو میرے شیخ امام تھوڑی دیر تک روتے رہے پھر اُن پر بے ہوشی طاری ہو گئی اس کے بعد آپ یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

(۱)-ہائے افسوس اے موقف !(میدان محشر)کی مصیبت جہاں حاکم کے عدل سے زیادہ خوف ناک کوئی چیز نہیں ہے۔

(۲)-میں اللہ کو اس کی نافرمانی کر کے چیلنج کرتا ہوں حالاں کہ میرے لیے اس کے سوا کوئی مہربانی کرنے والا نہیں ہے۔

(۳)اے رب !تو معاف فرما ایسے گنہ گار کو جو حد سے بڑھ گیا مگر شرم سار ہے۔

(۴)جب رات تاریک ہو جاتی ہے تو اپنے اس گناہ پر آہ آہ کرتا ہے جس پر علیم و خبیر نے پردہ ڈال رکھا ہے۔

تو یہ عابد و زاہد لوگوں کی ملاقات کا حال ہے تو دنیا داروں اور فضول لوگوں کا حال کیا ہو گا بلکہ بُرے لوگ اور جاہلوں کا حال کیا ہو گا؟

جان لو کہ زمانہ فساد و تباہی میں بڑھ چکا ہے اور نقصان پہنچانے والے لوگ زیادہ ہو گیے ہیں،وہ تمھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے محروم کر دیں گے،یہاں تک کہ تمھیں عبادت سے کچھ بھی حاصل نہ ہو گا(یعنی تم عبادت نہیں کر سکو گے)پھر وہ تمھاری ادا کی ہوئی عبادت کو بھی تباہ کر دیں گے یہاں تک کہ تیرے پاس اس میں سے کچھ باقی نہ رہے گا،تو تیرے لیے کنارہ کشی، لوگوں سے علاحدگی اس زمانے اور اس زمانے کے لوگوں کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنا ضروری ہے،اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے حفاظت فرمانے والا ہے۔

من.....فإن قيل :فما حكم العزلة والتفرد عن الناس ؟ . . ..ص ......۲۰.....إلى ....والله الولى الهداية بفضله.

حل لغات: یُوَارِيْ:(مُوَارَاةٌ)چھپانا۔کِنٌّ:قیام گاہ ،گھر،گھوسلا،جمع اَکْنَانٌ ۔ اَلأَوْدِیَةُ :وادیاں،واحد وَادِيْ حَرَسَ (ن)حفاظت کرنا۔فَحَاوَرْتُ: (مُحَاوَرَةً) گفتگو کرنا۔

سوال: لوگوں سے علاحدگی اور کنارہ کشی کا کیا حکم ہے -اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے -تو ہمیں عزلت کے سلسلے میں مخلوق کے طبقات کی حالت اور عزلت کی وہ تعریف بیان کیجیے جو ضروری ہے ؟

جواب: جان لو -اللہ تعالیٰ ہم اور تم پر رحم فرمائے -کہ لوگ اس باب میں دو طرح کے ہیں۔

پہلا شخص: وہ ہے کہ علم اور حکمت کو بیان کرنے میں مخلوق جس کی محتاج نہیں ہے،تو ایسے آدمی کا لوگوں سے کنارہ کشی کرنا ضروری ہے،اور جمعہ،جماعت،عید،حج یا علمی مجلس ہی میں شریک ہو یا معیشت کے لیے بقدر ضرورت شرکت کرے،مگر اپنی شخصیت کو چھپالے اور گھر میں بیٹھ جائے نہ وہ کسی کو پہچانے اور نہ پہچانا جائے۔

اگر اس طرح کا آدمی لوگوں سے جدا ہونا چاہتا ہو اور کسی بھی امر یعنی دین و دنیا،جماعت ،جمعہ وغیرہ میں شریک نہ ہونے کو پسند کرتا ہو کہ وہ اس میں مصلحت یا فارغ البالی سمجھتا ہے تو اس کے لیے دو باتوں میں سے ایک بات کا ہونا ضروری ہے۔

(ا)-یا تو ایسی جگہ چلا جائے کہ وہاں یہ فرائض لازم نہ رہیں،جیسے پہاڑ یا نشیب و فراز وادیاں وغیرہ،شاید کہ ان وجہوں میں سے کوئی وجہ تھی جو عابدوں کو لوگوں سے دور ان جگہوں پر لے گئی۔

(۲)۔یا تو اس کو بالکل یقین ہو جائے کہ ان فرائض کو ادا کرنے میں لوگوں سے ملنے جلنے میں ایسا ضرر پہنچے گا جو اِن فرائض کے ترک سے بڑا ہے،تو ایسا شخص اس وقت معذور ہوگا،میں نے مکہ میں -اللہ تعالیٰ اسے محفوظ رکھے-بعض اہل علم مشائخ کو دیکھا کہ وہ مسجد حرام سے قریب ہونے اور تندرست ہونے کے باوجود مسجد حرام کی جماعت میں شریک نہیں ہوتے تھے،میں

نے (ان کے پاس آنے جانے کے درمیان) ایک دن اس کے بارے میں گفتگو کی توانھوں نے وہ عذر بیان کیا جس کی طرف ہم نے اشارہ کر دیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ (جماعت میں شریک ہونے پر) جو کچھ بھی ثواب ملے گا وہ لوگوں کی ملاقات اور مسجد کی طرف نکلنے میں ہونے والے گناہ اور نقصانات کے برابر نہ ہوگا۔

میں (امام غزالی) کہتا ہوں حاصل کلام یہ ہے کہ معذور پر کوئی عتاب نہیں اور اللہ تعالیٰ عذر کو خوب جاننے والا ہے وہ دلوں کے راز جانتا ہے، لیکن اس میں معتدل راستہ وہ پہلا راستہ ہے کہ جمعہ، جماعت اور بھلائی کے کاموں میں لوگوں کے ساتھ شریک ہو، اور ان کے علاوہ لوگوں سے جدا رہے۔

اگر وہ دوسرا راستہ پسند کرے اس طور پر کہ لوگوں سے یکبارگی جدا ہو جائے تو اس کا راستہ یہ ہے کہ ایسی جگہ چلا جائے جہاں یہ فرائض اس پر لازم نہ ہوں، پھر تیسرا راستہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ ایک ہی شہر میں رہے لیکن اپنے خیال میں کسی عذر جیسے گناہ یا ضرر کے سبب وہ جماعت یا جمعہ میں حاضر نہ ہوتا ہو، پھر تو اسے باریک نظر اور بڑی رکاوٹوں کی ضرورت پڑے گی، یہاں تک کہ وہ رکاوٹیں اس سے دور ہو جائیں، اور اس تیسرے راستہ میں لغزش کا خطرہ ہے، پہلے دونوں راستے زیادہ صحیح وسالم اور زیادہ محفوظ ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہدایت عطا کرنے والا ہے۔

من....وأماالرجل الثانی :فرجل یکون قدوة فی العلم، . . ..ص. ..۲۰...إلی....فی صحبة الخلق إلی أمر ین شدیدین.

حل لغات: قُدْوَةٌ: پیشوا، نمونہ۔ یَنْصِبُ (ض) قائم رکھنا۔ حُجَجٌ: دلیل، سند ،واحد حُجَّةٌ۔ أَکِلَةٌ: کھانے والے ،واحد آکِلٌ۔ حَشِیْشٌ: ہری گھاس، خشک گھاس ۔ غَزَارَةٌ: (ن) کثیر ہونا۔ جَمٌّ: (ن) بہت ہونا۔

ترجمہ: دوسرا شخص: جو علم میں (لوگوں کا) پیشوا ہوتا ہے اس طور پر کہ لوگوں کو دین کے معاملہ میں حق بیان کرنے، کسی بدعتی کا رد کرنے یا قول وفعل وغیرہ کے ذریعہ

بھلائی کی دعوت دینے میں اس کی ضرورت پڑتی ہے، تو اس طرح کے آدمی کے لیے لوگوں سے کنارہ کشی درست نہیں ہے، بلکہ ان کے درمیان قائم رہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو نصیحت کرے اللہ تعالیٰ کے دین کا (شبہات دور کرکے) بچاؤ کرے، اللہ تعالیٰ کے احکام کو بیان کرے، ہم نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب بدعت سیئہ ظاہر ہوں اور عالم خاموش رہے تو ایسے عالم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے"۔

یہ سب اس وقت تھا جب کہ پیشوا لوگوں میں رہتا ہو لیکن جب وہ ان کے درمیان سے چلا جائے تب بھی اس کے لیے کنارہ کشی جائز نہیں ہے، بیان کیا گیا ہے، کہ استاد ابوبکر بن فورک رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے لوگوں سے علاحدگی کا ارادہ کیا اسی دوران وہ کسی پہاڑ میں (مصروف عبادت) تھے کہ ایک ندا کرنے والے کو ندا کرتے سنا، اے ابوبکر! جب تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر اللہ کی دلیل و حجت ہے تو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو کیوں چھوڑ دیا، (یہ سن کر) وہ لوٹ آئے اور مخلوق کی صحبت اختیار کرنے کا یہی سبب تھا۔

مجھ سے مامون بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ استاد ابو اسحاق اسفرائینی رحمۃ اللہ علیہ نے جبل لبنان کے عابدوں سے کہا، اے گھاس پھونس کھانے والو! تم نے نبی کریم ﷺ کی امت کو گمراہ لوگوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا ہے اور یہاں ہری گھاس کھانے میں مشغول ہوگیے ہو، تو انھوں نے جواب دیا، ہم مخلوق میں رہنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو طاقت دی ہے تو آپ ان میں رہیے ابو اسحاق نے اس کے بعد ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام "الجامع للجلی و الخفی" رکھا۔

اور یہ علمائے کرام رضی اللہ عنہم کثیر علم اور زبردست عمل کے ساتھ راہ آخرت کی منزل میں بھی باریک نظر والے تھے۔

جان لو کہ ایسا انسان دین کے معاملہ میں جس کی لوگوں کو ضرورت پیش آتی ہے وہ لوگوں کی صحبت میں دو اہم امور کا ضرورت مند ہوتا ہے۔

من....أحدهما :صبر طويل ،وحلم عظيم؛ . . . ص . . . ۲۱ . . . إلى...
..فهذه نكتة مقنعة.

حل لغات: مُكَافَاةٌ:بدلہ ،معاوضہ،انعام، ۔اَلاذَی: تکلیف۔ اِسْتِیْحَاشٌ: وحشت محسوس کرنا۔یَنْقَبِضُ عَنْ: (اِنْقِبَاضًا)ناگواری ظاہر کرنا۔ بِشْرٌ :خندہ روئی ۔یَتَجَمَّلُ:(تَجَمُّلًا)خوش اخلاق بننا ۔عَرَضَ لِي: (ض)کوئی خیال آنا ،کوئی چیز یاد آنا ۔وَقَائِعُ :احوال وحوادث ،واحد بَقْعَةٌ۔ یَرْتَکِبُكَ: اِرْتَکَبَهُ الدَّیْنُ : قرض نے اسے دبا دیا۔اِرْتَکَبَهُ الْوَقَائِعُ : حوادث سے نبرد آزما ہونا۔وُقُوْرٌ: نہایت باوقار ،بُردبار ۔ (ض)باوقار بردبار ہونا۔مَغْمُوْرٌ:(ن)گم نام۔ڈھانپ لینا۔ثَغْرٌ:منہ،اگلے دانت ،جمع ثُغُوْرٌ۔کَاسِدٌ: (ن)بازار کا ٹھپ ہونا۔طَلَائِعُ:جماعتیں،واحد طَلِيْعَةٌ۔دُوْنَكَ:اسم مفعول بمعنی خُذْ:عَبُوْسٌ: سخت۔ذَرَائِعُ : وسیلہ،رہنمائی ،واحد ذَرِيْعَةٌ۔مَااَبْعَدَهُ:فعل تعجب۔نَکِدٌ:(س)نَکِدَ عَيْشُهُ زندگی اجیرن ہونا۔زَائِلٌ: (مُزَايَلَةً)جدا ہونا۔لَا تَکْلِمَنَّ (ض)زخمی کرنا۔

ترجمہ: پہلا امر: لمبا صبر،بڑی بردباری،باریک نظر اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے مدد کا ضرورت مند ہونا ہے۔

دوسرا امر: یہ ہے کہ باطن میں لوگوں سے جدا رہے اگرچہ ظاہر میں ان کے ساتھ رہے،اگر لوگ اس سے کلام کریں تو ان سے کلام کرے اور وہ اس کی زیارت کریں،تو حسب مراتب ان کا شکریہ اور احترام کرے،اگر لوگ اس سے خاموشی اختیار کریں اور اس سے اعراض کریں تو وہ ان کی جانب سے غنیمت شمار کرے،اگر وہ کسی حق یا بھلائی میں مشغول ہوں تو وہ ان کی مدد کرے،اگر وہ کسی برائی اور شرارت میں مبتلا ہوں تو ان کی مخالفت کرے،اور ان کو چھوڑ دے ،بلکہ ان کا رد کرے،ان کو ڈانٹ ڈپٹ بھی کرے اگر ان کے ماننے کی امید ہو۔

پھر ان تمام لوگوں کے حقوق ادا کرے(جو دور رہنے کی وجہ سے لازم ہوتے ہیں)یعنی میل ملاقات کرے،عیادت کرے،حسب استطاعت ان کی حاجات پوری کرے،ان سے بدلہ

طلب نہ کرے، اور بدلہ کی امید بھی نہ کرے، نہ اپنی جانب سے ان پر وحشت ونفرت کا اظہار کرے، حتی الامکان ان پر خرچ کرے، اگر اسے دیا جائے توان سے لینے میں ناگواری کرے، ان کی جانب سے تکلیف کو برداشت کرے ،خندہ پیشانی سے ملے، ان کے سامنے اپنے ظاہر کو آراستہ رکھے، اپنی حاجات ان سے پوشیدہ رکھے، انھیں اپنے دل میں برداشت کرے، ظاہر وباطن میں ان کا علاج (تکمیل) کرے، پھر اس کی ضرورت پیش آتی ہے کہ خاص طور سے اپنے نفس میں غور وفکر کرے تاکہ اس کے لیے خالص عبادت کا ایک حصہ حاصل کرلے جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:" اگر رات کو سوتا ہوں تو اپنے نفس کو (آخرت کے تعلق سے) برباد کرتا ہوں اور اگر دن میں سوتا ہوں تو رعایا کو برباد کرتا ہوں، توان دونوں باتوں کے ہوتے ہوئے میں نیند کیسے کر سکتا ہوں۔ اور اسی مفہوم میں مجھے کچھ اشعار یاد آئے ہیں

(۱)- اگر تو پیشواؤں کی راہ میں رغبت رکھنے والا ہے تو خود کو اس بات پر آمادہ کرلے کہ تجھ پر حوادث زمانہ آئیں گے۔

(۲)- ہر مصیبت کے وقت نفس میں سنجیدگی پیدا کرو اور دل کو صابر بناؤ اگرچہ وہ اس سے مانع ہے۔

(۳)- تیری زبان محفوظ، تیری آنکھ میں لگام اور تیرا راز پوشیدہ رہے لیکن وہ رب کے پاس شائع وذائع ہے۔

(۴)- تیرا تذکرہ گمنام، تیرا دروازہ بند، تیرا چہرہ ہشاش بشاش اور تیرا پیٹ بھوکا رہے۔

(۵)- تیرا دل (یاد الہی میں) مجروح، تیرا بازار ٹھپ، تیرا فضل واحسان دفن رہے اور تجھ پر طعن وتشنیع عام ہو۔

(۶)-۔ ہر دن تو زمانہ اور اہل زمانہ کے رنج والم کو پینے والا رہے لیکن دل اطاعت گزار رہے۔

(۷)-تیرا دن بغیر احسان جتلائے لوگوں کی مدد میں مشغول رہے اور تیری رات (لقاے الٰہی کے) شوق میں رہے جس سے (لوگوں کی) جماعتیں بے خبر رہیں۔

(۸)-لہذا اس رات کو لے کر اس سخت دن کے لیے ذریعہ بنالے جس دن وسائل کم ہوں گے۔

ہاں (عالم دین پر ضروری ہے) نفس کے اعتبار سے لوگوں سے ملا رہے، دل کے اعتبار سے ان سے جدا رہے، اور میری عمر کی قسم یہ بہت مشکل امر ہے، اور بے مزہ زندگی ہے، اور اسی کے متعلق ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنی نصیحت میں فرماتے تھے، اے میرے بیٹے! تو دنیا والوں کے ساتھ زندگی گزار لیکن ان کی (کسی کام میں) اقتدا نہ کر، پھر فرمایا: زندوں کے ساتھ اس طرح کی زندگی گزارنا اور مردوں کی پیروی کرنا بہت مشکل ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''لوگوں سے میل جول رکھو اور دل سے ان سے جدا رہو، اور اپنے دین کو ہر گز نقصان مت پہنچاؤ'' تو یہ نفع بخش نکتہ ہے۔

من.....ثم أقول :إذا ماج الفتن بعضها فی بعض . .. ص۲۱،۲۲
....إلی.......أو بطن فلاة ،لصلاح یراہ فی دینه .

حل لغات: إِلًّا: عہد و پیمان۔ اَلْقَاصِیَةُ: دور افتاد (ن) دور ہونا۔ فَذٌّ: اکیلا، تنہا، جمع فُذُوْذٌ۔ اَلشُّذُوْذُ: (ض) الگ تھلگ ہونا، جدا ہونا۔ یَعْتَزِلُ :اِعْتَزَلَ عَنْهُ: کنارہ کش ہونا۔ جُمُوْعٌ: مجلس، مجمع، واحد جَمْعٌ۔ شَاهِقٌ: چوٹی۔ فَلَاةٌ: ایسا ویرانہ جہاں دور دور تک سبزہ اور پانی نہ ہو جمع فَلَوَاتٌ۔

ترجمہ: پھر میں (امام غزالی) کہتا ہوں جب فتنے تہ بتہ ہوں، دین متزلزل ہوجائے، دین کے کاموں سے لوگ پیٹھ پھیر لیں، کسی مومن کی قرابت یا عہد کا لحاظ نہ کریں، عالم دین کو نہ چاہیں اور اسے فائدہ مند نہ جانیں، دین کے کاموں میں ان کی مدد نہ کریں، اور تم فتنہ کو عام و خاص لوگوں میں پاؤ، تو (ایسی حالت میں) عالم کے لیے گوشہ نشینی اور علاحدگی اختیار کرنے اور علم کو دفن کرنے میں عذر (قابل قبول) ہوگا، اور میں خوف کرتا ہوں جو واقعات ہم نے بیان کیے یہ وہی مشکل اور سخت زمانہ ہے اور اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے، اور اسی پر بھروسہ ہے۔

تو یہ لوگوں سے کنارہ کشی اور علاحدگی کا حکم ہے تو اس کو سمجھ لو اس لیے کہ اس میں غلطی بہت ہوتی ہے، اور اس کا نقصان زیادہ ہے، اور اللہ ہی سے توفیق طلب کی جاتی ہے۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ نے یہ حکم نہیں دیا ہے کہ تم پر جماعت میں رہنا ضروری ہے اس لیے کہ اللہ کا دست عنایت جماعت پر ہی ہے، اور بلا شبہ شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جو (ریوڑ سے) الگ رہنے والی، جدا ہونے والی اور دور جانے والی بکری کو ہی پکڑ لیتا ہے، اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تنہا آدمی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے، اور جب دو ہو جائیں تو دور ہو جاتا ہے"؟

جواب: جان لو کہ (جہاں حدیث میں) یہ وارد ہوا ہے (وہاں یہ بھی آیا ہے) اپنے گھر میں بیٹھے رہو، تنہائی اختیار کرو، عام میل جول چھوڑ دو، تو (اس حدیث میں) حضور ﷺ نے برے زمانے میں کنارہ کشی اور علاحدگی کا حکم دیا ہے اور حضور ﷺ کے ارشاد میں کوئی تعارض نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی طاقت اور توفیق سے دونوں حدیثوں میں جمع و تطبیق دینا ضروری ہے۔

میں (امام غزالی) کہتا ہوں کہ حضور ﷺ کا ارشاد "علیکم بالجماعة" (یعنی جماعت کے ساتھ رہو) تین وجہوں کا احتمال رکھتا ہے۔

(۱)۔ یہ ہے کہ اس سے دین اور حکم میں (ساتھ رہنا) مراد لیا گیا ہے، اس لیے کہ یہ امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی، تو خرق اجماع اور حکم اس کے بر خلاف ہے جس پر جمہور امت ہے اور اس (جمہور) سے الگ ہونا باطل اور گمراہی ہے اور اگر اپنے دین میں اصلاح کے لیے ان (جمہور) سے تنہائی اختیار کرے تو یہ (کنارہ کش ہونا) گمراہی نہیں ہے۔

(۲)۔ (علیکم بالجماعة) سے مراد یہ ہے کہ تم لوگوں کی مجلسوں، ان کی جماعتوں اور ان جیسی محفلوں میں علاحدگی اختیار نہ کرو کیوں کہ اس (مجلس وغیرہ) میں دین کی طاقت، اسلام کی خوب صورتی اور کفار و ملحدین کو غصہ دلانا ہے، اور یہ (مجلس) اللہ عزوجل کی نظر رحمت اور برکات سے خالی نہیں ہے، اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اکیلے شخص پر لازم ہے کہ بھلائی کے کام میں

عام لوگوں کی جماعتوں میں شریک رہے، اور (اس کے علاوہ) تمام امور میں تعلقات اور میل جول میں ان سے پرہیز کرے کیونکہ اس (میل جول) میں بہت سی آفتیں ہیں۔

(۳)۔ احتمال (علیکم بالجماعۃ) میں یہ ہے کہ (حضور کا ارشاد) معاملات دین میں ضعیف الاعتقاد شخص کے لیے مبارک زمانے میں تھا، (یعنی ضعیف الاعتقاد شخص علاحدگی اختیار نہ کرے) لیکن وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ کے (دین کے) معاملے میں قوی بصیرت حاصل ہو، جب وہ اس فتنہ کے زمانے کو دیکھے جس سے نبی ﷺ نے اپنی امت کو ڈرایا ہے، اور انھیں اس سے علاحدہ رہنے کا حکم دیا ہے تو علاحدگی اختیار کرنا بہتر ہے، میل جول میں فساد اور آفات واقع ہو سکتی ہیں۔ اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ اسلامی جماعتوں اور عام بھلائیوں میں علاحدگی اختیار نہ کرے، اور اگر وہ مکمل طور پر ان سے علاحدہ ہونا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ پہاڑ کی چوٹی یا جنگل کے درمیان میں رہے تاکہ وہ اپنے دین کی حفاظت کر سکے۔

من.......ثم قلت:ولا أری مثل هذاالرجل أينما . .. .. . ص ۲۲ ..
..إلی....ومن ربك ذا أنس ،ومن الناس وحشيا.

حل لغات: تَطْوِیْ: (ض) لپیٹنا، سمیٹنا۔ عَزَّاءَ: اسم مصدر (تفعیل) تعزیت کرنا ۔ حِیَارٰی: حیرت زدہ، واحد حَیْرَانُ۔ اَلْبِعَادُ: مُبَاعَدَةً کا مصدر ہے، دور رہنا۔ غَمٌّ: اصل میں غَمٌّ ہے میم ساکن پہلے مصرع میں ہے اور میم متحرک دوسرے مصرع میں ہے ۔ اَوْصَابٌ: تکلیف، واحد وَصَبٌ۔ عِنَانٌ: لگام، جمع اَعِنَّةٌ۔ بَنَانٌ: انگلی کا پورا، واحد بَنَانَةٌ ۔ رَهْبَانِيَّةٌ: دنیا سے ترک تعلق کرنا، اور گوشہ نشین ہو کر محض عبادت کرنا۔

ترجمہ: پھر میں کہتا ہوں: اور میں نہیں سمجھتا کہ اس جیسا شخص کہیں ہو اگر اللہ تعالیٰ اسے جماعتوں، جمعوں اور اسلام کے تمام اجتماعات میں حاضر ہونے کی قدرت دے تو وہ حاضری دے تاکہ اس (اجتماع) کا حصہ (ثواب کا) ضائع نہ ہو کیوں کہ اسلامی مجلسیں اللہ کی جانب سے ایک (بڑا) مرتبہ رکھتی ہیں، اگرچہ لوگ (دین میں) بدل جائیں اور بگڑ جائیں، اور ایسا ہی ہم نے

ابدالوں کے بارے میں سنا کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں اسلامی مجلسوں میں حاضر ہوتے ہیں، اور زمین پر جہاں چاہتے سیر کرتے ہیں زمین ان کے لیے ایک قدم برابر ہے۔

حدیثوں میں آیا ہے کہ ابدالوں کے لیے زمین سمیٹ دی جاتی ہے، اور انھیں سلام (الٰہی) کے ذریعے ندا دی جاتی ہے، اور انھیں طرح طرح کی نیکیوں اور کرامتوں کے تحفے دیے جاتے ہیں، تو ان کے لیے (اس کامیابی پر) مبارکبادی ہو، اس چیز کی جس سے وہ کامیاب ہوئے، اللہ تعالیٰ اس شخص کو بہترین توفیق دے جو اپنے نفس کو (دنیا سے) چھٹکارا دینے اور غور و فکر کرنے سے غافل ہے، اور اس (راہ معرفت) کو طلب کرنے والے کی مدد کرے جو ہماری طرح مقصود تک نہیں پہنچا۔

اور مجھے میری حالت زار کے بارے میں میرے کچھ اشعار یاد ہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) ۔طلب کرنے والے کامیاب ہوگیے اور ان کو وصل کی سعادت نصیب ہوگئی، اور دوست دوست کے ذریعہ کامیاب ہوگیے۔

(۲)۔ہم حیرت زدہ اور تذبذب کے عالم میں باقی رہ گیے، وصال اور اجتناب کی حد کے درمیان (معلق ہیں)۔

(۳)۔ہم دور ہی سے قربت کی امید کرتے ہیں اور یہ امید، عقلمند کے نزدیک محال کے درجہ میں ہے۔

(۴)۔تو ہمیں اپنی جانب سے ایسا جام پلا جو غموں کو ختم کردے اور سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کرے۔

(۵)۔اے بیماروں کے طبیب! اے زخموں پر مرہم رکھنے والے! اور اے ہر قسم کی تکلیف سے بچانے والے۔

(۶)۔میں نہیں جانتا جس کے ذریعہ اپنی بیماری کی دوا کروں، یا جس کے ذریعہ قیامت کے دن کامیاب ہوجاؤں۔

(۷)۔تو اب ہم کو چاہیے کہ انگلیوں کی لگام روک لیں (یعنی اس بیان کو ختم کردیں)،اور مقصود عزلت کی جانب رجوع کریں،کیوں کہ ہم اس باب کی شرط (فرض) سے بری الذمہ ہوگیے۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ نے نہیں فرمایا:"کہ میری امت کی گوشہ نشینی مسجدوں میں بیٹھنا ہے"اور اس میں علاحدہ (پہاڑوں یا جنگلوں میں) بیٹھنے سے زجر و توبیخ ہے؟

جواب: جان لو کہ یہ (مسجدوں میں گوشہ نشینی اختیار کرنا) اچھے زمانے میں ہے ،جیساکہ ہم نے بیان کیا،اور یہ بھی (اس کا مطلب ہوسکتا ہے) کہ اگر وہ مسجد میں بیٹھے اور لوگوں سے میل جول نہ رکھے،اور ان کے معاملات میں مداخلت نہ کرے،تو یہ شخص (اس صورت میں) ظاہری طور پر ان کے ساتھ ہوگا اور باطنی طور پر ان سے علاحدہ ہوگا،اور یہی عزلت اور علاحدگی کا معنی ہے جس کی ہم تشریح کررہے ہیں،جسم اور مکان کی علاحدگی مقصود نہیں،اس کو اچھی طرح ذہن نشین کرلو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے،اور اسی نکتہ کے متعلق حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"تنہا رہ کر جماعتی بن جا،اپنے رب سے الفت و محبت رکھ ،اور لوگوں سے وحشت رکھ"۔

من.....فإن قيل :فما تقول فى مدارس علماء الآخرة،....ص ، ۲۳ ،۲۲إلى.....فى أمر الدين للعلم والعبادة ،وأحكم رأي.

حل لغات: رِبَاطَاتٌ: خانقاہ،واحد رِبَاطٌ۔مَثَلِيٌ: (ک)"اَمْثَل" کی تانیث ہے،بے مثال،افضل۔اَعْدَلُ:اسم تفضیل،عَدَلَ الشَيْءُ عَدْلًا:سیدھا کرنا۔

سوال: آپ علماے آخرت کے مدارس (یعنی اساتذہ) اور آخرت کے راستہ پر چلنے والے صوفیاے کرام کی خانقاہوں اور ان میں (گوشہ نشینی پر عامل) رہنے والے حضرات کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟(کیونکہ وہ حضرات لوگوں سے الگ پہاڑوں اور جنگلوں میں نہیں رہتے ہیں)۔

جواب: جان لو کہ گوشہ نشینی کا یہ صحیح و درست طریقہ عام اہل علم و ریاضت کے لیے ہے،اس لیے کہ یہ طریقہ دو فائدوں پر مشتمل ہے ان میں ایک یہ ہے کہ (قلبی طور پر) لوگوں سے

علاحدگی، ان کی صحبت، میل جول اور ان کے معاملات میں شرکت سے علاحدگی ہے، اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جمعہ اور جماعتوں میں ان کے ساتھ شریک ہونے سے اسلامی اعمال میں اضافہ کرنا ہے، تو ہمیں وہ سلامتی حاصل ہوگی جو گوشہ نشینی اختیار کرنے والوں کے لیے ہے، اور وہ خیر کثیر حاصل ہوگا جو عام مسلمانوں کے لیے ہے، ساتھ ہی ساتھ اس میں لوگوں کی رہنمائی برکت اور نصیحت ہے، تو ان میں رہنا سب سے سیدھا طریقہ، بہتر حالت اور سلامتی والا راستہ ہے، اسی وجہ سے اکثر عارفین حضرات نے معاملات دین میں اللہ تعالی کے بندوں کو فائدہ پہنچانے، ان کی تکلیف کو کم کرنے، مخلوق کو ان کے آداب اور اچھے طریقہ کا مشاہدہ کرانے کے لیے لوگوں کے درمیان سکونت اختیار کی، تاکہ لوگ ان کی اقتدا کریں، کیونکہ زبان حال (یعنی اخلاق اطوار طور وطریقہ) زبان قال (زبانی گفتگو) سے زیادہ فصیح ہے تو یہ (عارفین کا لوگوں میں رہنا) علم اور عبادت کے لیے معاملات دین میں بہتر تدبیر اور مضبوط مشورے ہیں۔

من......فإن قیل :فما حکم المرید مع المجتھدین ..... ص ۲۳ ... إلی ..
...وتأمّلھا تغنم وتسلم إن شاء اللہ تعالیٰ

حل لغات: زَاوِیَۃٌ: تکیہ، گوشہ، خانقاہ، جمع زَوَایَا۔ حِصْنٌ حَصِیْنٌ: سب سے مضبوط قلعہ۔ تَسْلُبُ: (ن) اچکنا۔ تَسْتَاسِرُ: قید کرنا۔ اَلْمَثَابَۃُ: مقام، درجہ، قَرْنَاءُ: ہم نشین، واحد قَرِیْنٌ۔

ترجمہ: سوال: اہل ریاضت اور مجاہدہ کرنے والوں کے ساتھ، مجاہدہ کا ارادہ کرنے والے کا رہنا کیسا ہے؟ ان کے ساتھ رہے یا ان سے دور رہے؟

جواب: جان لو کہ جب وہ (اہل ریاضت) اپنے اسلاف کے طریقے اور ان کی سیرت پر قائم رہیں جو ان کے سلف سے منقول ہے، تو وہ عظیم دینی بھائی ہیں، دوست ہیں اللہ کی عبادت پر مددگار ہیں، اور تمھارے لیے ان (اہل ریاضت) سے گوشہ نشینی اختیار کرنے، تنہا رہنے کی ضرورت نہیں ہے، بلاشبہ ان کی مثال ان کی طرح ہے جو تم لبنان وغیرہ کے عابدوں کے بارے

میں سنتے ہو، کہ ان میں سے کچھ لوگ نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، ایک دوسرے کو حق (پر قائم رہنے) اور صبر کی تلقین کرتے ہیں۔

لیکن جب ان کی سیرت بدل جائے، اپنے طریقہ کو چھوڑ دیں، اور سلف صالحین سے منقول طریقہ کو بھی چھوڑ دیں، تو ان مجتہد مرتاض (مبتدی مریدین) کا حکم ان کے ساتھ تمام لوگوں کے حکم کی طرح ہوگا، اس (مرید صادق) کے لیے گوشہ نشینی لازم ہے، اپنی زبان کو (برائی سے) روکے، بھلائیوں میں ان کے ساتھ شریک ہو، ان کے بقیہ احوال وآفات سے بچے تو وہ عزلت نشینوں، منفردین سے بھی الگ تھلگ رہے۔

سوال: اگر یہ مجتہد مرتاض (ان صادق مریدین) کے درمیان سے نکل کر اپنے نفس کی اصلاح اور اس آفت سے بچنے کے لیے جو ان کے ساتھ پیش آرہی ہے دوسری جگہ (گوشہ نشینی کے لیے) جانا چاہے تو کیا اس کا جانا درست ہے؟۔

جواب: جان لو کہ یہ مدارس اور خانقاہیں مضبوط قلعوں میں سے ایسے قلعے ہیں جن کے ذریعہ مجتہدین (سلوک کی منزلیں طے کرنے والے) ڈاکوؤں اور چوروں سے محفوظ رہتے ہیں، اور ان (مدارس اور خانقاہوں) سے باہر رہنا صحرا کی طرح ہے، جن میں شیطانی لشکر، لشکر در لشکر گھومتے رہتے ہیں، تو وہ اسے اچک لیتے ہیں، یا اسے قید کر لیتے ہیں، تو اس شخص کی حالت کیا ہوگی جو جنگل کی طرف نکلے، اور دشمن اس پر ہر طرف سے قابو پا جائے، تو وہ جو چاہے گا کرے گا، تو اس وقت اس ضعیف (مبتدی مرید) کے لیے قلعہ (مدارس اور خانقاہ) کو لازم پکڑنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔

لیکن وہ شخص جو قوی اور بصیرت والا ہو جس پر دشمن غالب نہ ہوں، اس کے نزدیک قلعہ اور صحرا دونوں برابر ہیں، جب وہ نکلے گا تو اس پر کوئی خوف نہ ہوگا، مگر قلعہ میں رہنا ہر حال میں زیادہ حفاظت ہے، اس لیے کہ وہ برے ہم نشینوں کے ساتھ رہنے میں اچانک اور اتفاقی حملے سے محفوظ نہیں اور جب معاملہ اس طرح کا ہے، تو اللہ والوں کے ساتھ رہنا، ان کی صحبت کی مشقت پر صبر کرنا، ہر حال میں طالب خیر اور مرتاض کے لیے زیادہ بہتر ہے، اور وہ طاقتور جو

استقامت کے درجہ کو پہنچ چکا ہو لوگوں سے علاحدہ رہنے میں کوئی مانع نہیں تو تم ان تمام باتوں کو جان لو اور ان میں غور و فکر کرو، اگر اللہ نے چاہا تو امن و سلامتی پا جاؤ گے۔

من......فإن قيل:فما تقول في زيارة الإخوان في الله عزوجل، ... .ص ٢٣.....إلى.....بل خير كثير،ونفع عظيم،والله الموفق.

حل لغات: اَلزُّلْفَةُ الْكَرِيْمَةُ: مبارک قرب۔ غِبًّا:(ض)غَبَّ الرَّجُلُ فِي الزِّيَارَةِ۔ ناغہ کرکے ملاقات کرنا۔ اَرْجیٰ: اسم تفضیل، زیادہ پرامید، فائدہ مند۔

ترجمہ: سوال: آپ دینی بھائیوں کی زیارت کرنے، دوستوں سے ملاقات کرنے اور ان سے گفتگو کرنے کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: جان لو کہ دینی بھائیوں کی زیارت کرنا، اللہ تعالیٰ کی عبادت کی خوبیوں میں سے ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ کی قربت کریمہ ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس میں طرح طرح کے فائدے اور دل کی درستگی ہے، لیکن دو شرطوں کے ساتھ۔ (اس زیارت و ملاقات کی دو شرطیں ہیں)

پہلی شرط: یہ ہے کہ تم اس میں حد سے تجاوز نہ کرو، نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: ”ناغہ کرکے ملاقات کیا کرو تاکہ محبت زیادہ ہو“۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ اپنے آپ کو پورے طور پر ریاکاری، آراستہ کرنے، لغو گفتگو، غیبت اور اس جیسی دوسری باتوں سے محفوظ رکھو، ورنہ تم اور تمھارے (ملاقاتی) بھائی پر مصیبت نازل ہو جائے گی، بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فضیل اور سفیان ثوری رحمہما اللہ نے کسی چیز کا ذکر کیا تو دونوں حضرات رو پڑے، تو (آخر میں) حضرت سفیان ثوری نے کہا: اے ابوعلی! (حضرت فضیل کی کنیت) میں امید کرتا ہوں کہ ہم اس مجلس سے زیادہ فائدہ مند کسی مجلس میں نہیں بیٹھے، تو حضرت فضیل نے کہا، میں تو ایک خطرناک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، حضرت سفیان ثوری نے پوچھا کیسے اے ابوعلی! اسے خطرناک مجلس قرار دیتے ہو؟ حضرت فضیل نے کہا، کیا تم مجھ سے ہونے والی گفتگو میں اپنی باتوں کو مزین نہیں کر رہے تھے؟ اور میں تم سے ہونے والی

گفتگو میں اپنی باتوں کو مزین نہیں کر رہا تھا؟ تو تم نے میری خاطر مزین کیا اور میں نے تمھاری خاطر باتوں کو مزین کیا، (یہ سن کر) حضرت سفیان ثوری رو پڑے۔

تو ضروری ہے کہ تمھارا دینی بھائیوں کی ملاقات وزیارت میانہ روی، احتیاط اور اچھی نظر (ریا تکلف سے پاک) کے ساتھ ہو، تو اس صورت میں تمھاری عزلت وتنہائی اور لوگوں سے علاحدہ رہنے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا، تم اور تمھارے بھائی پر کوئی پریشانی اور آفت نہیں آئے گی، بلکہ زیادہ بھلائی اور بڑے نفع کی امید ہے اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

من......فإن قلت: فما يبعثني على العزلة عن الناس...ص ٢٣، ٢٤....إلى .....هذا أقصى التحذير وغايته.

حل لغات: يُهَوِّنُ :هَوَّنَ الأَمْرُ عَلىٰ: کسی معاملہ کو کسی پر آسان کرنا۔ اِسْتِغْرَاقٌ: اِسْتَغْرَقَ الشَّيْءُ: احاطہ کرنا، گھیرنا، بالکل مشغول بنانا۔ اِسْتَغْرَقَ فِي الشَيْءِ: خوب مشغول رہنا۔ اِسْتِئْنَاسٌ: اِسْتَانَسَ بِهٖ: مانوس ہونا۔ بَطَرٌ: (س) تکبر، اتراہٹ۔ سَاقَهٗ: (ن) إِلىٰ فُلَانٍ: بھیجنا۔ مُنَاجَاةٌ: خفیہ دعا، ہم کلامی۔ ذِرْ (س) چھوڑنا۔ عَقَارِبًا: بچھو، واحد عَقْرَبٌ۔ اَلطَّمْعُ: امید۔ طَرَدْتُ: (ن) ہٹانا۔ لَا يَقْنَعُ: (اِقْنَاعًا) مطمئن کرنا۔

ترجمہ: سوال: وہ کیا چیز ہے جو مجھے لوگوں سے تنہائی اور علاحدگی پر ابھارے اور اس کام کو میرے اوپر آسان کردے؟

جواب: جان لو کہ وہ چیز جو تم پر علاحدگی کو آسان کردے گی وہ تین چیزیں ہیں۔

پہلی چیز: یہ ہے کہ اپنے (دن رات کے) وقتوں کو عبادت میں مشغول و مصروف کردو اس لیے کہ عبادت میں مشغول ہونا ہی اصل مصروفیت ہے، اور لوگوں سے (بے ضرورت) مانوس ہونا، افلاس اور فقیری کی علامت ہے، اور جب تم دیکھو کہ تمھارا نفس بلاضرورت وبلاحاجت لوگوں سے ملاقات اور ان سے گفتگو کا مشتاق ہے، تو جان لو کہ تم کو فضول پن، دین سے اعراض، تکبر اور اترانے کی طرف لے جا رہا ہے اور جس نے بھی اس بارے میں کہا ہے اچھا کہا ہے:

(ا)- بے شک (نیکیوں سے) فرصت مجھے تیری ملاقات کے لیے لے آئی اور یقیناً بسا اوقات بے کار آدمی فضول کام کر بیٹھتا ہے۔

توجب تم پورے طور پر عبادت میں مشغول اور خفیہ دعا کی شیرینی پاؤ گے، تو تمھیں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے انسیت ہو جائے گی، مخلوق سے غافل ہو جاؤ گے، ان کے میل جول اور گفتگو سے نفرت کرو گے، حدیث شریف میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مناجات الٰہی سے واپس آتے تھے تو انھیں لوگوں سے وحشت ہوتی تھی اور اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں ڈال لیتے تھے تاکہ ان کی گفتگو سنائی نہ دے، اور اس وقت ان کے نزدیک لوگوں کا کلام نفرت اور وحشت میں گدھے کی آواز کی طرح ہوتا تھا، اور تم ان اشعار کو یاد کر لو جو ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمائے ہیں۔

(ا)- اللہ تعالیٰ سے دوستی کر کے اس سے راضی رہو، اور لوگوں کو کنارے چھوڑ دو۔

(۲)- سچی دوستی کرنے والے بن جاؤ چاہے، تم لوگوں کے درمیان حاضر رہو یا غائب رہو۔

(۳)-جس طرح چاہو لوگوں کو جانچ لو (جب تمہیں ان سے واسطہ پڑے گا) تو انھیں بچھو پاؤ گے۔ (یعنی مدد نہیں کریں گے)

دوسری چیز یہ ہے کہ تم ان سے مکمل طور پر لالچ اور امید منقطع کر لو پھر تم پر ان سے (کنارہ کشی) کا معاملہ آسان ہو جائے گا، اس لیے کہ جب تمھیں کسی شخص کے نفع کی امید اور اس کے نقصان کا خوف نہیں ہوگا تو اس کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔

تیسری چیز: جس سے (کنارہ کشی) حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ تم ان (میں رہنے) کی آفتوں میں غور و فکر کرو اور یاد کرو اور اپنے دل میں دہراؤ اس لیے کہ جب تم ان تین امور کو لازم کر لو گے تو یہ امور تمہیں مخلوق کی صحبت سے ہٹا کر دربار الٰہی میں پہنچا دیں گے، عبادت کے لیے علاحدگی حاصل ہو جائے گی اور (یہ سخت منزل) تمھیں پسند آئے گی، باب الٰہی کو تم پا لو گے اور اللہ ہی سے توفیق کی امید کی جاتی ہے۔

تیسری رکاوٹ شیطان ہے:

اے میرے بھائی!(عبادت میں کامیاب ہونے کے لیے) تم پر شیطان سے جنگ کرنااور اس پر سختی کرنا بھی ضروری ہے اور یہ دو وجہ سے ضروری ہے:

پہلی وجہ: یہ کہ وہ تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے اور اس سے صلح یا تم پر رحم کی امید نہیں ہے بلکہ اسے مکمل سکون واطمینان تمھیں ہلاک کر کے ہی ملے گا، تو اپنے دشمن سے بے خوف یا غافل رہنے کی کوئی وجہ (اچھی) نہیں ہے اور تم اللہ تعالیٰ کی دو آیتوں میں غور وفکر کرو:

پہلی آیت: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَيۡكُمۡ يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّيۡطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ﴾(پ ۲۳،یس: ٦٠) ”اے اولاد آدم!کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے“۔

دوسری آیت: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لَكُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡهُ عَدُوًّا﴾(پ ۲۲،فاطر: ٦) ”بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے“ تو تم بھی اسے دشمن سمجھو، یہ آیت کریمہ بے پناہ ڈرانے کے لیے ہے۔

من.....والخصلة الثانية :أنه مجبول على عداوتك،.....ص ٢٤ .... إلى...فإن الرجوع إلى رب الكلب ليصرفه عنك أولى.

حل لغات: شَدَدْتَّ وَسْطَكَ: تو کمر بستہ ہوا، وَسْطٌ ہر چیز کا درمیانی حصہ ،کمر ،جمع اَوْسَاطٌ: لِتَغَايُظٌ: (مُغَايَظَةً) سخت ناراض کرنا-تَكَايُدُ: (مُكَايَدَةً) کسی کے ساتھ مکروفریب کرنا-رَأسًا: سرے سے-يُصَادِفُ (مُصَادَفَةً) موافقت کرنا-مَدَاخِلُ: راستہ ،دروازہ، واحد مَدْخَلٌ-يَعْقِرُ: (ض) کاٹ کھانا-يَجْرَحُ: (ف) زخمی کرنا، کاٹنا۔

ترجمہ: دوسری وجہ: شیطان پر سختی کرنے کی یہ ہے کہ وہ تمھاری دشمنی پر پیدا کیا گیا ہے اور ہمیشہ تم سے جنگ کرنے کے لیے کمر بستہ ہے، تو وہ رات کی گھڑیوں اور دن کے

کناروں میں تم پر (اپنی شیطانیت کے) تیر پھینکتا رہتا ہے، اور تم اس کی شرارت سے غافل ہو، تو (اس وقت تمھاری) حالت کیسی ہوگی؟۔

پھر تمھارے ساتھ دوسری ایسی چیزیں ہیں (جو شیطان کو تمھاری عداوت پر ابھارتی ہیں) اور وہ یہ ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو، اور مخلوق خدا کو اپنے قول وفعل سے بارگاہِ خدا کی دعوت دے رہے ہو، اور یہ امور شیطان کے کام، اس کی ہمت، اس کی مراد، اور اس کے پیشہ کے خلاف ہیں، تو تم اس طرح ہوگیے ہو گویا کہ تم شیطان کو غضبناک کرنے اس کے مکروفریب اور مخالفت کو زیادہ کرنے کے لیے کمربستہ ہوگیے تو وہ بھی تم سے عداوت، جنگ کرنے ، اور تم سے مکروفریب کرنے پر کمربستہ ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ وہ تمھاری حالت خراب کردیتا ہے، بلکہ وہ تمہیں پورے طور پر ہلاک کرنے کی کوشش کرتا ہے، (یعنی ایمان چھینا چاہتا ہے) اس لیے کہ وہ تمھاری طرف سے بے خوف نہیں ہے، بے شک شیطان برائی اور ہلاکت کا ارادہ ان لوگوں کے ساتھ بھی کرتا ہے جو اس کی عداوت اور مخالفت نہیں کرتے ہیں، بلکہ اس سے دوستی کرتے ہیں اور اس کی موافقت کرتے ہیں، جیسے کفار، گمراہ لوگ اور بعض حالتوں میں دلچسپی رکھنے والے لوگ، تو اس کا قصد وارادہ اس شخص کے ساتھ کیسا ہوگا جو اس کو غضبناک کرنے اور اس سے مقابلہ کے لیے تیار رہتا ہے۔

اور اے عبادت اور علم میں سرگرمی کرنے والو! پھر تو عام لوگوں کے ساتھ اس کی دشمنی عمومی اور تمھارے ساتھ خصوصی ہوگی، اس لیے کہ تمھارا معاملہ اس کے لیے اہم ہے، اور اس کے ساتھ تمھارے خلاف (جنگ کرنے کے لیے) اس کے کچھ مددگار بھی ہیں (اس کے مددگاروں میں) سب سے زبردست مددگار تمھارا مخالف تمھارا نفس اور خواہشات ہیں، اور اس کے پاس (تم پر غالب آنے کے لیے) بہت سے اسباب وذرائع اور راستے ہیں جن سے تم غافل ہو، اور حضرت یحیٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں: ”شیطان فارغ ہے، تو مشغول ہے، شیطان تجھے دیکھ رہا ہے اور تو اسے نہیں دیکھ رہا ہے، تو نے اسے بھلا دیا ہے، اس نے تجھے نہیں بھلایا ہے، اور تیرا نفس بھی تیرے خلاف شیطان کا یار و مددگار ہے، اس لیے

اس سے جنگ کرنا اور اسے مغلوب کرنا ضروری ہے ورنہ تو فساد اور ہلاکت سے محفوظ نہیں رہے گا۔

سوال: کس چیز کے ذریعہ میں شیطان سے جنگ کر سکتا ہوں، کس چیز سے اسے مغلوب کر سکتا ہوں اور دفع کر سکتا ہوں؟۔

جواب: جان لو کہ صوفیاے کرام کے (شیطان کو دفع کرنے کے لیے) اس مسئلہ میں دو طریقے ہیں۔

پہلا طریقہ: یہ ہے جو بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ شیطان کو دفع کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی جائے، اس لیے کہ شیطان ایک کتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تم پر مسلط کر دیا ہے، اگر تم اس سے جنگ کرنے اور جھگڑنے میں مشغول ہو گیے تو تھک جاؤ گے، وہ تمھارا وقت ضائع کر دے گا اور آخر کار تم پر غالب آجائے گا، تو وہ تمہیں کاٹے گا اور زخمی کر دے گا، اس لیے کتے کے مالک کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے تاکہ وہ اسے پہلے ہی تم سے ہٹا دے۔

من.....والثانی:ما قال آخرون :إن الطریق المجاهدة، ...ص ۲۵ .... إلی....إلا إلی الشر فی قول أکثر علمائنا.

حل لغات: اَلطَّرِیْقُ الْعَدْلُ: سیدھا راستہ، عَدْلٌ: یہاں صفت کی جگہ مبالغہ کے طور پر لایا گیا ہے۔ عَدَلَ الشَیْءَ: سیدھا کرنا، درست کرنا۔ تَمْحِیْصٌ: مَحَّصَ التَّائِبَ مِنَ الذُّنُوْبِ: توبہ کرنے والے کو گناہوں سے پاک کر دینا، آزمانا۔ یَتَجَاسَرُ: (تَجَاسُرًا) جرأت دکھانا، کسی کے خلاف اقدام کرنا۔ اَوْلَعَ بِكَ: (إِیْلَاعًا) فریفتہ ودلدادہ ہونا۔ لَجَّ (ض) کسی کام میں لگے رہنا۔ آکِلَۃٌ خارش۔ شَبَکَاتٌ: جال، واحد شَبْکَۃٌ ۔ تَنْصِبُ (ض) گاڑنا، بچھانا۔ اِعْتَصَمْتُ بِہٖ: (اِعْتِصَامًا) مضبوطی سے تھامنا۔ وَکَّلَ (تَوْکِیْلًا) وکیل بنانا۔

ترجمہ: دوسرا طریقہ: شیطان کو دفع کرنے کا طریقہ دوسرے حضرات نے بیان کیا ہے، شیطان کو دفع کرنے، بھگانے اور مخالفت کے لیے مجاہدہ کا طریقہ ہے۔

میں (امام غزالی) کہتا ہوں کہ میرے نزدیک اس بارے میں سیدھا اور جامع راستہ یہ ہے کہ دونوں راستوں (طریقوں) کو جمع کر لیا جائے، تو اولاً ہم اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جیسا کہ اس نے ہمیں حکم دیا ہے، اور اس کے شر کے لیے اللہ کافی ہے، پھر اگر ہم (پناہ مانگنے کے بعد بھی) اس کو دیکھتے ہیں کہ وہ ہم پر غالب آ رہا ہے، تو اس بات سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے تاکہ وہ امر عبادت میں ہماری طاقت، ہمارے مجاہدہ کی سچائی کو جانچ لے، ہمارے صبر کو ظاہر کر دے، جیسے کہ وہ ہمارے اوپر کفار کو مسلط کرتا ہے حالانکہ وہ ان کے کام اور شرارتوں کو ختم کرنے پر قادر ہے۔ (اس لیے مسلط کرتا ہے) تاکہ ہمارے لیے جہاد، صبر، گناہوں سے پاکی اور شہادت میں سے کچھ حصہ (ثواب کا) جمع ہو جائے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:﴿ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ﴾(پ ٤، آل عمران: ١٤٠) "اور اس لیے کہ اللہ پہچان کرا دے ایمان والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے" اور مزید ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾(پ ٤، آل عمران: ١٤٢) "کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی" تو اسی طرح ہمیں شیطان سے مقابلہ کرنے کا حکم دیا گیا۔

پھر ہمارے علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ شیطان سے مقابلہ کرنے اور اس کو مغلوب کرنے کے لیے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

شیطان کو مغلوب کرنے والی تین چیزیں

اول: یہ ہے کہ تم اس کی چالاکیوں اور حیلوں کو جان لو اور پہچان لو، (جب تم یہ کر لو گے) تو اس وقت وہ تمہارے خلاف جرأت نہیں کر سکے گا، جیسے کہ چور کو جب معلوم ہو جائے کہ گھر والے کو اس کے آنے کا احساس ہو گیا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے۔

دوم: یہ ہے کہ تم اس کی (گمراہ کن) دعوت و پکار کو رد کر دو اور اپنا دل اس کی طرف مت لگاؤ، اس کی پیروی مت کرو اس لیے کہ شیطان بھونکنے والے کتے کی طرح ہے، اگر تم اس کی طرف توجہ دو گے تو اور بھڑکے گا پیچھے پڑھ جائے گا اور اگر اعراض کرو گے تو وہ خاموش ہو جائے گا۔

سوم: (ابلیس سے حفاظت کی) یہ ہے کہ تم اپنی زبان اور دل سے لگاتار اللہ کا ذکر کرتے رہو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "بے شک اللہ کا ذکر شیطان کے پہلو میں اتنا تکلیف دہ ہے جیسا کہ انسان کے پہلو میں خارش تکلیف دہ ہے"۔

سوال: شیطان کے مکروفریب کو ہم کیسے جانیں گے اور اس کو پہچاننے کا راستہ کیا ہے؟۔

جواب: جان لو کہ اول تو (اس کے مکروفریب میں سے) اس کے وسوسے ہیں، جو ان تیروں کی مانند ہیں جن کو وہ پھینکتا ہے، اس کی معلومات تمہیں خواطر اور اس کی قسموں کو جاننے سے ہوگی۔

دوسری چیز اس کے حیلے ان جالوں کی طرح ہیں جن کو وہ (لوگوں کے دلوں کا شکار کرنے کے لیے) بچھاتا ہے، اور تمہیں ان حیلوں کی معرفت شیطان کے دھوکے، ان کے اوصاف اور راستوں کو جاننے سے ہوگی۔

اور ہمارے علمارضی اللہ عنھم نے دل کے خیالات کے چند بابوں کا ذکر کیا ہے، اور ہم نے (بھی) ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہم نے "تلبیس ابلیس" رکھا ہے، اور ہماری یہ کتاب زیادہ بیان کی طاقت نہیں رکھتی ہے، لیکن (پھر بھی) تمھاری خاطر اگر تم اسے مضبوطی سے تھامو تو ان شاءاللہ تعالیٰ ان میں سے ہر ایک سے بقدر کفایت اصول ذکر کریں گے۔

خیالات کی اصل:: تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل پر ایک فرشتہ مقرر فرمادیا ہے جو اسے بھلائی کی طرف بلاتا ہے، اس فرشتہ کو "ملھم" کہا جاتا ہے، اور اس کی دعوت کو "الھام" کہا جاتا ہے، اور اس کے مقابلہ میں (دل پر) اللہ تعالیٰ نے ایک شیطان مسلط

فرمادیا ہے، جو بندہ کو برائی کی طرف بلاتا ہے ،اس شیطان کو "وسواس" اور اس کی دعوت کو "وسوسہ" کہا جاتا ہے، تو ملھم فرشتہ بھلائی ہی کی طرف بلاتا ہے، اور وسواس شیطان بندہ کو برائی ہی کی طرف بلاتا ہے، یہ قول ہمارے اکثر علمائے کرام کا ہے۔

من.....وقد حکی عن شیخنا رحمۃ اللہ :....ص ٢٥،٢٦ .. .. إلى .....من اللہ سبحانہ وتعالى ،لکنھا أربعۃ أقسام.

حل لغات: لَا یَفِيْ: وَفَیَ الشَّيْءُ شَیْئًا: کسی چیز کا دوسری چیز کے مساوی ہونا ۔لَمَّۃٌ: مختصر ملاقات، نزول، قربت، جمع لِمَامٌ۔ خَطَرَاتٌ: ہوا کے جھونکے، واحد خَطْرَۃٌ۔

ترجمہ: اور ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: کہ بسا اوقات شیطان بھلائی کی دعوت دیتا ہے ،حالانکہ اس میں اس کا مقصد برائی ہوتا ہے ،اس طور پر کہ اس کو کم درجہ کی نیکی کی دعوت دیتا ہے تاکہ اس سے ذریعہ بڑی نیکی کو روک دے، یا اسے بھلائی کی دعوت دیتا ہے تاکہ ایسے بڑے گناہ کی طرف لے جائے جس میں اس کی (وہ) بھلائی اس برائی کے مساوی نہ ہو سکے جیسے خود پسندی وغیرہ۔

تو یہ دونوں داعی (فرشتہ اور شیطان) بندہ کے دل پر مقرر رہتے ہیں، وہ دونوں اسے دعوت دیتے ہیں اس حال میں کہ اس کا دل (ان دونوں کی دعوت کو) سنتا ہے اور محسوس کرتا ہے، جیسا کہ حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے کہ جب انسان کا کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان کو لگا دیتا ہے، تو شیطان انسان کے دل کے بائیں کان پر بیٹھتا ہے اور فرشتہ اس کے دل کے دائیں کان پر بیٹھتا ہے، تو یہ دونوں اسے (اپنی اپنی) دعوت دیتے رہتے ہیں۔

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شیطان انسان پر اترتا ہے اور فرشتہ بھی اترتا ہے ،یعنی دعوت دینے کے لیے اترتے ہیں ،یہ اہل عرب کے قول "لما بالمکان و الم بہ" سے مشتق ہے، یعنی جب اس پر اتر جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں ایک ایسی طبیعت رکھی ہے جو خواہشات اور لذتوں کو حاصل کرنے کی طرف مائل کرتی ہے، خواہ وہ خواہش جائز ہو یا ناجائز، اچھی ہو یا بری، تو وہ خواہشِ نفس طبیعتِ انسان کو آفتوں کی طرف لیجاتی ہے، تو یہ تین داعی ہیں جو انسان کو مختلف امور کی طرف بلاتے ہیں (۱) فرشتہ (۲) شیطان (۳) نفس۔

پھر اس مقدمہ کے بعد جان لو کہ خواطر وہ علامتیں ہیں جو بندہ کے دل میں پیدا ہوتی ہیں، جو اسے کاموں کے کرنے یا چھوڑنے پر ابھارتی ہیں، اس کی طرف دعوت دیتی ہیں، اس کے مضطرب ہونے کی وجہ سے اسے خواطر کہا جاتا ہے، یہ لفظ ''خطرات ریح'' (ہوا کے جھونکے) سے (ماخوذ) ہے، تو ان تمام چیزوں کا بندہ کے دل میں پیدا ہونا حقیقۃً اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے لیکن ان خواطر کی چار قسمیں ہیں۔

من......منها ما يحدثه الله تعالىٰ في القلب ابتداءً ...ص ٢٦.
...إلى.....وكذالك الهوى على من يقول به.

حل لغات: تَعَسُّفًا: بے راہ روی۔ اِغْوَاءٌ: گمراہی، بے راہ روی۔ اِسْتِذْلَالٌ: لغزش، ٹھوکر۔

ترجمہ: **(۱)**۔ ان میں سے ایک وہ ہے جسے ابتداً اللہ تعالیٰ بندہ کے دل میں پیدا کر دیتا ہے، اسے صرف ''خواطر'' کہا جاتا ہے۔

(۲)۔ قسم جسے وہ پیدا کرتا ہے، وہ ہے جو انسان کی طبیعت کے موافق ہو، اسے ''خواہش نفس'' کہا جاتا ہے۔

(۳)۔ قسم وہ ہے جو ''ملہم'' فرشتہ کی دعوت کے بعد بندہ کے دل میں پیدا ہوتی ہے اس خاطر کو فرشتہ کی جانب منسوب کرتے ہیں اور اسے ''الہام'' کہا جاتا ہے۔

(۴)۔ قسم وہ ہے جو شیطان کی دعوت کے بعد دل میں پیدا کرتا ہے، تو وہ خاطر شیطان ہے اور اسے ''وسوسہ'' کہا جاتا ہے وہ شیطان کی طرف منسوب ہوتا ہے اس لیے کہ وہ شیطان کے خواطر ہیں، اور یہ خاطر شیطان کی دعوت کے بعد بندہ کے دل میں پیدا ہوتا ہے، تو

شیطان اس میں سبب کی طرح ہے، لیکن یہ خاطر شیطان ہی کی طرف منسوب ہے تو اس طرح خواطر کی چار قسمیں ہوئیں۔

پھر اس تقسیم کے بعد جان لو کہ وہ خطرہ جو ابتداءً اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندے کے دل میں آتا ہے تو کبھی وہ اچھا ہوتا ہے، انعام واکرام کرنے اور حجت کو لازم کرنے کے لیے ہوتا ہے اور کبھی وہ خطرہ برا ہوتا ہے، امتحان وآزمائش اور سخت مشقت کے لیے ہوتا ہے۔

اور وہ خطرہ جو ملہم فرشتے کی جانب سے ہوتا ہے وہ صرف بھلائی ہی ہوتا ہے اس لیے کہ وہ نصیحت کرنے والا اور رہنمائی کرنے والا ہے، اس کو صرف بھلائی کے لیے ہی بھیجا گیا ہے۔

اور وہ خطرہ جو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے وہ صرف برائی ہی ہوتا ہے، گمراہ کرنے اور راہ حق سے پھسلانے کے لیے ہوتا ہے، بسا اوقات مکر وفریب اور استدراج کے طور پر بھلائی بھی ہوتا ہے۔

اور وہ خطرہ جو خواہش نفس کی جانب سے پیدا ہوتا ہے وہ بھی برا ہی ہوتا ہے اس میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی ہے (وہ خطرہ بھلائی سے) روکنے اور بے راہ روی میں مبتلا کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

اور میں نے بعض سلف سے یہ بات سنی ہے کہ خواہش نفس بھی بھلائی کی طرف بلاتی ہے لیکن مقصود اس بھلائی سے برائی ہوتی ہے جیسے شیطان (بھلائی کی طرف بلاتا ہے لیکن مقصود برائی ہوتی ہے) یہ خواطر کی (چار) قسمیں ہیں، پھر تم اس کے بعد جان لو کہ تمھیں تین چیزوں کے جاننے کی ضرورت ہوتی ہے جن کا جاننا تمھارے لیے نہایت ضروری ہے اور وہ تین چیزیں اس (خطرہ کے سلسلے) میں مقصود ہیں۔

فصل اول: یہ ہے کہ اجمالی طور پر خطرۂ خیر اور خطرۂ شر کے درمیان فرق کو جاننا ضروری ہے۔

فصل دوم: یہ ہے کہ خطرۂ شر ابتدائی (الٰہی) اور شیطانی میں کیا فرق ہے اور ان کے درمیان تم کیسے امتیاز کروگے؟ اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک کو دوسری قسم سے دفع کیا جا سکتا ہے۔

فصل سوم: یہ ہے کہ خطرۂ خیر ابتدائی، الہامی یا شیطانی میں کیا فرق ہے تاکہ جو خطرہ اللہ تعالیٰ اور ملہم فرشتے کی جانب سے ہو اس کی پیروی کی جائے اور جو خطرہ شیطان اور خواہش نفس کی طرف سے ہو اس سے بچا جائے یہ بعض لوگوں کا قول ہے۔

من.....فأماالفصل الأول :فقد قال علماؤنا رضی الله عنهم .... ص٢٦، ٢٧....إلى...إذا ذكر الله تعالى خنس ،وإذا غفل وسوس.

حل لغات: طَالِحِيْنَ: بدکار لوگ۔ اَلنَّمِرُ: چیتا، جمع اَنْمَارٌ۔ قَمْعٌ بَالِغٌ: زبردست کاروائی۔ رَانَ: (ض) زنگ آلود ہونا۔ جَاثِمٌ: سوار ہونا۔ خَنَسَ: (ن، ض) پوشیدہ ہونا۔

ترجمہ: فصل اول کا بیان: تو ہمارے علما رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے کہ اگر تم خطرۂ خیر اور خطرۂ شر کو پہچاننا اور ان کے درمیان فرق کرنا چاہتے ہو تو ان تینوں ملکی، شیطانی اور نفسانی کا میزان شرع سے موازنہ کرو تاکہ تمھارے لیے اس کا حال ظاہر ہو جائے۔

(۱)۔ خطرہ یہ ہے کہ اپنے دل میں آنے والے خطرہ کا شرع سے موازنہ کرو اگر وہ اصول شریعت کے موافق ہو تو وہ خطرہ اچھا ہے، اور اگر وہ اصول شرع کے مخالف ہو رخصت یا شبہ کی وجہ سے تو وہ خطرہ برا ہے۔

(۲)۔ اگر تمھارے لیے اس موازنہ سے بھی فرق ظاہر نہ ہو تو اس کی جانچ مقتدا حضرات کے افعال سے کرو اگر ان کے افعال میں بھی سلف صالحین کی پیروی ہے تو وہ خطرہ اچھا ہے اور اگر بدکار لوگوں کی اس میں پیروی ہو تو وہ خطرہ برا ہے۔

(۳)۔ اگر سلف صالحین کے طریقے سے بھی تمھیں فرق معلوم نہ ہو سکے تو اس کو اپنے نفس اور خواہش نفس پر پرکھو اور دیکھو تو اگر نفس اس سے طبعی طور پر نفرت کرے کسی ڈر یا خوف کی وجہ سے نفرت نہ کرے تو جان لو کہ وہ خطرہ بھلائی ہے، اور اگر نفس اس خطرہ کی طرف اپنی

طبیعت اور سرشت کے اعتبار سے مائل ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی امید یا ترغیب کی بنا پر مائل نہ ہو تو وہ خطرہ برائی ہے اس لیے کہ نفس برائی کا حکم دیتا ہے اپنی اصل کے اعتبار سے بھلائی کی طرف مائل نہیں ہوتا ہے۔

(مذکورہ بالا) ان میزانوں میں سے کسی ایک میں جب تم غور وفکر کرو گے تو تمھارے لیے خطرہ خیر اور خطرہ شر کا فرق ظاہر ہو جائے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہدایت دینے والا ہے، بے شک وہ سخی اور کریم ہے۔

فصل ثانی کا بیان: ہمارے علمائے کرام رضی اللہ عنھم نے فرمایا ہے: اگر تم چاہتے ہو کہ اس خطرہ شر کے درمیان فرق جانو جو شیطان یا خواہش نفس کی جانب سے ہوتا ہے یا ابتداً اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے، تو اس خیال میں تین طرح سے غور وفکر کرو۔

(۱)۔ یہ ہے کہ اگر تم اس خیال کو پختہ اور ایک ہی حالت پر قائم و ثابت پاؤ تو وہ خطرہ اللہ تعالیٰ یا خواہش نفس کی جانب سے ہے، اگر تم اس خطرہ کو تردد اور اضطراب میں پاؤ تو جان لو کہ وہ خطرہ شیطان کی طرف سے ہے۔

اور بعض عارفین رحمۃ اللہ علیھم فرمایا کرتے تھے کہ خواہش نفس کی مثال چیتے کی طرح ہے، جب اس سے جنگ کی جائے، تو وہ زبردست ضرب اور مکمل سختی کے بغیر نہ بھاگے گا، یا اس خارجی شخص کی طرح ہے جو دین داری کی خاطر جنگ کرتا ہے تو وہ باز نہیں آتا یہاں تک کہ قتل کر دیا جائے، اور شیطان کی مثال اس بھیڑیے کی طرح ہے جب تم اسے ایک جانب سے بھگاؤ تو وہ دوسری طرف سے آجائے گا۔

(۲)۔ طریقہ خیال شر میں امتیاز کا یہ ہے کہ اگر تو اسے اس (دل) میں ایسے گناہ کے بعد پائے جسے تو نے ابھی کیا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اس گناہ کی نحوست کی سزا اور اہانت کے طور پر، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ (پ ۳۰، المطففین: ۱۴) "کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے"۔

میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اسی طرح (رفتہ رفتہ) گناہ قساوت قلبی کی طرف لے جاتے ہیں، پہلے خیال وخطرات آتے ہیں، پھر سختی اور زنگ کی طرف لے جاتے ہیں، اور اگر یہ (برا) خیال ابتدأ پیدا ہو، تمھاری جانب سے کسی گناہ کے بعد نہ ہو، تو جان لو کہ وہ برا خیال شیطان کی طرف سے ہے، یہ (شیطان کا برائی کا معاملہ) اکثر کاموں میں ہوتا ہے، اس لیے کہ وہ شر کی دعوت سے شروعات کرتا ہے اور ہر حال میں گمراہی چاہتا ہے۔

(۳)۔ طریقہ (خیال شر میں امتیاز کا یہ ہے کہ) اگر تم اس خیال کو ایسا پاؤ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہ کمزور ہو، نہ کم ہو اور نہ ختم ہو، تو وہ خیال خواہش نفس کی جانب سے ہے، اگر اسے اللہ کے ذکر سے کمزور اور کم ہوتا ہوا پاؤ تو وہ شیطان کی جانب سے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے: ﴿ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ﴾ (پ ۳۰، الناس: ٤) ”اس کے شر سے جو دل میں برے خطرے ڈالے اور دبک رہے“ کہ شیطان انسان کے دل پر بیٹھا رہتا ہے، جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو پوشیدہ ہو جاتا ہے اور جب غافل ہوتا ہے تو وسوسہ ڈالتا ہے۔

من.....وأما الفصل الثالث :إذا أردت أن تفرق بين خاطر خير... ص۲۷ ....إلى..... لرؤية الثواب في العقبى ورجائه فاعلم ذلك موفقا.

حل لغات: اِسْتِدْرَاجٌ: فریب دینا۔ يَرْبُوْ عَلٰى: (ن) زیادہ ہونا۔ تَأَنٌّ اطمینان ۔اَدْرَكَتِ الْبِنْتُ: لڑکی کا بالغ ہونا۔ قِرٰى: ضیافت، میزبانی۔

ترجمہ: فصل ثالث کا بیان: یہ ہے کہ جب تم اس خاطر خیر کے درمیان فرق کرنا چاہو جو اللہ تعالیٰ یا فرشتہ کی جانب سے ہو تو اس میں تین طریقے سے غور وفکر کرو۔

(۱)۔ یہ ہے کہ تم دیکھو کہ وہ خیال اگر پختہ اور قوی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اگر تردد واضطراب ہو تو فرشتہ کی جانب سے ہے، اس لیے کہ وہ ناصح کے درجہ میں ہے جو تمھارے ساتھ ہر جگہ اور ہر سمت میں داخل ہوتا ہے، تمھارے بھلائی میں رغبت کرنے اور اسے قبول کرنے کی امید کرتے ہوئے تمھارے سامنے ہر خیر خواہی کو پیش کرتا ہے۔

(۲)۔ طریقہ یہ ہے کہ اگر خیال تمھارے دل میں اطاعت اور مجاہدہ کے بعد آئے تو وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾(پ ۲۱،العنکبوت:۶۹) ”اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھائیں گے“﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى﴾(پ ۲۶،محمد:۱۷) ”اور جنھوں نے راہ پائی اللہ نے ان کی ہدایت اور زیادتی فرمائی“ اور اگر وہ (نیک) خیال ابتداً ہو تو اکثر و بیشتر فرشتہ کی جانب سے ہوتا ہے۔

(۳)۔ طریقہ یہ ہے کہ اگر وہ خیال (خیر) اصول اور اعمال باطنی میں ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، اگر وہ فروع اور اعمال ظاہری میں ہو تو وہ اکثر و بیشتر فرشتہ کی جانب سے ہوتا ہے اس لیے کہ فرشتہ کو بندہ کے باطن کو جاننے کی کوئی راہ نہیں ہے، یہ اکثر علما کا قول ہے۔

اور وہ نیک خیال جو فریب دینے کے طور پر شیطان کی جانب سے ہو بڑے شر کی طرف لے جانے کے لیے ہوتا ہے، ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم غور و فکر کرو اگر تم اپنے دل میں آنے والے خیال کی وجہ سے خوشی کے ساتھ خوف، عجلت کے ساتھ اطمینان و سکون، امن و امان کے ساتھ خوف اور انجام سے غفلت کے ساتھ بصیرت نہ پاؤ تو جان لو کہ وہ خیال شیطان کی طرف سے ہے، لہذا اس سے بچو، اگر تم اپنے دل میں اس کے خلاف پاؤ یعنی خوف کے ساتھ خوشی، اطمینان کے ساتھ عجلت، خوف کے ساتھ امن و امان اور انجام کی بصیرت کے ساتھ اندھے پن کو نہ پاؤ تو جان لو کہ وہ خیال اللہ تعالیٰ یا فرشتہ کی طرف سے ہے۔

میں (امام غزالی) کہتا ہوں گویا کہ نشاط انسان کے اندر ایک پوشیدہ چیز ہے جس میں بصیرت نہیں ہوتی ہے، اور یہ اس ثواب کے علاوہ ہے جو انسان کو چست بناتا ہے۔

اور عجلت (یعنی جلدی کرنا) کی دوسری قسم تو وہ چند متعیّن جگہوں میں پسندیدہ ہے، اور حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”عجلت جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے مگر پانچ کاموں میں جلدی کرو (۱) باکرہ لڑکی کی شادی کرنا جب وہ بالغ ہو جائے

(۲)قرض کو جلد ادا کرنا جب وہ واجب ہوجائے (۳)مردہ کو جلد دفن کرنا جب وہ مر جائے (۴)مہمان کی ضیافت جلدی کرنا جب وہ آجائے (۵)گناہ سے جلدی توبہ کرنا جب تم گناہ کر بیٹھو۔

خوف تو وہ اپنی تمامیت اور حق کو ادا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کا احتمال رکھتا ہے (یعنی بندہ کے دل میں یہ خوف پیدا ہو شاید میں یہ کام انجام دے سکوں گا یا نہیں میرا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوگا بھی یا نہیں)۔

اور انجام کی بصیرت کا مطلب یہ ہے کہ وہ غور و فکر کرے اور یقین کرلے کہ وہ ارادہ رشد وہدایت اور بھلائی ہے، اور وہ ارادہ آخرت میں ثواب کی امید کا احتمال رکھتا ہے، (یعنی انجام یہ ہے کہ جو بھی ارادہ آجائے تو اس میں غور و فکر کرے کہ وہ اچھا ہے یا برا اور وہ آخرت میں ثواب کی امید کا احتمال رکھتا ہے یا نہیں اگر ایسا بندہ کے ساتھ ہوتا ہے) تو تم اسے توفیق یافتہ جانو۔

من...... فهذه جملة الفصول الثلاثة ...... ص..۲۷،۲۸.... إلى...ولا قوة إلا بالله العلي العظيم.

حل لغات: حِيَلٌ: تدبیر، ترکیب، جال، دھوکا، بہانہ واحد حِيْلَةٌ۔ تَسْوِيْفٌ: ٹال مٹول کرنا۔ مَا اَعْقَلَكَ: فعل تعجب، تو کتنا عقل مند ہے۔ اُبَالِيْ: (مُبَالَاةٌ) پرواہ کرنا۔

ترجمہ: تو یہ ان فصلوں کا خلاصہ ہے جن کی معرفت خیالات کی فصل میں تم پر ضروری ہے، تو تم اس کی رعایت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے، اور جہاں تک ہوسکے اس میں خوب غور و فکر کرو، کیونکہ ان تینوں امور کی معرفت اس باب میں علوم لطیفہ اور اسرار شریفہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے توفیق دینے والا ہے۔

اور شیطان کی چالوں اور دھوکے کی فصل تو اس کا بیان اور اس کی مثال یہ ہے کہ اطاعت وبندگی میں انسان کے ساتھ شیطان کی مکاریاں (جن کے ذریعہ وہ اسے عبادت سے روکتا ہے) وہ سات قسم کی ہیں۔

(۱)۔ (مکاری) یہ ہے کہ وہ شیطان اسے طاعت وبندگی سے روکتا ہے تو اگر اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے تو بندہ اس کی بات کو رد کردے گا وہ کہے گا کہ مجھے طاعت وبندگی کی بہت ضرورت ہے، اس لیے کہ میرے لیے اس فانی دنیا سے اس آخرت کے لیے توشہ لینا ضروری ہے جس کو ختم نہیں ہونا ہے۔

(۲)۔ پھر شیطان اسے ٹال مٹول (آج کل کرنے) کا حکم دے گا، تو اگر اللہ تعالیٰ بندہ کی حفاظت فرمائے تو وہ اس کی بات کو اس طور پر رد کردے گا وہ کہے گا کہ میری موت میرے ہاتھ میں نہیں ہے، اور اس طرح رد کردے گا، کہ اگر آج کا کام کل پر ٹال دوں گا تو کل کا کام کب کروں گا، کیونکہ ہر دن کے لیے ایک کام ہے۔

(۳)۔ پھر شیطان اسے جلد بازی کا حکم دے گا، شیطان اس سے کہے گا جلدی جلدی کرو تاکہ تم اس کام اور اس کام سے فارغ ہو جاؤ، تو اگر اللہ تعالیٰ بندہ کی حفاظت فرمائے تو وہ اس کی بات کو اس طرح رد کردے گا بندہ کہے گا کہ تھوڑا عمل تمامیت اور تکمیل کے ساتھ اس نیکی سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور ناقص و نامکمل ہو۔

(۴)۔ پھر لوگوں کو دکھانے کے لیے (بطور ریا) کام کو مکمل کرنے کا حکم دیتا ہے، تو اگر اللہ تعالیٰ بندہ کی حفاظت فرمائے تو وہ شیطان کی بات کو اس طرح رد کردے گا وہ شیطان سے کہے گا کہ، (مجھے) کیا ضرورت ہے کہ میں لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کروں کیا اللہ تعالیٰ کا دیکھنا مجھے کافی نہیں ہے؟۔

(۵)۔ پھر شیطان اسے خود پسندی میں مبتلا کرنا چاہتا ہے، تو شیطان اس سے کہتا ہے کہ تم کتنے عقلمند اور ہوشیار انسان ہو، تو اگر اللہ تعالیٰ بندہ کی حفاظت فرمائے تو وہ شیطان کی بات کو اس طرح رد کردے گا بندہ کہے گا اس میں تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے نہ کہ میرا، اللہ ہی نے مجھے اپنی توفیق سے (عبادت کے لیے) خاص کیا، اور اپنے فضل سے میرے (حقیر) عمل کی ایک بڑی قیمت (یعنی ثواب کثیر) مقرر فرمایا اگر اس کا فضل نہیں ہوتا، تو مجھ پر اللہ تعالی کے احسان اور میری اس نافرمانی کے مقابلہ میں اس عمل کی کیا قیمت ہوتی؟۔

(۶)۔ پھر شیطان اس کے پاس چھٹے طریقے سے (مکروفریب لے کر) آتا ہے، اور یہ سب سے بڑا ہے، اس مکر پر بیدار مغز انسان ہی مطلع ہوتا ہے، تو شیطان اس سے کہتا ہے، کہ تو اپنے باطن میں (لوگوں سے چھپ کر) مجاہدہ کر، کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے تجھ پر ظاہر کر دے گا، اور ہر عامل کو اس کا عمل عطا فرمائے گا، اور اس کے ذریعہ ایک قسم کے ریا میں مبتلا کرنا ہوتا ہے، تو اگر اللہ تعالیٰ بندہ کی حفاظت فرمائے تو وہ شیطان کی بات کو رد کر دے گا اور کہے گا، اے ملعون! تو اب تک میرے پاس میرے عمل کو برباد کرنے کے لیے آتا تھا، اور اب میرے عمل کی اصلاح کی صورت میں آیا ہے تاکہ تو اسے تباہ و برباد کر دے، میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور وہ میرا آقا ہے اگر وہ چاہے تو (میرا عمل) ظاہر کر دے اور اگر چاہے تو پوشیدہ رکھے، اگر چاہے تو مجھے مرتبہ والا بنا دے اگر چاہے تو مجھے ذلیل و حقیر بنائے، اور یہ سب اس کے سپرد ہے اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے خواہ وہ لوگوں پر (میرا عمل) ظاہر کرے یا ظاہر نہ کرے، اور لوگوں کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

(۷)۔ پھر شیطان اس کے پاس (مکروفریب کے لیے) ساتویں طریقے سے آتا ہے اور کہتا ہے تجھے اس عمل کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ اگر تو نیک بخت پیدا کیا گیا ہے تو عمل کا چھوڑنا تجھے کوئی نقصان نہ دے گا، اگر تو بدبخت پیدا کیا گیا ہے تو اس کا کرنا تجھے فائدہ نہیں دے گا، تو اگر اللہ تعالیٰ بندہ کی حفاظت فرمائے تو بندہ اس کی بات کو رد کر دے گا اور کہے گا کہ میں ایک بندہ ہوں اور بندہ پر بندہ ہونے کی وجہ سے حکم کی بجاآوری ضروری ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے رب ہونے کو زیادہ جانتا ہے جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس لیے میں کسی بھی حالت میں رہوں عمل مجھے فائدہ دے گا کیونکہ اگر میں نیک بخت ہوں تو مجھے زیادہ ثواب کی ضرورت ہے اگر میں بدبخت ہوں تو بھی عمل کا محتاج ہوں تاکہ میں اپنے نفس کو ملامت نہ کر سکوں (کہ اس نے عمل کیوں نہیں کیا) مزید اس لیے (عمل کا محتاج ہوں) کہ اللہ تعالیٰ فرمابرداری پر مجھے کسی بھی حال میں سزا نہیں دے گا اور نہ مجھے نقصان پہنچائے گا، علاوہ اس کے اگر میں مطیع و فرمابردار ہو کر جہنم میں داخل کیا جاؤں تو یہ میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس بات

سے کہ میں نافرمان ہوکر جہنم میں داخل ہوں تو یہ (فرمابردار ہوکر دخول جہنم) کیسے ہوسکتا ہے جبکہ اس کا وعدہ حق ہے اور اس کی بات سچ ہے، اس نے فرمابرداری پر ثواب کا وعدہ کیا ہے، تو جو اللہ تعالیٰ سے ایمان اور اطاعت کے ساتھ ملے گا وہ یقینی طور پر جہنم میں داخل نہیں ہوگا بلکہ جنت میں داخل ہوگا، اس وجہ سے نہیں کہ وہ اپنے عمل کی بنا پر جنت کا مستحق تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے سچے وعدہ کی وجہ سے، اور اسی مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے نیک بختوں کے بارے میں خبر دی، جب انھوں نے کہا: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ﴾ (العنکبوت، ٦٩) "سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا"۔

لہٰذا تم بیدار رہو "اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے" کیونکہ وہ بات جسے تم دیکھتے اور سنتے ہو اسی پر تمام احوال وافعال کو قیاس کرو، اللہ سے مدد طلب کرو اور اس کی پناہ مانگو، کیونکہ تمام معاملات اس کے قبضہ قدرت میں ہیں اور اسی سے توفیق کی امید ہے اور کسی کو گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت نہیں ہے مگر اللہ ہی کی طرف سے جو بلند وبالا اور عظیم ہے۔

من.....العائق الرابع :النفس ،ثم عليك –عصمك الله وايانا–... . ص.٢٨،٢٩......إلى....أن يحفظه الله تعالى بفضله، و يعينه عليها برحمته.

حل لغات: عَزَّتْ: (ض) دشوار ہونا۔ اَسْقَامٌ: بیماری، واحد سَقْمٌ۔ اَوْجَاعِیْ: مرض وتکلیف، واحد وَجْعٌ۔ اَضْلَاعٌ: پسلی، پہلو، واحد ضِلْعٌ۔ ذَوِی الْوُدِّ وَالأَخَا: محبوب ودوست۔ كَلِيْلَةٌ: (ض) اندھی، کمزور۔ مَسَاوِیْ: برائی، عیب۔ فَمَا اَوْشَكَ: فعل تعجب۔

چوتھی رکاوٹ نفس ہے

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں محفوظ رکھے، پھر تمہیں اس سے بچنا ضروری ہے جو بری باتوں کا حکم دیتا ہے کیونکہ یہ سب سے زیادہ نقصان دہ دشمن ہے، اور اس کی آزمائش سب سے سخت ہے اس کا علاج تمام چیزوں کے علاج سے سخت ہے، اس کی بیماری لاعلاج بیماری ہے، اس کی دوا سب دواؤں سے دشوار ہے، اور یہ نفس کا خطرناک ہونا دو وجہ سے ہے۔

(ا)۔ یہ ہے کہ نفس اندرونی دشمن ہے، اور چور جب گھر کے اندر کا ہو تو اس کے دفع کرنے کے بارے میں تدبیر دشوار ہوتی ہے اور ضرر زیادہ ہوتا ہے، اور کہنے والے نے سچ کہا ہے۔

ا۔ میرا نفس مجھے اس بات کی دعوت دینے والا ہے جو مجھے نقصان پہنچاتی ہے، میری بیماری اور درد کو بڑھاتی ہے۔

۲۔ میرے دشمن سے میری حیلہ جوئی کیسے ہو سکتی ہے۔ جبکہ میرا دشمن میری پسلیوں کے درمیان ہے۔

(۲)۔ نفس کے خطرناک ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ ایک پیارا دشمن ہے، اور انسان اپنے محبوب کے عیب سے اندھا ہوتا ہے، اور اس کے عیب کو جلدی نہیں دیکھتا ہے، جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے۔

ا۔ تو محبوب اور دوست کا عیب نہیں دیکھتا، جبکہ تو اس سے راضی ہو تو اس میں کچھ عیب بھی نہیں دیکھتا ہے۔ا

۲۔ اور رضامندی کی آنکھ ہر عیب سے اندھی ہوتی ہے۔ لیکن ناراضگی کی آنکھ برائیوں کو ظاہر کرتی ہے۔

تو جب انسان اپنے نفس کی ہر برائی کو اچھا سمجھتا ہے، جلدی اس کے عیب پر مطلع نہیں ہوتا ہے، نفس اس کی عداوت اور اسے نقصان پہنچانے میں لگا رہتا ہے، تو جلد ہی نفس اسے ہلاکت اور رسوائی میں ڈال دے گا اور اسے احساس تک نہیں ہوگا، مگر جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی حفاظت فرمائے اور اپنی رحمت سے نفس پر اس کی مدد کرے۔

من.....ثم أقول :تأمل أيها الرجل نكتة واحدة مقنعة .. ص ۲۹ ..إلى.....والله تعالى ولي الهداية والتوفيق بفضله.

حل لغات: اِغْتَرَّا:(اِغْتِرَارًا) فریب خوردہ ہونا۔ اَلْنِكْدَةُ: تنگ و تاریک ۔ اَلشُّحُّ: خود غرضی، لالچ۔

ترجمہ: پھر میں کہتا ہوں اے شخص جب تو ایک نفع بخش نکتہ میں غور کرے اور وہ نکتہ یہ ہے کہ جب تم غور کرو گے تو تم ہر فتنہ، ذلت، رسوائی، ہلاکت، گناہ اور وہ آفت جو مخلوق کی پیدائش سے لے کر قیامت تک اللہ کی مخلوق میں ہوگی ان سب کی اصل اور بنیاد اس نفس کی جانب سے ہی پاؤ گے یا صرف نفس کی وجہ سے ہوگی، یا اس کی معاونت، مشارکت اور موافقت کی وجہ سے ہوگی۔

تو اللہ تعالیٰ کی پہلی نافرمانی شیطان کی طرف سے تھی، اور اس کا سبب قضائے سابق کے بعد نفس کی خواہش تکبر اور حسد کے سبب تھا، جیسا کہ بیان کیا گیا ہے، کہ نفس نے اسے اسی ہزار سال کی عبادت کے بعد گمراہی کے سمندر میں ڈال دیا تو ہمیشہ کے لیے غرق ہو گیا، جبکہ اس وقت نہ ہی دنیا تھی نہ مخلوق اور نہ شیطان تھا بلکہ نفس اپنے تکبر اور حسد کے ساتھ تھا تو اس نے جو کیا وہ کیا۔

پھر آدم و حوا علیہما السلام سے لغزش ہوئی، اس سلسلہ میں ان کی خواہش نفس اور بقائے (جنت) اور حیات (دائمی) پر ان کی حرص نے ان دونوں کو (دنیا کی طرف) بھیج دیا، یہاں تک کہ وہ دونوں شیطان کی بات سے دھوکا کھا گیے، تو اس وقت یہ (صدور لغزش) نفس کی مدد اور اس کی شرکت سے تھا، یہاں تک کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے قرب اور جنت کی رہائش سے اس حقیر، تنگ، فانی اور مہلک دنیا کی طرف آ گئے، اور ان دونوں کی اولاد بھی قیامت تک اس دنیا میں مبتلا ہو گئی۔ پھر ہابیل اور قابیل کی بحث و تکرار، اور ان دونوں کے معاملہ کا سبب بغض و حسد اور لالچ تھا۔ پھر ہاروت و ماروت کا واقعہ ہے ان دونوں کی حالت کا سبب بھی شہوت تھا۔ پھر اسی طرح یہ واقعات نفسانی قیامت تک جاری رہیں گے۔

تو تم مخلوق میں جو بھی فتنہ، گمراہی، رسوائی اور گناہ پاؤ گے تو اس کی اصل و بنیاد نفس اور خواہش نفس ہی ہوگی ورنہ (اگر یہ نہ ہوتا) مخلوق سلامت اور بھلائی میں ہوتی۔

جب دشمن اتنے نقصانات سے لیس ہو تو عقلمند کو اپنے کام میں توجہ دینا ضروری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہدایت اور توفیق دینے والا ہے۔

من.....فإن قلت:فما الحیلة إذن لنا فی ھذاالعدوّ . .. . ص۲۹،۳۰
......إلی....تملکھا وتلجمھا وتأمن من شرھا.

حل لغات: کَبَتَ:(ض)ہلاک کرنا۔جُمُوْحٌ:(ف)نہایت سرکش۔شَکِسَةٌ: (س)بد مزاج،اڑیل ،سرکش۔اَلْحَرُوْنُ:اڑیل۔حَرَنَ الْحِصَنُ :(ن)گھوڑے کا اڑیل ہونا۔عَلَفٌ:چارہ،جمع اَعْلَافٌ۔

ترجمہ: سوال: اس وقت ہمارے لیے اس دشمن سے محفوظ رہنے اور اس کے حیلوں کے تعلق سے کیا تدبیر ہوسکتی ہے؟ وہ بیان فرمادیں۔

جواب: جان لو کہ ہم نے ماقبل میں ذکر کیا تھا کہ نفس کا معاملہ دشوار اور سخت ہے ، اس لیے تمام دشمنوں کی طرح اس پر یکبارگی غلبہ پانا ممکن نہیں ہے،اس لیے کہ یہ(عبادت کو ادا کرنے میں)سواری اور ذریعہ ہے۔کہا گیا ہے کہ ایک اعرابی نے ایک انسان کو دعا دی،اعرابی نے کہا:اللہ تعالیٰ تیرے تمام دشمنوں کو ہلاک کرے ”سوائے نفس کے“

اور اس کے ضرر کی وجہ سے نہ ہی اسے یکبارگی چھوڑ دینا ممکن ہے ، تو تم کو دونوں راستوں میں ایک راستے کی ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ اتنی مقدار میں اس کی تربیت کرو اور اسے طاقتور بناؤ جتنا وہ بھلائی کے کام کو برداشت کرلے،اسے اس حد تک کمزور اور قید کردو کہ وہ سرکشی نہ کرے،پھر تم اس کے معاملے کے تعلق سے سخت معالج اور باریک نظر ہوگے۔

پھر ہم نے اس کے تعلق سے ذکر کیا کہ اسے تقویٰ اور ورع کی لگام دو تاکہ تمہیں دونوں فائدے(نیکیوں کا حصول اور گناہوں سے حفاظت)حاصل ہوجائیں۔

سوال: یہ نفس امارہ ایک نہایت سرکش چوپایہ اور انتہائی بدمزاج جانور ہے جو لگام کے لیے مطیع و فرمانبردار نہیں ہوتا ہے تو اس کے بارے میں کیا تدبیر ہے یہاں تک وہ ہمیں اپنے اوپر قدرت دے دے؟

جواب: جان لو یقیناً تم سچے ہو (کہ وہ سرکش جانور ہے) اور حیلہ یہ ہے کہ اس کو خوب مطیع کیا جائے یہاں تک کہ وہ لگام کے لیے فرمانبردار ہو جائے، ہمارے علما رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے کہ تین چیزوں کے ذریعہ نفس کو تابع کیا جاسکتا ہے

نفس کو تابع کرنے کے تین طریقے

اول: نفس کو تابع کرنے کا ایک طریقہ شہوتوں کو روکنا ہے، کیوں کہ سرکش چوپایہ کا چارہ جب کم کر دیا جاتا ہے تو وہ نرم پڑ جاتا ہے۔

دوم: اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس پر عبادتوں کا بوجھ ڈال دیا جائے کیوں کہ جب گدھے کے چارہ کو کم کر کے اس کا بوجھ زیادہ کر دیا جائے تو وہ مطیع و فرمانبردار ہو جاتا ہے۔

سوم: اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جائے اور اس کی بارگاہ میں گریہ وزاری کی جائے کہ وہ تمھاری مدد فرمائے ورنہ تو اس سے کوئی چھٹکارا نہیں، کیا تم نے حضرت یوسف علیہ السلام کا ارشاد نہیں سنا ﴿إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيٓ﴾ (یوسف، ۵۳) ”بے شک نفس بہت برائی کا حکم دیتا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے“۔

تو جب تم ان تینوں امور پر ہمیشگی برتو گے تو سرکش نفس اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمھارے لیے فرمانبردار ہو جائے گا، پھر وہ اس وقت اس بات کی سبقت کرے گا کہ تم اس پر قادر ہو جاؤ، اسے لگام ڈال دو اور اس کے شر سے محفوظ ہو جاؤ۔

من.....فإن قلت: فبين لنا الآن ما هو التقوى. ... .ص ۳۰ ....إلى.... هٰذاالشان من أمر العبادة ثلاثة أصول.

حل لغات: عِلْقٌ: ہر چیز کا عمدہ، جمع اَعْلَاقٌ۔

ترجمہ: سوال: اب ہمارے لیے تقویٰ کے تعلق سے بھی کچھ بیان کر دیں تا کہ اسے جان لیں؟

جواب: تو پہلے تم یہ جان لو کہ تقویٰ ایک نادر و نایاب خزانہ ہے، تو اگر تم اس میں کامیاب ہو گیے تو اس میں اچھے موتی، عمدہ نفیس چیز، زیادہ بھلائی، پاکیزہ رزق، بڑی کامیابی، زبردست غنیمت اور عظیم ملک پاؤ گے، گویا کہ دنیا و آخرت کی بھلائیاں اس ایک خصلت کی نیچے جمع کی ہوئی ہیں جو کہ تقویٰ ہے، اور قرآن میں اس کے بیان کے تعلق سے غور و فکر کرو تو کتنی بھلائیاں اس سے وابستہ ہیں، اور اس پر کتنے اجر و ثواب کا وعدہ ہے، اور کتنی سعادتیں اس کی طرف منسوب ہیں، میں ان میں سے تمھارے لیے بارہ فائدے شمار کرتا ہوں۔

تقوی کے (۱۲) فائدے

(۱)- ان میں سے ایک فائدہ (متقی شخص کی) مدح و ثنا، اللہ فرماتا ہے: ﴿وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الاُمُوْرِ﴾(پ ٤،آل عمران:١٨٦) ”اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے“

(۲)- دوسرا فائدہ یہ ہے کہ (متقی شخص کی) دشمنوں سے حفاظت اور پاسبانی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْءًا﴾(پ ٤،آل عمران: ١٢٠) ”اگر تم صبر اور پرہیز گاری کیے رہو تو ان کا داؤ تمھارا کچھ نہ بگاڑے گا“۔

(۳)- تیسرا فائدہ یہ ہے کہ (متقی شخص کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے) تائید و نصرت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ اِنَّ اللهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾(پ ١٤،النحل :١٢٨) ”بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں“ اور مزید ارشاد فرماتا ہے ﴿وَ اللهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ﴾(پ ٢٥،الجاثیة:١٩) ”اور ڈر والوں کا دوست اللہ“۔

(۴)- اور چوتھا فائدہ یہ ہے کہ متقی حضرات کو پریشانیوں سے نجات اور رزق حلال حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ وَ مَنْ یَّتَّقِ اللهَ یَجْعَل لَّهٗ مَخْرَجًا ﴿۲﴾ وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ﴾(پ ٢٨،الطلاق:٢،٣) ”جو اللہ سے ڈرے

اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو"۔

(۵)- پانچواں فائدہ یہ ہے کہ متقی شخص کے عمل اچھے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾(پ ۲۲،الاحزاب: ۷۰،۷۱) "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو، تمھارے اعمال تمھارے لیے سنوار دے گا"۔

(۶)- چھٹا فائدہ یہ ہے کہ متقی شخص کے گناہوں کی بخشش ہوجاتی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾(پ ۲۲،الاحزاب: ۷۱) "اور تمھارے گناہ بخش دے گا"۔

(۷)- ساتواں فائدہ یہ ہے کہ متقی شخص کو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾(پ ۱۰،التوبۃ : ٤) "بے شک اللہ پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے"۔

(۸)- آٹھواں فائدہ یہ ہے کہ متقی شخص کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبولیت حاصل ہوجاتی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾(پ ٦،المائدۃ: ۲۷) "اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے"۔

(۹)- نواں فائدہ یہ ہے کہ متقی شخص کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعزاز و اکرام حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقٰكُمْ﴾(پ ۲٦، الحجرات :۱۳) " بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے"۔

(۱۰)- دسواں فائدہ یہ ہے کہ متقی شخص کو موت کے وقت بشارت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾(پ ۱۱،یونس: ٦٣،٦٤)"وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں"۔

(۱۱)- گیارہواں فائدہ یہ ہے کہ متقی شخص کو دوزخ سے نجات ملتی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ﴾(پ ١٦، مریم: ١٦) "پھر ہم ڈر والوں کو بچالیں گے" اور، مزید ارشاد فرماتا ہے: ﴿ وَ سَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴾(پ: ٣٠ ، اللیل: ١٧)"اور بہت جلد اس کو دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار"۔

(۱۲)- اور بارہواں فائدہ یہ ہے کہ متقی شخص جنت میں ہمیشہ رہے گا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾(پ ٤، آل عمران: ١٣٣) "پرہیز گاروں کے لیے تیار رکھی ہے"۔

تو یہ اس تقویٰ کے تحت دنیا و آخرت میں ہر بھلائی اور نیک بختی کا بیان ہے، تو اے مخاطب! اس تقویٰ سے اپنے حق کو نہ بھول، پھر جس سے عبادت کا تعلق ہے وہ بھی تین اصول ہیں:

من......أحدها :التوفيق والتائيد أولا،وهو للمتقين .... ص ...۳۰،۳۱
......إلى.....فخذى منه أو دعي.

حل لغات: اَلْمَتْجِرُ الرَّابِحُ: نفع بخش تجارت۔ اَلتُّقیٰ: پرہیز گاری، تقوی۔ دَعِي: امر حاضر معروف واحد مؤنث غائب، وَدَعَ (ف) چھوڑنا۔

ترجمہ:(۱): (اللہ سے عبادت کے لیے) توفیق و تائید طلب کرنا، اور یہ متقی حضرات کے لیے ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾(پ: ، البقرۃ: ١٩٤)"جان لو کہ اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے"۔

(۲)۔ عمل کی اصلاح اور کوتاہی کو پورا کرنا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴾(پ: ٢٢، الاحزاب: ٧١)"اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کو درست کردے گا"

(۳)۔عمل کی قبولیت بھی متقیوں کے لیے ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ﴾(پ:٦،المائدہ ٢٧)"اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے"۔

اور تینوں امور پر عبادت کا مدار ہے؛ پہلے توفیق (طلب کرنا) تاکہ عمل کرے، پھر کوتاہی کی اصلاح طلب کرے تاکہ وہ پورا کرے، پھر قبولیت (طلب کرے) جب وہ عبادت مکمل ہوجائے، اور یہ تین امور (یعنی توفیق عبادت، اصلاح اعمال اور قبول اعمال) وہ چیزیں ہیں جن کے تعلق سے عبادت گزار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ وزای کرتے ہیں، اور سوال کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اپنی اطاعت وفرمانبرداری کی توفیق عطافرما، ہماری کوتاہی کو پورا کراور ہماری جانب سے (عبادت) قبول فرما، اور اللہ تعالیٰ نے ان تمام کا متقیوں سے وعدہ کیاہے اور اس کے ذریعہ پرہیز گاروں کو عزت ملتی ہے، خواہ وہ مانگے یا نہ مانگے۔

اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور دنیا آخرت کی کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو تم پر اس تقویٰ کو اختیار کرنا ضروری ہے اور کسی نے سچ کہاہے۔

(۱)۔جو شخص اللہ سے ڈرے تو وہ ایساہے، جس کی طرف نفع بخش تجارت کولے جایا جاتا ہے۔

(۱)۔ اور کہا: جس نے اللہ کو پہچانا لیکن اللہ کی معرفت نے اسے کوئی فائدہ نہیں دیا تو وہ انسان بدبخت ہے۔

(۲)۔اطاعت شعار بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جس چیز کا سامنا کرتا اور جھیلتا ہے وہ اسے کچھ ضرر نہیں دیتی۔

(۳)۔مالدار کی عزت سے بندہ کو کیا سروکار؟ اور ساری عزت تو متقی شخص کے لیے ہے۔

(اور ایک قبر کے اوپر لکھا ہوا تھا)

تقویٰ کے علاوہ کوئی توشہ آخرت نہیں، لہٰذا اسی کو اختیار کرو یا چھوڑ دو۔

من......ثم تأمل أصلا واحدًاوهو :هب أنك قد تعبت،......ص .. ٣١...إلیٰ......من قبلكم وايّاكم ان اتقو الله....

حل لغات: مَاوی: پناہ گاہ، ٹھکانہ۔ طَرْفَةُ عَيْنٍ: پلک جھپکنے کا وقت، لمحہ بھر۔ هَبْ: فرض کر، اس معنی میں صرف امر کا صیغہ کا استعمال ہوتا ہے۔

ترجمہ: پھر ایک اصل میں غور کرو، اور وہ یہ ہے کہ فرض کرو کہ تم نے اپنی تمام عمر عبادت میں لگادی اور تم نے محنت و مشقت برداشت کی، یہاں تک کہ تمہیں آرزومند چیز حاصل ہوگئی، کیا یہ تمام کام مقبول نہیں ہیں، اور تم نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ (پ: ٦، المائدہ ٢٧) اللہ تعالیٰ متقیوں کے اعمال قبول کرتا ہے۔

تو تمام امور کا مرجع تقویٰ ہی ہے، اسی لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے دنیا کی کسی چیز اور نہ کسی انسان کو پسند فرمایا مگر صاحب تقویٰ کو۔

اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ انھوں نے فرمایا کہ توریت میں لکھا ہوا ہے اے انسان: اللہ سے ڈر اور جہاں چاہے سوجا۔

عامر بن عبد قیس سے ہمیں یہ خبر موصول ہوئی ہے کہ وہ اپنی موت کے وقت روئے، حالانکہ پوری رات اور دن میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے پھر اپنے بستر پر آتے اور اپنے نفس سے کہتے تھے، اے ہر برائی کا ٹھکانہ بخدا میں اللہ کے لیے تجھ سے ایک لمحہ کے لیے بھی راضی نہیں ہوں گا۔

ایک دن وہ روئے تو ان سے کہا گیا تمہیں کس چیز نے رلایا فرمایا اللہ تعالیٰ کے ارشاد نے، فرماتا ہے ﴿اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''(پ: ٦، المائدہ ٢٧) اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے'' پھر تم ایک دوسرے نکتہ میں غور وفکر کرو، اور وہ سب سے اصل ہے، بیان کیا گیا ہے کہ ایک صالح شخص نے اپنے شیخ سے کہا، مجھے وصیت کیجیے تو انھوں نے کہا میں تجھے اللہ رب العزت کی وہ وصیت کرتا ہوں جو اولین و آخرین کے لیے ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ﴾(پ: ٥، النساء: ١٣١) ''اور بے شک تاکید فرمادی ہے ہم نے ان سے جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے اور تم کو کہ اللہ سے ڈرتے رہو''۔

من.....قلت أنا:أليس الله تعالى اعلم بصلاح العبد من كل أحد ؟ . ..ص٣١،٣٢.....إلى....وان الله مع المحسنين.

حل لغات: مُقْتَصِرٌ: حد،پناہ۔ نَقِيْصَةٌ: عیب،جمع نَقَائِصُ۔ حَاكَ(ن) بنا۔ حَجَمَ:(ن،ض) پچھنا لگانا۔ جَلَّ(ض) عظیم المرتبت ہونا،بزرگ ہونا۔ اِجْتِلَابٌ: (افتعال) حاصل کرنا۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں کیا اللہ تعالیٰ بندے کی بھلائی کو ہر ایک سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے، یا وہ بندے کا ہر ایک سے زیادہ خیر خواہ، رحم کرنے والا اور زیادہ مہربان نہیں ہے، اور اگر دنیا میں کوئی ایسی خصلت ہوتی جو بندے کے لیے تقویٰ کی خصلت سے زیادہ بھلائی کی جامع، اجر میں زیادہ، بندگی میں بزرگی، مرتبہ میں عظیم، دنیا میں اولیٰ، اور آخرت میں زیادہ کامیاب ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ضرور اس کا حکم دیتا، اور اپنی کمال حکمت اور وسیع رحمت سے اپنے خاص بندوں کو اس کی وصیت کرتا۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے اس ایک خصلت کا حکم دیا اور اپنے اولین و آخرین بندوں کو اس میں جمع کر لیا اور اسی پر اکتفا کیا، تو تم نے جان لیا کہ یہی وہ حد ہے جس سے آگے بڑھنے کی گنجائش نہیں اور اس سے پہلے رکنے کی جگہ نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ہر نصیحت، رہنمائی، ارشاد، تنبیہ، تادیب، تعلیم اور تہذیب کو اس ایک وصیت میں جمع کر دیا ہے، جیسا کہ اس کی حکمت اور رحمت کے لائق ہے، اور تم نے جان لیا کہ یہ خصلت جو کہ تقویٰ ہے یہی دنیا و آخرت کی بھلائی کا مجموعہ ہے، اور تمام اہم امور کے لیے کافی ہے اور بندگی کے اعلیٰ درجہ تک پہنچانے والا ہے۔ اور کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

(۱)۔سنو! تقویٰ ہی عزت و بزرگی ہے۔ حالانکہ تیری محبت دنیا کے لیے ہے، جو ذلت و محرومی ہے۔

(۲)۔پرہیز گار بندے پر کوئی طعن و تشنیع نہیں ہے جبکہ وہ تقویٰ درست رکھے، اگرچہ وہ بُنے یا پچھنا لگائے۔

اور یہ نکتہ اصل ہے اس پر کوئی زیادتی نہیں ہے اور یہ نکتہ اس شخص کے لیے کافی ہے جو نور دیکھے، ہدایت پائے، اس پر عمل کرے اور بے نیاز ہو جائے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے توفیق وہدایت کا مالک ہے۔

سوال: اس خصلت کا مرتبہ عظیم ہے، اس کا مقام بلند ہے، اور اس کی معرفت کی سخت حاجت ہے، تو اب اس کی تفصیل بیان کر دیجیے؟۔

جواب: جان لو کہ معاملہ ایسا ہی ہے تقویٰ کے لیے یہی لائق ہے کہ اس کا مرتبہ عظیم ہو، اور اس کی طلب ضروری ہو، اور اس کے جاننے کی سخت حاجت ہو، لیکن تم جان لو کہ ہر بڑے اور اہم مرتبے کے حصول میں طلب کثیر، بڑی مشقت، بلند ہمت اور سخت محنت کی ضرورت ہوتی ہے، تو جب معاملہ ایسا ہے کہ یہ تقویٰ ایک عظیم اور بڑی خصلت ہے تو اس کی طلب میں مجاہدہ کرنا، اس کے حق کے مطابق قائم و برقرار رہنا اور اس کے حصول میں توجہ دینا بھی ایک عظیم کام ہوگا، کیوں کہ بزرگیاں اور درجات مشقتوں کے اعتبار سے حاصل ہوتے ہیں، اور لذتیں مشقتوں کے اعتبار سے ہوا کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (پ: ۲۱، العنکبوت: ۶۹) "اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے"۔

من.....و هو الرؤف الرحيم الذى بيده تيسير كل عسير... .ص.. .۳۲.....إلى.....وهي تنزيه القلب عما ذكرناه.

حل لغات: يَكْفُرُ: (ن) ناشکری کرنا۔

ترجمہ: اور وہ مہربان رحم کرنے والا ہے جس کے قبضے میں ہر مشکل کو آسان کرنا ہے، تو غور سے سن اور ہوشیار رہ اور اس خصلت کے بیان کو اچھی طرح سمجھ یہاں تک کہ تو اسے جان لے پھر اسے انجام دینے کے لیے کمر بستہ ہو جا، اللہ عزوجل سے مدد طلب کر، تاکہ جو تو نے

جانا ہے اس پر عمل کرے کیوں کہ تمام معاملات اسی تقویٰ میں ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہدایت اور توفیق کا مالک ہے۔

پہلے تم جان لو کہ تقویٰ ہمارے مشائخ رحمھم اللہ کے قول میں یہ ہے کہ دل کو ایسے گناہ سے پاک کرنا جس طرح کا گناہ تم سے پہلے نہ ہوا ہو، تاکہ ترک گناہ کے پختہ عزم سے تمھیں اور تمھارے گناہوں کے درمیان حفاظت حاصل ہوجائے۔

ایسا ہی ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے، اور لغت میں لفظ تقویٰ کی اصل ”الوقوی“ واو کے ساتھ ہے، اور یہ وقایۃ کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: وَقَیٰ یَقِی وِقَایَۃً وَ قَوَی، تو واو کو تا سے بدل دیا گیا جیسا کہ اَلْوُکْلان اور التُّکْلان اور ان دونوں جیسی مثالوں میں ہے (کہ واوَ کو تا سے بدل کر التکلان بنادیا گیا) تو: تَقْوی کہا گیا۔

توجب باقی گناہوں کے تعلق سے ترک گناہ پر پختہ عزم اور دل کو قرار حاصل ہوجائے تو ایسا شخص اس وقت اس بات سے متّصف ہوتا ہے کہ وہ متقی ہے اور اسی لیے تنزیہ، عزم اور توطین کو تقویٰ کہا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں تقوی کے تین معانی ہیں۔۔

(۱)۔: خشیت اور ہیبت کے معنیٰ میں بولا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَ اِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ﴾(پ: ۱، البقرۃ: ٤) ”اور مجھی سے ڈرو“ اور فرمایا ﴿وَ اتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ ﴾(پ ۳ ، البقرۃ: ۲۸۱) ”اور ڈرو اس دن سے جس میں اللہ کی طرف پھروگے“۔

(۲)۔ طاعت و عبادت کے معنیٰ میں بولا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾(پ: ٤ ، آل عمران : ۱۰۲) ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو جیسا کہ اس کی اطاعت کا حق ہے“ اور حضرت مجاہد نے کہا“

تقویٰ یہ ہے کہ اطاعت کی جائے تو نافرمانی نہ کی جائے، یاد کیا جائے تو بھولا نہ جائے اور شکر ادا کیا جائے تو ناشکری نہ کی جائے۔"

(۳)۔ دل کو گناہوں سے پاک کرنے کے معنیٰ میں بولا جاتا ہے، یہی تقویٰ کے حقیقی معنیٰ ہیں نہ کہ پہلے دو معنیٰ (جو مجازی ہیں) کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَخْشَ اللهَ وَ يَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ (پ: ۱۸، النور: ۵۲) "اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے اور پرہیز گاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں" (پہلے) طاعت اور خشیت کا ذکر کیا پھر تقویٰ کا ذکر کیا تو تم نے جان لیا کہ تقویٰ کا معنیٰ طاعت اور خشیت کے علاوہ ہے اور وہ دل کو اس چیز (یعنی گناہ) سے پاک رکھنا جو ہم نے (ما سبق میں) بیان کیا۔

من......ثم قالوا رحمهم الله :منازل التقوى ثلاثة : ص.. . ۳۲،۳۳...... إلى...... فيكون حدًا جامعًا ،ومعنى بالغًا.

حل لغات: جُنَاحٌ: گناہ، جرم۔ قَابَلَ: (مُقَابَلَةً) مقابل لانا۔ حَدٌّ: تعریف، سرحد، کنارہ، جمع حُدُوْدٌ۔

ترجمہ: پھر مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا۔

تقویٰ کے تین درجے ہیں

(۱) شرک سے بچنا (۲) بدعت سے بچنا (۳) گناہوں سے بچنا، اور اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کو ایک ہی آیت میں ذکر کیا ہے ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا﴾ (پ: ۷، المائدۃ: ۹۳) "جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ان پر کچھ گناہ نہیں ہے جو کچھ انہوں نے چکھا جب کہ ڈریں اور ایمان رکھیں اور نیکیاں کریں پھر ڈریں اور ایمان رکھیں پھر ڈریں اور نیک رہیں"۔

تو پہلا تقویٰ شرک سے بچنا ہے اور وہ ایمان جو اس کے ساتھ مذکور ہوا وہ توحید کے مقابلے میں ہے، دوسرا تقویٰ بدعت سے بچنا ہے اور وہ ایمان جو اس کے ساتھ مذکور ہوا وہ سنت رسول اور اہل سنت پر قائم رہنا ہے، تیسرا تقویٰ گناہوں سے بچنا ہے، اور اس کے مقابلے میں کوئی اقرار نہیں تو احسان (نیکی) کو اس کے مقابلے میں ذکر کیا، اور وہ اطاعت و فرمانبرداری پر مداومت کرنا ہے، وہ طاعت میں ثابت قدم رہنے والوں کا درجہ ہے۔

تو آیت کریمہ تقویٰ کے تین مراتب: ایمان کا مرتبہ، سنت کا مرتبہ اور اطاعت پر استقامت کا مرتبہ ان سب کو جامع ہے تو یہ وہی تفصیل ہے جسے ہمارے علما رحمھم اللہ نے تقویٰ کے معنیٰ میں بیان فرمایا۔

میں (امام غزالی) کہتا ہوں میں نے تقوی کا معنی یہ پایا کہ زائد حلال چیز سے بچنا اور وہ معنی یہ ہے جو حضور ﷺ کی ایک حدیث مشہور میں مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''متقیوں کو متقی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اس کام کو بھی ترک کر دیا جس میں کوئی حرج نہیں اس کام سے بچنے کے لیے جس میں کوئی حرج اور گناہ ہو''۔

میں نے چاہا کہ وہ معانی جو ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائے ہیں اور جو معانی حضور ﷺ کی حدیث مبارک میں آئے ہیں ان سب کو جمع کر دوں تاکہ ایک جامع تعریف ہو جائے اور پورے معانی بیان ہو جائیں۔

من......فأقول :التقوى هو اجتناب كل ما تخاف منه . ..ص. ٣٣...إلى.....فافهمه موفقا إن شاء الله تعالىٰ.

حل لغات: مُحْتَمِّي: پرہیز کرنے والا۔ وِقَايَةٌ: آڑ، رکاوٹ، پردہ۔ تَعْيِيْرٌ: عار دلانا ۔ مِلَاكٌ: سرمایہ، سہارا۔

ترجمہ: تو میں کہتا ہوں کہ تقوی ہر اس چیز سے بچنا ہے جس سے تم اپنے دین میں ضرر کا اندیشہ کرو، کیا تم نہیں دیکھتے پرہیز کرنے والے مریض کو کہا جاتا ہے کہ وہ ہر اس چیز سے

بچے جو اس کے بدن کو نقصان دے جیسے کھانا، پانی پھل وغیرہ، جب وہ بچتا ہے تو اسے مکمل پرہیز کرنے والا کہا جاتا ہے۔

پھر جس سے دین سے میں ضرر کا اندیشہ کیا جاتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱)خالص حرام اور گناہ (۲)زائد حلال، اس لیے کہ زائد حلال میں مشغول ہونا اور اس میں منہمک ہونا رفتہ رفتہ بندہ کو حرام اور خالص گناہ کی طرف لے جاتا ہے۔ اور یہ گناہ نفس کی برائی، اس کی سرکشی اور خواہش کے حد سے بڑھنے اور اس کی نافرمانی کے باعث ہوتا ہے، تو جو شخص اپنے دین کے معاملے میں ضرر سے محفوظ و مامون رہنا چاہتا ہے تو بڑے گناہ سے بچے اور زائد حلال کے استعمال سے اس خوف سے بچے کہ وہ زائد حلال اسے خالص حرام کی طرف نہ لے جائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا" ان (متقی لوگوں نے) اس (زائد حلال) چیز کو بھی ترک کر دیا جس میں کوئی حرج نہیں اس چیز سے بچنے کے لیے جس میں کوئی حرج ہو یعنی انھوں نے زائد حلال کو حرام میں مبتلا ہونے کا اندیشہ کرتے ہوئے ترک کر دیا، تو مکمل جامع تقویٰ ہر اس چیز سے بچنا ہے جس سے دین میں کوئی نقصان ہو، گناہ اور فضول چیزوں سے بچنا یہی تقویٰ کی تفصیل ہے۔

تو جب ہم علم شریعت کے مطابق تقویٰ کی تعریف کرنا چاہیں تو ہم کہتے ہیں: تقویٰ کی جامع تعریف یہ ہے: دل کو ایسے گناہوں سے پاک رکھنا ہے جس طرح کا گناہ تم سے پہلے نہ ہوا ہو، ساتھ ہی ساتھ ترک گناہ پر عزم کی پختگی بھی ہو تاکہ یہ عزم تمھارے اور ہر برائی کے درمیان رکاوٹ بن جائے۔

برائیوں کی دو قسمیں ہیں

(۱)**شر اصلی** وہ ہے جس سے صراحۃً روکا گیا ہو جیسے خالص گناہ۔

(۲)**شر غیر اصلی** وہ ہے جس سے تادیبا روکا گیا ہو، اور یہ زائد حلال چیزیں ہیں جیسے وہ مباح چیزیں جو شہوت کو تقویت دیتی ہیں۔

تو پہلا (شر اصلی سے) تقوی فرض ہے اور اس کو چھوڑنے سے دوزخ کا عذاب ہوگا ،اور دوسرا (شر غیر اصلی سے) تقویٰ خیر اور ادب ہے اور ترک کرنے سے (قیامت کے دن) روکا جائے گا، حساب ہوگا، عار وندامت دلائی جائے گی، تو جو شخص پہلی قسم کے تقوی کو بجالائے تو وہ کم درجہ کا تقوی ہے اور وہ اطاعت پر استقامت کا درجہ ہے، اور جو شخص دوسری قسم کے تقویٰ کو بجا لائے تو وہ اعلیٰ درجہ کا تقوی ہے اور یہ مباح چیزوں کو ترک کرکے استقامت حاصل کرنے والوں کا درجہ ہے

توجب بندہ ان دونوں سے متّصف ہوجائے یعنی ہر گناہ اور فضول سے بچے تو اس نے تقوی کا معنی مکمل کرلیا، اوراس کو پورے حق کے ساتھ ادا کردیا، اور ہر بھلائی کو اس میں جمع کرلیا ،اور یہی ورع کامل ہے جو دین کا سرمایہ ہے، اور بارگاہ الٰہی میں ادب کا مرتبہ ہے تو یہی تقوی کا معنی اور فی الجملہ اس کا بیان ہے تو اسے توفیق یافتہ ہوکر سمجھو اگر اللہ چاہے۔

من.......فإن قلت :فصل لنا الان هذاالمعنى .... ص ۳۳.......إلى.....على قدر ما يليق بهذاالكتاب.

حل لغات: تُلْجِمُ:(افعال) لگام ڈالنا۔ تَصُوْنُ:(ن) حفاظت کرنا۔ لِيُرَاعِ: چاہیے کہ وہ نگہداشت کرے، لحاظ رکھے، توجہ دے۔

ترجمہ: سوال: آپ ہمارے لیے نفس کا معنی اور اس کے استعمال کا طریقہ بیان کیجیے کیونکہ یہاں ضرورت پیش آگئی ہے تاکہ ہم جان لیں کہ اس نفس کو کیسے لگام دیں اس بات کے ذریعہ جس کی تفصیل آپ نے حقیقت تقوی میں بیان کی ہے۔

جواب: اس کی تفصیل نفس کے تعلق سے یہ ہے کہ تم پختہ عزم کے ساتھ اس پر قائم رہو، اسے ہر گناہ سے باز رکھو، اور اسے ہر فضول چیز سے بچاؤ، توجب تم ایسا کروگے تو تم اپنی آنکھ، کان، زبان، دل، پیٹ شرم گاہ اور ان تمام اعضا کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈروگے اور اسے تقوی کی لگام دوگے اور اس باب کی شرح لمبی ہوجاتی ہے جس کی طرف ہم نے کتاب" احیاء العلوم "میں اشارہ کردیا ہے۔

اور وہ چیز جس کو بیان کرنا ضروری ہے تو ہم کہتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہتا ہو وہ پانچ اعضا کی نگہداشت کرے اس لیے کہ یہی اعضا اصل ہیں اور وہ یہ ہیں آنکھ، کان، زبان ،دل، پیٹ، تو ہر اس چیز سے ان اعضا کو بچانے کی فکر کر جس سے دین میں ضرر کا اندیشہ ہے۔

اور جب ان اعضا کی حفاظت حاصل ہوگئی تو باقی اعضا کے رکنے کی امید ہے، اور بندہ مکمل بدن کے ساتھ تقویٰ کی صفت سے متّصف ہو جائے گا۔

کتاب کی گنجائش کے مطابق ان اعضا کے لیے پانچ فصلوں کے بیان اور ان میں ہر ایک کے حق میں حرام چیزوں کی تفصیل کی ضرورت ہے۔

من.....الفصل الأول :العين....ص٣٤.....إلى.....فهذا أصل واحد من كتاب الله عزوجل.....

حل لغات: اَلْمُثُوْلُ:(ن) تعظیماً کسی کے سامنے کھڑا ہونا، باریاب ہونا۔ يَنْطَلِقُ: (اِنْطِلَاقًا) اطلاق ہونا، چلنا۔ اَنْمىٰ :(ض) اسم تفضیل، نَمىٰ يَنْمِي زیادہ ہونا۔ تَغُضُّ:(ن) نگاہ پست کرنا۔ اَرْخَيْتَ (إِرْخَاءً) ڈھیلی کرنا۔ يَنْغَلُ:(س) فاسد ہونا۔ اَلْأَدِيْمُ: چمڑا، جمع اُدُمٌ۔ طَرْفٌ: آنکھ، کنارہ ،جمع اَطْرَافٌ۔ رَائِدٌ: قائد نمائندہ۔ تَزَايُدًا:(تفاعل) زیادہ ہونا ، بڑھنا۔

پہلی فصل
آنکھ کی حفاظت کے بیان میں

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں توفیق عطا فرمائے پھر تم پر آنکھ کی حفاظت ضروری ہے کیوں کہ یہ ہر فتنہ اور آفت کا سبب ہے اور اس کے بارے میں ایسے تین اصول ذکر کرتا ہوں جو کافی ہیں۔

(۱)۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴾(پ:

۱۸، النور: ۳)" مسلمان مردوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے"۔

جان لو کہ میں نے اس آیت میں غور کیا تو اس کے مختصر ہونے کے باوجود میں نے اس کے تین قیمتی معانی پائے: (۱) تادیب (۲) تنبیہ (۳) تہدید (یعنی دھمکی)

تادیب یعنی ادب سکھانا، تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ اور بندہ پر آقا کے حکم کی بجاآوری ضروری ہے اور اس کا ادب آموز ہونا ضروری ہے ورنہ وہ بے ادب ہو جائے گا (اور جب بے ادب ہو جائے گا) تو اسے روک دیا جائے گا اور اسے مجلس میں حاضر رہنے اور (آقا کی) بارگاہ میں کھڑے رہنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، تو اس نکتہ کو سمجھ لو اور اس میں غور و فکر کرو جو اس آیت کے تحت ہے کیوں کہ جو کچھ بھی ہے اسی میں ہے۔

تنبیہ تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے " ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ "(پ:۱۸،النور، ۳۰)" یہ ان کے لیے ستھرا عمل ہے"۔

اور یہ دو معنوں پر بولا جاتا ہے اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے۔

(۱)۔ پہلا معنیٰ یہ ہے کہ (مومنوں کا نظریں جھکانا) یہ ان کے دلوں کے لیے زیادہ ستھرائی ہے اور زکاۃ طہارت کے معنی میں ہے، اور تزکیہ تطہیر کے ہم معنیٰ ہے۔

(۲)۔ اور دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ بھلائی کو اور زیادہ کرنے والا ہے کیوں کہ زکاۃ کا معنیٰ لغت میں بڑھنے کے ہیں تو اس بات پر تنبیہ کی کہ نگاہ جھکانے میں دل کی پاکی اور طاعت و بھلائی کی کثرت ہے اور یہ اس لیے ہے کہ اگر تم اپنی نگاہ نیچی نہ کرو اور اس کی لگام ڈھیلی کر دو تو وہ بے فائدہ چیز دیکھے گی بلکہ نگاہ حرام چیز پر پڑنے سے خالی نہیں ہوگی، اور تم جان بوجھ کر نگاہ ڈالو تو یہ گناہ کبیرہ ہے۔ اور بسا اوقات تمھارا دل اس سے وابستہ ہو جائے گا تو تم ہلاک ہو جاؤ گے اگر اللہ تعالیٰ تم پر رحم نہ فرمائے، بیان کیا گیا ہے کہ جب بندہ دیکھتا ہے تو اس کا دل خراب ہو جاتا ہے

جس طرح چمڑا دباغت میں (سڑنے سے) خراب ہو جاتا ہے تو پھر اس سے کبھی فائدہ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

اور اگر دیکھنا مباح ہو تو بسا اوقات تمھارا دل اس میں مشغول ہو جائے گا، اس کی وجہ سے تمھارے دل میں وسوسے اور خیالات آئیں گے اور شاید کہ تم مقصود تک نہ پہنچو تو تمھارا دل بھلائی سے ہٹ کر وسوسوں میں مشغول ہو جائے، اور اگر تم اسے نہ دیکھو تو تم ان تمام سے آرام وسکون میں رہو گے، اور یہی معنیٰ و مفہوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ تم (غیر محرم کی طرف) دیکھنے سے بچو کیوں کہ وہ دل میں شہوت کی کھیتی کرتا ہے اور یہی چیز صاحب شہوت کے لیے فتنہ میں مبتلا ہونے کے لیے کافی ہے۔

اور حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "نگاہوں کو جھکانا کیا ہی اچھا شہوتوں کو روکنے والا ہے" اور کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے

(۱)- اور جب تو اپنی آنکھ کو اپنے دل کے لیے نمائندہ بنادے گا تو کسی دن (برے) مناظر تجھے تھکا دیں گے۔

(۲)- جن چیزوں کو تو دیکھتا ہے ان سب پر قادر نہیں ہو سکتا ہے اور نہ بعض چیزوں سے صبر کر سکتا ہے۔

تو جب نگاہ کو جھکانے اور آنکھ کی حفاظت کرنے والے ہو جاؤ گے اور اس کی طرف نہیں دیکھو گے جو تمھارا مطلوب و مقصود نہیں ہے تو تم صاف طور پر فارغ البال، بہت زیادہ وسوسوں سے آرام پانے والے، آفتوں سے نفس کو بچانے والے، اور بھلائیوں میں زیادتی کرنے والے ہو جاؤ گے، تو تم اس جامع نکتہ کے لیے ہوشیار ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ اپنے احسان و فضل سے توفیق دینے والا ہے۔

تہدید: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ (پ:۱۸، النور، ۳۰) "اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے" اور فرمایا ﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾ (پ: ۲۴، المومن: ۱۹) "اللہ جانتا ہے چوری چھپے

کی نگاہ اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے" اور یہ آیت اس شخص کو ڈرانے کے لیے کافی ہے جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے خوف کرے، تو یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا پہلا اصول ہے۔

من......والأصل الثانی :ماروينا عن رسول الله ﷺ .. . ص ۳۵،۳٤...إلى.....وهو حسبي ونعم الوكيل.

ترجمہ: دوسرا اصول(۲)۔ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا" عورت کی خوبیوں کی طرف دیکھنا شیطان کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے تو جس نے اسے دیکھنا چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ اسے ایسی عبادت کا مزہ چکھائے گا جو اسے خوش کر دے گی۔

بلاشبہ عابدوں کی عبادت کی حلاوت اور مناجات کی لذت کا حصول ایک خاص درجہ رکھتی ہے اور یہ مجرب چیز ہے جس نے اس پر عمل کیا اسے اس کا علم ویقین ہے۔اس لیے کہ جب بندہ بے فائدہ چیزوں کی طرف دیکھنے سے باز آجائے گا تو وہ ایسی عبادت کی لذت، عبادت کی مٹھاس اور پاکیزگی پائے گا جسے اس نے پہلے نہیں پایا۔

(۳)تیسرا اصول۔ یہ ہے کہ تم اپنے اعضا میں سے ہر عضو کی جانب غور کرو کہ وہ کس کام کے لائق ہے اور اس کے لیے کس چیز کا انتظار کیا جاتا ہے، تو اس کے مطابق اس کی حفاظت و صیانت کرو، تو پاؤں جنت کے باغوں اور اس کے محلوں میں چلنے کے لیے ہے، ہاتھ جنت کی شراب کا جام اور اس کے پھلوں کو لینے کے لیے ہے، اور اسی طرح تمام اعضا میں غور و فکر کرو، تو آنکھ اللہ رب العزت کا دیدار کرنے کے لیے ہے، دنیا و آخرت میں اس سے بڑا اور عظیم کوئی مرتبہ نہیں، تو ایسی چیز جس کے لیے ایسی کرامت کا انتظار اور امید ہو تو وہ اس بات کے لائق ہے کہ اس کی حفاظت و صیانت کی جائے اور اس کی تعظیم و تکریم کی جائے، تو ان تین اصول میں جب تم غور کرو گے تو یہ تینوں اس فصل میں ذخیرہ کے لیے کافی ہوں گے اور اللہ تعالیٰ توفیق کا مالک ہے اور وہ میرے لیے کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔

من......الفصل الثانی :الأذن ...ص ۳۵......إلیٰ.....فلینظرن العاقل في ذلك ،و باللہ التوفیق.

حل لغات: اَلْخِنَاءُ:(ن)فحش گوئی۔اَلْفُضُوْلُ:لغویات۔عَدَّی: عَدَّی عَنِ الأَمْرِ: چھوڑ دینا۔یُهَیِّجُ:(تَهْیِیْجًا)اکسانا،ابھارنا۔جَوْفٌ: پیٹ،جمع اَجْوَافٌ۔یُعَنِّي: (تَعْنِیَۃً)تکلیف پہنچانا،مشقت میں ڈالنا۔اَلْمُؤنُ:مشقت،تکلیف۔

دوسری فصل

کان کی حفاظت کے بیان میں:

ترجمہ: تو ہر فحش گوئی اور لغو گفتگو سے اپنے کان کی حفاظت ضروری ہے،اور یہ دو وجہوں سے ضروری ہے۔

پہلی وجہ: ان میں سے ایک یہ ہے کہ غور سے سننے والا(فحش بات وغیرہ کو) بولنے والے کے ساتھ ہوتا ہے۔اور اس بارے میں کہنے والے نے کہا ہے:

(۱)-راستوں میں سے ان کے وسط کو چاہو(درمیانی راہ اختیار کرو)اور مشتبہ پہلو سے دور رہو۔

(۲)-اور بری بات کے سننے سے اپنے کان کی حفاظت کرو جس طرح زبان کو بری بات بولنے سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔

(۳)-کیوں کہ تم بری بات سننے کے وقت اس کہنے والے کے ساتھ شریک رہتے ہو لہٰذا ہوشیار ہو جاؤ۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ کان دل میں خیالات اور وسوسوں کو ابھارتا ہے پھر اس کی وجہ سے بدن میں مشغولیت (یعنی بے کار کاموں میں پڑنا)ظاہر ہوتی ہے اور عبادت میں کوئی لذت باقی نہیں رہتی۔

پھر جان لو کہ وہ کلام جو انسان کے دل اور کان میں اثر کرتا ہے اس کھانے کی مانند ہے جو اس کے پیٹ میں داخل ہو تو اس میں سے کچھ کھانا نفع بخش ہوتا ہے اور کچھ نقصان دہ،کچھ

غذائیت فراہم کرتا ہے اور کچھ زہر قاتل، بلکہ گفتگو کی بقا اور اس کا گھونٹ پینا کھانے سے زیادہ اہم اور اثردار ہوتا ہے کیوں کہ کھانا نیند وغیرہ کے ذریعہ پیٹ سے ختم ہوجاتا ہے اور کبھی کبھی اس کا اثر ایک زمانے تک باقی رہتا ہے پھر ختم ہوجاتا ہے نیز اس کے لیے ایسی دوا ہے جو انسان کے جسم سے اس کا اثر ختم کر دیتی ہے۔

لیکن (بیہودہ) کلام جو انسان کے دل میں اثر انداز ہوتا ہے تو کبھی وہ اس کے ساتھ عمر بھر باقی رہتا ہے اور وہ نہیں بھولتا، تو اگر وہ کلام برا ہو تو اسے مشقت اور مصیبت میں ڈالتا رہتا ہے اور اس کے دل میں ایسے خیالات اور وسوسے آتے رہتے ہیں جن سے وہ اعراض کرنے اور اپنے دل کو ان سے دور کرنے کا محتاج ہوتا ہے، اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہے اور وہ اس بات سے بے خوف نہیں ہوتا کہ اسے یہ خیالات مصیبت اور آزمائش میں ڈال دیں اور اسے حرکت دیتے ہیں یہاں تک کہ آخر کار ان کی وجہ سے وہ بڑی آفت میں مبتلا ہوجاتا ہے، اگر تم بے فائدہ باتوں سے اپنے کان کی حفاظت کرو تو تم ان مشقتوں سے آرام میں رہو گے، لہذا عقلمند کو چاہیے کہ اس میں غور وفکر کرے اور اللہ ہی سے توفیق کی امید ہے۔

من......الفصل الثالث...اللسان....ص ٣٥، ٣٦. ...إلىٰ... .وإن كنت في الكلام فصيحا.

حل لغات: كَفَّرَتْ لَهٗ:(تَكْفِيْرًا) تعظیماً کسی کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا۔ نَنْشُدُكَ:(ن) نَشَدَ فُلَانٌ بِاللهِ: اللہ کی قسم دے کر کسی سے کوئی اپیل کرنا۔ اِعْوَجَجْتُ :(اِعْوِجَاجًا) ٹیڑھا ہونا۔ اَلْغَرُوْرَةُ: دھوکا باز۔ خَلَعُوا:(ف) اتارنا۔ اَلْعِذَارُ: شرم وحیا۔

تیسری فصل

زبان کی حفاظت کے بیان میں

ترجمہ: پھر تم پر زبان کی حفاظت، اس پر کنٹرول کرنا اور اس کو مقید کرنا ضروری ہے کیوں کہ یہ تمام اعضا میں سب سے نافرمان اور سرکش ہے، فساد و سرکشی کے اعتبار سے زیادہ بڑی ہے، اور ہم نے حضرت سفیان بن عبد اللہ سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا: میں نے

عرض کی یارسول اللہ! ﷺ وہ کیا چیز ہے جس کا آپ مجھ پر زیادہ خوف کرتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان پکڑ لی پھر فرمایا: یہ (خطرناک) ہے۔ اور حضرت یونس بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نفس کو بصرہ کی سخت گرمی میں روزہ کی مشقت برداشت کرنے والا پاتا ہوں لیکن فضول گوئی کو ترک کرنے کا محتمل نہیں پاتا ہوں'' تو اب تم پر بہت زیادہ کوشش اور حفاظت کرنا ضروری ہے۔

اور ہم پانچ اصول ذکر کرتے ہیں۔

(۱)۔ان میں سے ایک وہ ہے جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انسان جب صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضا زبان کے سامنے عاجزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم تجھے اللہ کی قسم دے کر کہتے ہیں کہ تو سیدھی رہ کیوں کہ اگر تو سیدھی رہی تو ہم سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوئی تو ہم ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

میں (امام غزالی) کہتا ہوں اس کلام کا مفہوم یہ ہے اور اللہ زیادہ جانتا ہے۔ زبان کی بات انسان کے باقی اعضا میں توفیق خیر اور ذلت و رسوائی کا اثر کرتی ہے، (یعنی اگر اچھی بات نکلتی ہے تو اچھائی حاصل ہوتی ہے ورنہ ذلت ملتی ہے) اور اس معنیٰ کی تائید اس کلام سے ہو جاتی ہے جو حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے؛ انھوں فرمایا ''جب تو اپنے دل میں سختی اور بدن میں کمزوری اور رزق میں تنگی دیکھے تو جان لے کہ تو نے (کہیں) لایعنی اور بے کار بات کی ہے۔

(۲)۔: یہ ہے کہ اپنے (قیمتی) وقت کی حفاظت کرنا، کیوں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی یاد کے علاوہ جو گفتگو کرتا ہے، اس میں زیادہ تر یا کم از کم وہ لغو باتیں ہوتی ہیں جن سے وقت ضائع ہوتا ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حسان بن ابی سنان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک بنے ہوئے بالا خانہ کے سامنے سے گزرے تو (مکان مالک سے) پوچھا اس کو بنے ہوئے کتنا زمانہ ہوا؟ یہ کہنے کے بعد اپنے نفس کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے میرے دھوکا باز نفس! تو بے فائدہ چیزوں کے

بارے میں سوال کرتا ہے؟ اور ایک سال تک روزے رکھ کر اس کو سزا دی۔ میں (امام غزالی) کہتا ہوں خوش خبری ہے ان لوگوں کے لیے جو نفس پر توجہ دینے والے ہیں، اور تباہی ہے ان غافلوں کے لیے جنھوں نے حیا کو اتار کر رکھ دیا ہے اور (زبان کی) لگام کو ڈھیلا کر دیا ہے، اور اللہ سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ اور کہنے والے نے سچ کہا اور اچھا کہا ہے:

(۱)- جب تو فرصت اور آزادی میں رہے تورات کی تاریکی میں دو رکعت نماز کو غنیمت سمجھ۔

(۲)- اور جب لغو کے ذریعہ باطل میں پڑنے کا ارادہ کرے تو اس کی جگہ بدلے میں تسبیح کہہ لے

(۳)- خاموشی لازم کر لینا بولنے سے بہتر ہے اگرچہ گفتگو میں تو فصیح اللسان ہو۔

من.....والأصل الثالث: حفظ الأعمال الصالحة.. .ص .۳٦. . .
إلى.........فتكون صلاتهم يوم القيامة في ميزاني.

حل لغات: لَغَطٌ: شور وغل، گفتگو، جمع اَلْغَاطٌ۔ سَقَطٌ: کسی قول وفعل کی غلطی، جمع اَسْقَاطٌ۔ اِغْتَابَ (اِغْتِیَابًا) غیبت کرنا۔ اُکَافِئ: (مُکَافَاۃٌ) بدلہ دینا۔ نَالُوْا: (ض، س) نَالَ مِنْ فُلَانٍ: برا بھلا کہنا۔

ترجمہ: (۳)۔ نیک اعمال کی حفاظت کرنا، تو اگر بندہ اپنی حفاظت نہ کرے، خوب گفتگو کرے تو لا محالہ وہ لوگوں کی غیبت میں مبتلا ہوگا جیسا کہ کہا گیا ہے "جس کی بکواس زیادہ ہوگی اس کی غلطی بھی زیادہ ہوتی ہے۔"۔

اور غیبت اطاعت کو ہلاک کرنے والی بجلی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے" اس شخص کی مثال جو لوگوں کی غیبت کرتا ہے اس شخص کی طرح ہے جو منجنیق نصب کرے اور اس کے ذریعہ اپنی نیکیوں کو پورب، پچھم، دائیں بائیں پھینکے۔

اور ہمیں حسن بصری رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق یہ خبر ملی ہے کہ ان سے کہا گیا: اے ابو سعید! (ان کی کنیت ہے) فلاں شخص نے تمھاری غیبت کی ہے، تو انہوں نے اس کے پاس ایک طشتری بھیجی جس میں تازہ کھجوریں تھیں، اور ساتھ میں یہ بھی کہلا بھیجا کہ: مجھے خبر

ملی ہے کہ تم نے اپنی نیکیوں کو میری پاس ہدیہ میں بھیجا ہے تو میں نے چاہا کہ میں تمہیں معاوضہ دے دوں۔

اور حضرت عبد اللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس غیبت کا ذکر کیا گیا، توانھوں نے فرمایا: اگر میں کسی کی غیبت کرتا تو ضرور اپنی ماں کی کرتا کیونکہ وہ میری نیکیوں کی زیادہ مستحق ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت اصم رحمۃ اللہ علیہ کی تہجد کی نماز فوت ہوگئی، تو آپ کی بیوی نے آپ کو عار دلائی، توانھوں نے فرمایا: کہ ایک قوم نے گزشتہ رات نماز پڑھی اور جب اس نے صبح کی تو میری غیبت کی، توقیامت کے دن ان کی (رات والی نماز کی) نیکیاں میرے ترازو میں رکھ دی جائیں گی۔

من......الأصل الرابع :السلامة من آفات الدنيا ،على ما قال سفيان ....ص ٣٦،٣٧....إلى.....نسأل الله التوفيق برحمته.

حل لغات: دَلِيْلٌ: مرشد، رہنما، جمع اَدِلَّةٌ۔ لَيْثٌ: شیر، جمع لُيُوْثٌ۔ كَمِيْنٌ: چھپ کر گھات لگانے کی جگہ . خَلىٰ عَلىٰ: تنہا پانا۔ إِغَارٌ : حملہ کرنا۔ اصل میں إِغْوَارٌ ہے، اجوف واوی، واؤ کی حرکت ماقبل کو دے کر الف سے بدل دیا پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے الف گر گیا۔ صُنْ: (ن) فعل امر، حفاظت کرنا۔ سِتَارٌ: پردہ، آڑ، جمع سَتَائِرُ۔ دَعْنِيْ: (ف) مجھے چھوڑ دے سکون سے رہنے دے۔

ترجمہ: (۴)۔ دنیا کی آفتوں سے سلامت رہنا، جیسا کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: اپنی زبان سے ایسی بات نہ کہو جس کے سبب تمھارے دانت توڑ دیے جائیں۔

اور کسی دوسرے نے کہا ہے: اپنی زبان کو دراز نہ کرو تاکہ تمھاری حالت تباہ و برباد نہ ہو جائے۔

اور کسی بزرگ نے یہ اشعار کہے ہیں:

(۱)۔اپنی زبان کی حفاظت کر،اور نہ بول کہ تو مصیبت میں مبتلا کیا جائے ،یقیناً مصیبت وبلا نطق (بول چال) کے تابع ہے۔
(۲)۔اپنی زبان کی حفاظت کر بے شک زبان آدمی کے قتل کرنے میں سبقت کرتی ہے۔
(۳)۔اور یقیناً زبان دل کا عنوان ور ہنما ہے،جو لوگوں کو اس کی عقل کا پتہ دیتی ہے۔ابن ابو مطیع نے کہا ہے:
(۱)۔انسان کی زبان اس شیر کی طرح ہے جو گھات میں ہو کہ جب آدمی کو تنہا پائے تو اس (آدمی) کے لیے غارت گری ہے۔
(۲)۔لہذا خاموشی کی لگام لگا کر بے ہودہ گوئی سے زبان کی حفاظت کر،تاکہ تیری مصیبتوں کے لیے رکاوٹ بن جائے۔
رائج کہاوت ہے۔بہت سے ایسے کلمات ہوتے ہیں جو بولنے والے سے کہتے ہیں مجھے سکون سے رہنے دے (یعنی مجھے زبان سے مت نکال)ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کے ذریعہ توفیق کا سوال کرتے ہیں۔

من......والأصل الخامس:ذكر آفات الآخرة وعواقبها،ص ۳۷....إلى....مافيه مقنع،فانظر فيه تجد الشفاء.

حل لغات: اَلْجِيَفُ: سڑی ہوئی لاشیں،واحد جِيْفَةٌ۔قَطَعَ عَنْ: روکنا۔لَاتُمَزِّقْ :(تَمْزِيْقًا) پھاڑنا۔رَقِيْبٌ: نگراں،جمع رُقَبَاءُ۔عَتِيْدٌ(ک)۔تیار رہنے والا۔اَلْهَذْرُ: (س) بے ہودہ گوئی۔عَلىٰ رُؤُوسِ الْأَشْهَادِ: سب حاضرین کے سامنے،بر سر محفل۔

ترجمہ:(۵)۔ یہ ہے کہ آخرت کی آفتوں اور سزاؤں کو یاد کرنا ،اور اس بارے میں ایک نکتہ بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے جو دو حال سے خالی نہیں،یا تو تم ممنوع اور حرام بات کہو گے یا پھر فضول اور لایعنی بات کہو گے۔تو اگر وہ بات ممنوع ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کا ایسا عذاب ہے جسے برداشت کرنے کی تم میں طاقت نہیں۔اور ہم نے حضور صلی اللہ تعالی سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا:”جس رات مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی تو میں نے جہنم میں ایسے لوگوں کو دیکھا جو

سڑی ہوئی لاشیں کھا رہے تھے، میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ''یہ وہ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے'' (یعنی غیبت کرتے تھے)۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا: ''تم اپنی زبان کو حاملان قرآن اور علم طلب کرنے والوں سے الگ رکھو، اور اپنی زبان سے (کوئی اختلافی بات کہہ کر) لوگوں کو متفرق نہ کرو، ورنہ جہنم کے کتے تمہیں پھاڑ ڈالیں گے''۔

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''بے شک غیبت ہدایت سے دل کو ویران کر دیتی ہے'' تو ہم اللہ تعالی کے فضل سے اس سے بچنے کا سوال کرتے ہیں، یہ گفتگو ممنوع کلام کے سلسلے میں تھی اور رہا مباح کلام تو اس میں چار امور ہیں۔

(۱)۔ یہ ہے کہ کراما کاتبین کو اس مباح (لکھنے) میں مشغول کرنا ہے، جس میں نہ کوئی بھلائی ہے اور نہ کوئی فائدہ۔ اور انسان کے لائق یہ ہے کہ وہ ان دونوں سے حیا کرے اور ان کو تکلیف نہ پہنچائے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ (پ، ۲٦، ق، ۱۸) ''وہ کوئی بات نہیں کرتا مگر اس کے پاس ایک نگہبان ہے''۔

(۲)۔ یہ ہے کہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں نامہ اعمال کو لغو اور بیہودہ باتوں سے بھر کر بھیجنا ہے، تو بندہ کو چاہیے کہ اس سے بچے اور اللہ تعالی سے خوف کرے اور بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے ایک شخص کو بیہودہ گفتگو کرتے ہوئے دیکھا، تو اس نے کہا اے شخص! تم اللہ تعالی کی بارگاہ میں ایک خط تحریر کر رہے ہو تو سوچ لو کہ کیا تحریر کر رہے ہو۔

(۳)۔ یہ ہے کہ زبردست بادشاہ کے سامنے، سختیوں اور ہولناکیوں کے درمیان، پیاسے، برہنہ، بھوکے، جنت سے جدا ہونے اور نعمت سے روکے جانے کی حالت میں علی الاعلان اس (خط) کا پڑھا جانا ہے۔

(۴)۔ یہ ہے کہ تجھے اپنی گفتگو پر عار و ملامت ہوگی، تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی، رب العزت کے سامنے شرمندگی ہوگی، کہا گیا ہے کہ فضول گفتگو سے بچو کیونکہ اس کا حساب طویل ہوگا، اور یہ اصول، نصیحت حاصل کرنے والے کے لیے کافی ہیں، اور ہم نے کتاب ''

اسرار معاملات الدین“ میں اس کو بیان کر دیا ہے، جو بیان اطمینان بخش ہے تم اس میں غور کر لو شفا (یعنی تشفی بخش جواب) پاؤ گے۔

من.....الفصل الرابع:القلب....ص ۳۷،۳۸....إلی......... وإذا كان صلاح الكل في ذلك. وجب صرف العناية إليه.

حل لغات: خَطَرٌ خَطِيْرٌ: نہایت خطرناک۔ أَبْشَارٌ: کھال، جلد واحد بِشْرٌ۔ اَدْنَاسٌ: میل کچیل، واحد دَنِسٌ۔ شِيْنٌ: عیب۔ فَضَائِحُ: عیب وبرائی، واحد فَضِيْحَةٌ۔ طَرَدُوْا: (ن) چھوڑدینا۔ تَبَرَّؤُوْا: تَبَرَّأَ مِنْ: اظہار براءت کرنا۔ مُضْغَةٌ: گوشت کا ٹکڑا، جمع مُضَغٌ۔

چوتھی فصل

دل کی حفاظت کے بیان میں

ترجمہ: پھر تم پر دل کی حفاظت اور اس کی اصلاح، اس میں اچھی نظر اور کوشش صرف کرنا ضروری ہے، کیونکہ یہ تمام اعضا میں خیال گزرنے کے اعتبار سے سب سے بڑا ہے، اور اثر کے اعتبار سے زیادہ ہے اور معاملہ کے اعتبار سے باریک (پیچیدہ) اور اصلاح کے اعتبار سے زیادہ مشکل ہے، اور اس کے تعلق سے میں پانچ اطمینان بخش اصول ذکر کرتا ہوں۔

(۱)۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾ (پ ۲٤، المؤمن: ۱۹) ”اللہ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ اور جو کچھ سینوں میں ہے“ فرماتا ہے: ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ (پ ۲۲، الاحزاب: ۵۱) ”اور اللہ جانتا ہے جو تم سب کے دل میں ہے“ اور فرماتا ہے: ﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ (پ ۱۰، الانفال: ٤۳) ”بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے“ اللہ تعالیٰ نے اسے کئی مرتبہ ذکر کیا اور قرآن پاک میں اس کے ذکر کو مکرر فرمایا، تو علیم وخبیر کا مطلع وآگاہ ہونا خاص بندوں کے لیے تحذیز (ڈرانے) تھدید (دھمکانے) کے طور پر کافی ہے اس لیے کہ

غیب جاننے والے کا معاملہ بڑا خطرناک ہے تو غور کرلو کہ وہ تمھارے دل کے تعلق سے کیا جانتا ہے۔

(۲)۔ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "کہ اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں ،جسموں اور تمھاری جلدوں کی طرف نہیں دیکھتا ہے وہ تمھارے دلوں اور تمھارے اعمال کو دیکھتا ہے "تو دل اللہ تعالیٰ کے نظر کرنے کی جگہ ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو اپنے اس چہرہ کا خوب خیال رکھتا ہے جو مخلوق کے نظر کرنے کی جگہ ہے (یعنی ظاہر کو مزین کرتا ہے اور باطن کو اعمال صالحہ سے مزین نہیں کرتا ہے)، تو وہ اسے (یعنی چہرہ وغیرہ) دھوتا ہے، گندگی اور میل کچیل صاف کرتا ہے، اور حتی الامکان اسے آراستہ کرتا ہے تاکہ مخلوق اس میں کسی عیب پر آگاہ نہ ہو، اور اس دل کو (پاک وصاف کرنے میں) توجہ نہیں دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نظر کرنے کی جگہ ہے، تو چاہیے کہ وہ اس (دل) کو پاک کرکے مزین کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اس میں میل، کچیل، برائی اور کوئی آفت وعیب نہ دیکھے (یعنی ظاہر نہ کرے کیونکہ وہ سب کچھ جانتا ہے)، بلکہ انسان اسے عیبوں، گندگیوں اور بری چیزوں سے بھرا ہوا چھوڑ دیتا ہے کہ اگر لوگ ان میں سے کسی ایک عیب پر آگاہ ہو جائیں تو اسے چھوڑ دیں گے، اس سے بے زار ہو جائیں گے اور اسے دھتکار دیں گے اور اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

(۳)۔: یہ ہے کہ دل اطاعت کیے جانے والا بادشاہ اور اتباع کیے جانے والا سردار ہے ،اور تمام اعضا اس کے تابع ہیں، اور جب متبوع درست رہے گا تو تابع بھی درست رہے گا، اور جب بادشاہ سیدھا رہے گا تو رعایا بھی سیدھی رہے گی، اور بیان کیا جاتا ہے رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے ہے کہ انھوں نے فرمایا: "بے شک جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، جب وہ درست رہتا ہے تو سارا جسم درست رہتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، خبردار وہ (ٹکڑا) دل ہے، اور جب تمام اعضا کی درستگی اسی میں ہے تو اسی کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے۔

من.....والأصل الرابع :أن القلب خزانة كل جوهر ... ص٣٨ ... .
إلى.....فى مجهود الطاقة أمر شديد ومحنة عظيمة

حل لغات: تَحْرُسُ (ن)حفاظت کرنا۔ جَفْنٌ: پلک، جمع اَجْفَانٌ ۔ تَغَمَّضَ :تَغَمَّضَ الْعَينَيْنِ: آنکھیں بند کرنا۔ شَفَةٌ: ہونٹ، جمع شِفَاہٌ۔

ترجمہ: (۴)۔ یہ ہے کہ دل بندہ کے لیے ہر عمدہ موتی کی تجوری اور ہر قیمتی خوبی کا خزانہ ہے، اس (تجوری) کا اول عقل ہے اور سب سے عظیم اللہ تعالیٰ کی وہ معرفت ہے جو دارین میں نیک بختی کا سبب ہے، پھر وہ بصیرتیں ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت اور فوقیت حاصل ہوتی ہے پھر اطاعتوں میں وہ خالص نیت ہے جس سے دائمی ثواب وابستہ ہیں، پھر مختلف قسم کے علوم اور حکمتیں ہیں جو بندہ کا شرف ہیں، تمام عمدہ اخلاق اور پسندیدہ خصلتیں ہیں جیساکہ ہم نے ''اسرار معاملات دین ''کتاب میں اس کی تفصیل وتشریح کردی ہے۔

اور اس طرح کے خزانے کے لائق یہ ہے کہ گندگیوں اور آفتوں سے اسے بچایا جائے، چوروں اور ڈاکوؤں سے اس کی حفاظت کی جائے، پھر مختلف قسم کی شرافتوں اور بزرگیوں سے اس کی تعظیم وتکریم کی جائے، تاکہ ان قیمتی موتیوں میں میل کچیل نہ لگ جائے، اور معاذ اللہ اس پر کوئی دشمن کامیاب نہ ہو۔

(۵)۔ یہ ہے کہ میں نے دل کی حالت میں غور وفکر کیا تو اس کی پانچ ایسی حالتیں پائیں جو دل کے علاوہ انسان کے دوسرے اعضا کے لیے نہیں ہیں۔

دل کی پانچ حالتیں

پہلی حالت: یہ ہے کہ دشمن اس کا ارادہ کرنے والا، اس کی طرف متوجہ ہونے والا، اور اس سے وابستہ ہونے والا ہے، کیونکہ شیطان انسان کے بائیں دل پر سوار ہونے والا ہے، دل الہام اور وسوسہ کی جگہ ہے دو داعی فرشتہ اور شیطان اپنے دعوتوں کے ساتھ ہمیشہ دستک دیتے رہتے ہیں۔

دوسری حالت: یہ ہے کہ دل کا کام زیادہ ہے کیونکہ خواہش اور عقل اسی میں ہے ،پس یہ دو لشکروں کی معرکہ گاہ ہے، (۱)خواہش اور اس کا لشکر،(۲)عقل اور اس کا لشکر، تو یہ دل ان دونوں کے درمیان آپس میں جنگ و جدال اور جھگڑے کے درمیان ہے،اور سرحد کے لائق یہ ہے کہ اس کی نگرانی کی جائے،اسے مضبوط بنایا جائے اور اس سے غفلت نہ برتی جائے۔

تیسری حالت: یہ ہے کہ دل کی رکاوٹیں زیادہ ہیں،کیونکہ خیالات اس کے لیے تیروں کی طرح ہیں جو اس میں پیدا ہوتے رہتے ہیں،اور بارش کی طرح رات و دن اس پر برستے رہتے ہیں اس سے جدا نہیں ہوتے اور تم ان خیالات کو روک بھی نہیں سکتے،اور دل اس آنکھ کی مانند نہیں ہے جو دو پلکوں کے درمیان ہے جب تم بند کرو تو آرام پاجاؤ،یا خالی جگہ اور تاریک رات میں رہے تو اس کے مشاہدے اور رویت سے بے نیاز ہوجائے،یا وہ (دل) زبان کی مانند نہیں ہے جو دو رکاوٹوں یعنی دانتوں اور زبان کے پیچھے ہے،تو تم اس کو روک نہیں سکتے،بلکہ دل خیالات کا ہدف ہے،تو تم کسی حال میں اسے روکنے اور اس سے بچنے پر قادر نہیں ہو،اور یہ کسی بھی وقت تم سے جدا نہیں ہوگا،پھر نفس اس کی جلدی پیروی کرنے والا ہے،اور انسانی طاقت کے اعتبار سے اس سے باز رہنا ایک سخت کام اور عظیم مشقت ہے۔

من......والرابع:أن علاجه عليك عسير ،إذ هو غيب عنك، .. .ص ۳۸،۳۹...إلى...لإصلاح قلوبهم بحسن النظر ،إنه أرحم الراحمين.

حل لغات: تَدِبُّ:(ض)دَبَّ الشَيْءُ فِيْ:سرایت کرنا۔اَفْظَعُ: (س) بھیانک ۔اَلْمَشْؤُمُ:(ف)منحوس۔

ترجمہ: چوتھی حالت یہ ہے کہ اس کا علاج کرنا تم پر دشوار ہے اس لیے کہ یہ (دل)تم سے پوشیدہ ہے،تو تمہیں جلدی احساس نہیں ہوگا،یہاں تک کہ اس میں آفت سرایت کرجائے،اور اس کی ایک حالت ظاہر ہوجائے،تو تمہیں لمبی کوشش،باریک بینی اور کثرت عبادت کے ساتھ اس کی پوری چھان بین کرنے کی ضرورت پڑے گی۔

پانچویں حالت یہ ہے کہ آفتیں دل کی طرف تیزی سے بڑھنے والی ہیں، تو یہ پلٹ جانے کے زیادہ قریب ہے، اور کہا گیا ہے کہ دل اس ہانڈی سے زیادہ تیزی سے پلٹ جانے والا ہے جس میں جوش ہو اسی لیے کہا گیا ہے۔

(ا) دل کا نام اس کے متغیّر ہونے کی وجہ سے قلب رکھا گیا ہے، اور رائے بسا اوقات انسان کو مار ڈالتی ہے۔

پھر دل اگر لغزش کھا جائے تو معاذ اللہ اس کا لغزش کرنا مشکل معاملہ ہے اور اس کا بگڑنا بہت سخت اور بھیانک ہے، اس کا کم سے کم درجہ سختی اور غیر اللہ کی طرف مائل ہونا ہے، اور اس کی (ہلاکت کی) انتہا کفر کرنا ہے۔-اللہ کی پناہ- کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا؟﴿ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ * وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ﴾(پ ۱، البقرۃ ۳۴) ”وہ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا“ تو تکبر اس کے دل میں تھا جس نے اسے انکار کرنے اور کفر ظاہر کرنے پر ابھارا، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا؟﴿وَلٰکِنَّہٗۤ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ ھَوٰىہُ﴾ (پ ۹، الاعراف: ۱۷۶) ”مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا“ میلان اور خواہش کی پیروی اس کے دل سے تھی، تو دل نے اس کو منحوس گناہ پر ابھارا۔

کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا؟﴿وَ نُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَھُمْ وَ اَبْصَارَھُمْ کَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِہٖۤ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَّ نَذَرُھُمْ فِیْ طُغْیَانِھِمْ یَعْمَھُوْنَ﴾(پ ۷، الانعام: ۱۱۰) ”اور ہم پھیر دیتے ہیں ان کے دلوں اور آنکھوں کو جیسا وہ پہلی بار اس پر ایمان نہ لائے تھے اور انہیں چھوڑ دیتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکا کریں“ اے شخص! اس آیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اپنے دلوں پر خوف کرتے ہیں، روتے ہیں اور اپنی توجہ اس کی طرف پھیر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا:﴿یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ﴾(پ ۱۸، النور: ۳۷) ”ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں“ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں نصیحتوں سے عبرت حاصل کرنے

والوں، خطرے کی جگہوں میں توجہ دینے والوں، اچھی نظر سے اپنے دلوں کی اصلاح کے لیے توفیق پانے والوں میں سے بنائے، بے شک وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

من.....فإن قيل: إن أمر هذاالقلب لمهم جدًا، ص٣٩ .. إلىٰ .....صائر إلى كل ظفر، والنفس داعية إلى كل شر.

حل لغات: عُنُوْا : عُنِيَ بِهٖ: اہتمام کرنا۔نَبْذَةٌ:کسی چیز کا ٹکڑا، کچھ حصہ، جمع نَبْذَاتٌ۔فُحُوْلُ الْعُلَمَاءِ: بلند پایہ اور جید علما۔غَنِيَّةٌ: بے نیازی۔مَدَاحِضُ :پھسلنے کی جگہ، واحد مَدْحَضَةٌ۔تَشِيْنُ:(ض)عیب دار بناتے ہیں۔اَلتَّأَنِيْ: اطمینان۔اَلْعُضَالُ: (ن)لاعلاج۔

ترجمہ: سوال: اس دل کا معاملہ نہایت اہم ہے، توہمیں وہ باتیں بتائیں جن سے اس کی اصلاح ہوتی ہے اور ان آفتوں کے بارے میں بتائیں جو اس پر طاری ہوکر برباد کر دیتی ہیں امید ہے کہ ہم کوشش کرکے اس پر عمل کرنے کی توفیق پائیں؟

جواب: سائل سے کہا جائے گا، کہ جان لے کہ ان باتوں کی تفصیل لمبی ہے، یہ کتاب اس کے برداشت کی طاقت نہیں رکھتی، علماے آخرت نے صرف اس نکتہ میں تخریج وتصنیف کا اہتمام کیا ہے، اور ضروری چیزوں میں سے تقریبًا نوے پسندیدہ خصلتوں اور ان کی بری ضدوں کا ذکر کیا ہے، پھر افعال، واجبات، ممنوعات کی تمام تفصیلات میں اتنی ہی خصلتیں بیان کی ہیں۔

میری عمر کی قسم! بے شک اس میں سب سے اہم بندہ کے دین کا معاملہ ہے، تم غافلوں کی نیند سے بیدار ہوجاؤ، نفس کے بارے میں غور وفکر کرو، ان تمام کی تحصیل اور ان پر عمل کرنا زیادہ نہ ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ توفیق دے، اور ہم نے اس میں سے کچھ چیزیں" إحياء العلوم "کی شرح" عجائب القلب "میں ذکر کردی ہیں، پوری شرح وتفصیل علاج کی کیفیت کے ساتھ کتاب" اسرار معاملات دین "میں کردی ہے، اور یہ خود ایک مستقل کتاب ہے، بہت زیادہ فائدہ مند ہے، اس سے وہ زبردست علما ہی فائدہ اٹھاسکتے ہیں جو علم آخرت میں پختہ ہیں، کتاب کا موضوع یہ ہے کہ اس سے مبتدی، منتہی، طاقتور اور کمزور لوگ

فائدہ اٹھائیں، تو ہم نے ان اصول میں غور وفکر کیا دل کے علاج میں جن کا ذکر ضروری ہے اور ضرورت متحقق ہے، اور عبادت میں قطعی طور پر ان سے بے نیازی نہیں ہے، تو ہم نے چار ایسے امور پائے جو عابدوں کی ہلاکتیں، مجتہدین کی آفتیں، دلوں کے فتنہ اور نفس کی بلائیں ہیں، جو رکاوٹ ڈالتے، عیب دار بناتے، برباد کرتے اور ضائع کرتے ہیں اور ان کے مقابلے میں چار ایسے امور ہیں جن میں عبادت گزاروں کا ستون، عبادت کا انتظام اور دلوں کی اصلاح ہے۔

چار آفتیں: (عابدوں کے لیے) یہ ہیں(۱)امید(۲) جلدبازی (۳)حسد (۴)تکبر۔

چار خوبیاں:(جو مقابلہ میں ہیں) یہ ہیں(۱)امید کم کرنا،(۲)معاملات میں آہستگی واطمینان اختیار کرنا،(۳)مخلوق کی خیر خواہی کرنا،(۴)تواضع وعاجزی کرنا۔

تو یہ اصول دلوں کی اصلاح اور اس کی بربادی کے بارے میں ہیں، اور یہی وہ نکتہ ہے جس پر (صلاح وفساد کا) دارومدار ہے، تو ہمیں ان آفتوں سے بچنے اور خوبیوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے وہ بوجھ کو کم کردیں گی اور ان شاء اللہ تعالی تم مقصد میں کامیاب ہوجاؤ گے، میں تمہیں مختصر اور جامع باتوں کے ذریعہ ان فتنوں سے آگاہ کروں گا۔

لمبی امید کا بیان

یہ ہر بھلائی اور طاعت سے روکنے والی ہے، ہر برائی اور فتنہ کو لانے والی ہے، اور ایسی لاعلاج بیماری ہے جو مخلوق کو مختلف قسم کی مصیبتوں میں مبتلا کرتی ہے۔

جان لو کہ جب تمھاری امید لمبی ہوگی تو اس کی وجہ سے تمھارے سامنے چار چیزیں پیدا ہوں گی۔

(۱)۔ یہ ہے کہ اطاعت کو چھوڑنا اور اس میں سستی کرنا، تم کہو گے عنقریب میں کرلوں گا جبکہ کافی دن میرے سامنے ہیں، اور یہ مجھ سے فوت نہیں ہوگی، حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا ہے: ”کہ جو وعید (دھمکی) سے ڈرا، اس پر دوری قریب ہوئی اور جس کی امید لمبی ہوئی اس کا عمل برا ہوا“۔

اور حضرت یحیٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "امید ہر بھلائی کو ختم کرنے والی ہے ،لالچ ہر حق بات سے روکنے والا ہے ،صبر ہر بھلائی کی طرف لیجانے والا ہے اور نفس ہر برائی کی دعوت دینے والا ہے۔

من......الثانی ترك التوبة و تسويفها ،... ص۳۹،۴۰ .... إلى .. .. فطال عليهم الامد فقست قلوبهم.

حل لغات: تَسْوِيْفٌ: ٹال مٹول کرنا۔ رُمْتُ:(ن) صیغہ واحد متکلّم ،چاہنا، قصد کرنا۔ اِغْتَالَ:(اِغْتِيَالًا)اچانک آجانا۔ اِخْتَطَفَ:(اِخْتِطَافًا) اچک لینا ۔ هَرِمٌ: (س) بڑھاپا ۔أَيْش:أَيُّ شَيْءٍ کا مخفف ہے۔اَلشَّيْبُ: (ض) بڑھاپا ۔يُنْسِيْ :(إِنْسَاءً) فراموش کرانا، بھلانا۔

ترجمہ: (۲)۔ یہ ہے کہ توبہ نہ کرنا اور اس میں ٹال مٹول کرنا، تم کہو گے عنقریب میں توبہ کروں گا دنوں میں وسعت ہے ، میں (ابھی) جوان ہوں، میری عمر (ابھی) کم ہے، توبہ کرنا میرے ہاتھ میں ہے ، میں اس پر قادر ہوں جب میں اس کا ارادہ کروں کرلوں گا کبھی کبھی اسے اسی اصرار پر موت آجاتی ہے تو عمل کی اصلاح سے پہلے موت اسے اچک لیتی ہے۔

(۳)۔ یہ ہے کہ (دنیا) جمع کرنے پر لالچ کرنا اور آخرت کو چھوڑ کر دنیا میں مشغول ہوجانا، تم کہو گے ، مجھے بیماری ، بڑھاپے میں محتاجی کا خوف ہے ، ہوسکتا ہے کہ میں کمانے سے عاجز ہوجاؤں ، میرے لیے کوئی ایسی زائد چیز کی ضرورت ہے جسے میں بڑھاپے یا محتاجی کے لیے جمع کروں ، یہ اور اسی طرح کی وہ چیزیں ہیں جو دنیا میں رغبت کرنے ، لالچ کرنے اور رزق کے لیے محنت کرنے پر ابھارتی ہیں ، تم کہو گے میں کیا کھاؤں گا ، کیا پیوں گا ، یہ ٹھنڈی ہے یہ گرمی ہے اور میرے پاس (پہننے کے لیے) کچھ نہیں ہے شاید کہ میری عمر دراز ہو پھر میں (مال سے) محتاج ہوجاؤں گا ، اور بڑھاپے میں (مال کی) سخت ضرورت ہے میرے لیے توشہ اور لوگوں سے بے نیازی ضروری ہے۔

تو یہ اور اس جیسی چیزیں دنیا کی طلب اس میں رغبت کرنے ،اس کے لیے جمع کرنے اور تمھارے پاس دنیا کی موجود چیز کو روکنے پر ابھارتی ہیں ،اور اس باب میں سب سے کم یہ ہے کہ وہ (دنیا کی امید) تمھارے دل کو مشغول رکھے گی ،اور تمھارے وقت کو ضائع کرے گی ،بغیر کسی فائدہ ونفع کے تمھارے رنج وغم کو زیادہ کرے گی جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا:"کہ مجھے اس دن کے غم نے قتل کرڈالا جسے میں نے نہیں پایا" ان سے کہا گیا اے ابوذر! یہ کیسے ؟انھوں نے فرمایا میری امید میری موت پر لمبی ہوگئی ہے۔

(۴)۔ چیز یہ ہے کہ دل کی سختی اور آخرت کو بھولنا ہے اس لیے کہ جب تم لمبی زندگی کی امید کروگے تو موت اور قبر کو یاد نہیں کروگے جیسا کہ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا:"یقیناً تمھارے اوپر مجھے جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے وہ دو چیزیں ہیں (۱) لمبی امید (۲) خواہش کی پیروی ،امید کی درازی آخرت کو بھلادیتی ہے اور خواہش کی پیروی حق سے روکتی ہے"۔

تو اب تمھاری فکر اور تمھارے بڑے کام ،دنیا کی گفتگو ،اور زندگی گزارنے کے اسباب مخلوق کی صحبت ہوجائیں گے ،اس کی وجہ سے تمھارا دل سخت ہوگا ،دل کی نرمی اس کی صفائی تو موت ،قبر ،ثواب ،عذاب اور آخرت کے حالات کو یاد کرنے سے ہوتی ہے ،اور جب ان میں سے کچھ بھی نہ ہو تو تمھارے دل کے لیے نرمی اور صفائی کہاں سے ہوگی ؟اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾(پ ۲۷،الحدید:۱٦) "پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہوگیے"۔

من......فإذن إنك إذا طولت أملك .قلت طاعتك .ص ٤٠ ... إلى.... إن ما توعدون لات وما أنتم بمعجز ين.

حل لغات: اَقْرَانٌ:ہم عصر ،دوست ،واحد قِرْنٌ۔ صُبَرٌ:غلہ کا ڈھیر ،واحد صُبْرَةٌ ۔اُسِيْغُ:(إِسْيَاغًا)اَسَاغَ الطَّعَامُ:کھانا حلق سے اتارنا۔

ترجمہ: جب تم امید کو لمبا کروگے تو تمھاری اطاعت کم ہوگی توبہ مؤخر ہوگی ،گناہ زیادہ ہوں گے ،لالچ بڑھ جائے گا ،دل سخت ہوگا ،آخرت کے تعلق سے تمھاری غفلت زیادہ

ہوگی۔اللہ کی پناہ۔اگر اللہ رحم نہ کرے تو تمھاری آخرت برباد ہوجائے گی تو کونسی حالت اس سے زیادہ بری ہوگی اور کونسی آفت اس سے زیادہ بڑی ہوگی؟اور یہ سب (تباہی) لمبی امید کی وجہ سے ہے۔

لیکن اگر تم اپنی امید کم کروگے ،موت کو اپنے نفس سے قریب کروگے ،اپنے ہم عصروں اور بھائیوں کی حالت کو یاد کروگے جنھیں کسی ایسے وقت میں موت آگئی جس کا انھوں نے گمان بھی نہیں کیا تھا اور شاید تمھارا حال بھی ان کے حال کی طرح ہو،تم اپنے نفس سے کہو اے میرے دھوکا دینے والے نفس!تو بچ اور اسے یاد کر جو حضرت عون بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:"کتنے آج کے دن کا استقبال کرنے والے ایسے ہیں جنھوں نے اسے مکمل نہیں کیا اور کتنے کل کا انتظار کرنے والے ہیں جنھوں نے اسے نہیں پایا،اگر تم موت اور اس کی مسافت کو دیکھ لو تو امید اور اس کے دھوکے سے نفرت کروگے ،کیا تم نے حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام کا ارشاد نہیں سنا:" دنیا تین دن (میں بٹی ہوئی) ہے(۱)گزشتہ کل تمھارے ہاتھ میں جو کچھ تھا وہ گزر گیا(۲)آنے والا کل (جس کے بارے میں)تم نہیں جانتے ہو کہ اسے پاؤگے یا نہیں، (۳)آج کا دن جس میں تم ہو تو اسے غنیمت جانو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے :"دنیا تین ساعت (میں بٹی ہوئی) ہے (۱)ایک ساعت گزر گئی (۲)اور ایک ساعت جس میں تم ہو(۳)ایک وہ ساعت ہے کہ تم اسے پاؤگے یا نہیں تو حقیقت میں تم ایک ہی ساعت کے مالک ہو کیوں کہ موت ایک ساعت سے دوسری ساعت تک ہے۔

ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:"دنیا تین سانس ہے (۱)ایک سانس گزر گئی جو کچھ تم نے اس میں کیا وہ کیا،(۲)اور ایک وہ سانس ہے جس میں تم ہو،(۳)ایک وہ سانس ہے کہ تم نہیں جانتے کہ تم اسے پاؤگے یا نہیں "اس لیے کہ کتنے ایک سانس لینے والے ایسے ہیں کہ دوسری سانس لینے سے پہلے ہی اچانک انھیں موت آگئی تو حقیقت میں تم صرف ایک ہی سانس کے مالک ہو نہ کہ ایک دن اور ایک ساعت کے مالک ہو تو اس ایک سانس میں مرنے سے پہلے

اطاعت اور توبہ میں جلدی کرو شاید کہ تم دوسری ہی سانس میں مرجاؤ، اور اے نفس! تو رزق کی فکر نہ کر شاید کہ تو اس کا محتاج ہونے کے لیے باقی نہ رہے، تو تیرا وقت ضائع ہو گا فکر بیکار ہو گی اور یہ امید مناسب نہیں ہے کہ انسان ایک دن یا ایک ساعت یا ایک سانس کے لیے رزق کا انتظام کرے، کیا تجھے (نفس) وہ یاد نہیں جو نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: "کیا تمہیں اسامہ پر تعجب نہیں جو ایک مہینہ کا غلہ خریدنے والا ہے بے شک اسامہ لمبی امید والا ہے، بخدا میں ایک قدم نہیں رکھتا یہ گمان کرکے کہ میں اسے اٹھاؤں گا، اور نہ ہی ایک لقمہ لیتا ہوں یہ گمان کرکے کہ میں اسے خوشگواری سے نیچے (پیٹ میں) اتار لوں گا یہاں تک کہ مجھے موت آجائے گی، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بے شک جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور آنے والی ہے اور تم عاجز کرنے والے نہیں۔

من......فإذا أنت أيها الرجل تذكرت هذه الأذكار .. . ص ٤٠، ٤١.....إلى....والله تعالى ولي التوفيق بفضله ورحمته.

حل لغات: یَخِفُّ: (ض) ہلکا ہونا۔

ترجمہ: اے انسان! تو ان اذکار و وظائف کو یاد کر اور تکرار و اعادہ کے ذریعہ ان پر مداومت کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی امید کو کوتاہ کر، تو اس وقت تو اپنے نفس کو اطاعت اور توبہ کی طرف جلدی کرتا ہوا دیکھے گا تیرے گناہ ختم ہوجائیں گے، دنیا اور اس کی طلب میں بے رغبت ہوجائے گا، تو (اس وقت) تیرا حساب اور تھکن ہلکی ہوجائے گی، تیرا دل آخرت اور اس کی ہولناکیوں میں لگ جائے گا، وہ ایک سانس سے دوسری سانس تک جائے گا، یکے بعد دیگرے اس کی مدد کی جائے گی، تمھاری قساوت قلبی دور ہوجائے گی، اس (دل) کی نرمی اور صفائی ظاہر ہوگی اس وقت اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت ظاہر ہوگی تو تمھاری عبادت درست ہوجائے گی، تمھارے انجام کے بارے میں مدد کی امید قوی ہوجائے گی تم اپنی آخرت میں مراد کے ساتھ کامیاب ہوجاؤ گے، اللہ تعالیٰ کے فضل کے بعد ہر چیز امید کو کم کرنے والی اسی خصلت کے سبب ہے

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے وصال کے بعد خواب میں سوال کیا گیا کہ تمھارے نزدیک کون سے اعمال زیادہ اچھے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: رضائے الٰہی ،اور امید کو کم کرنا۔

تو اے بھائی! اس اصل میں بڑی کوشش صرف کر، اس لیے کہ یہ دل اور نفس کی اصلاح میں نہایت اہم اور عظیم ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے توفیق کا مالک ہے۔

من....وأما الحسد: فإنه المفسد للطاعات،...ص ٤١ ... إلى .... ولا تكن حاسدًا، تكن سريع الفهم.

حل لغات: اَلدَّاءُ الْعُضَالُ: لاعلاج بیماری۔ اَلْقُرَّاءُ: عبادت گزار لوگ، واحد قَارِي۔ اَلدَّهَاقِيْنَ: گاؤں کا مکھیا، جاگیردار، واحد دِهْقَانٌ۔ اَهْلُ الرَّسَاتِيْقِ۔ دیہاتی لوگ ۔ يَتَمَلَّقُ: چاپلوسی کرنا۔ يَشْمَتُ (س) کسی کی مصیبت پر خوش ہونا۔ هَائِمٌ: (ض) سرگرداں ، پریشان۔ اَلضَغِيْنُ: کینہ پرور، حاسد۔

حسد کا بیان

ترجمہ: اطاعتوں کو تباہ کرنے والا، برائیوں پر ابھارنے والا ہے اور یہ ایسی لاعلاج بیماری ہے کہ جس میں عام لوگ اور جاہل لوگ تو کیا بہت سے علما اور عبادت گزار حضرات بھی مبتلا ہیں، یہاں تک کہ اس نے ان کو ہلاک کر دیا اور آگ میں داخل کر دیا، کیا تم نے حضور ﷺ کا ارشاد نہیں سنا: ”چھ لوگ چھ چیزوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے، (۱) اہل عرب عصبیت کی وجہ سے، (۲) امرا ظلم و زیادتی کی وجہ سے، (۳) چودھری لوگ تکبر کی وجہ سے، (۴) دیہاتی جہالت کی وجہ سے، (۵) تاجر خیانت کی وجہ سے، (۶) اور علما حسد کی وجہ سے“ علما کا دوزخ میں جانا ہی اس کے منحوس ہونے کو بتاتا ہے، تو لائق یہی ہے کہ اس حسد سے بچا جائے۔

حسد پانچ چیزوں کو پیدا کرتا ہے

(۱)۔ ان میں سے ایک یہ طاعت میں خرابی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑیوں کو کھا جاتی ہے''۔

(۲)۔ دوسری خرابی گناہ اور برائیوں کا صادر ہونا ہے، جیسا کہ حضرت وھب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''حاسد کی تین نشانیاں ہیں جب سامنے آتا ہے تو چاپلوسی کرتا ہے، پیٹھ پیچھے غیبت کرتا ہے اور دوسرے کی مصیبت پر خوش ہوتا ہے''۔

میں (امام غزالی) کہتا ہوں کہ تمھارے لیے اتنی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حاسد کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴾ (پ ۳۰، الفلق: ۵) ''اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے'' تو غور کرو کہ حسد کتنا عظیم شر اور فتنہ ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حاسد کو شیطان اور جادوگر کے درجہ میں رکھا، یہاں تک کہ اس کے خلاف کوئی مددگار اور پناہ گاہ نہیں ہے مگر اللہ رب العزت کی جانب سے۔

(۳)۔ اور تیسری خرابی (حسد سے) بلا فائدہ غم اور تھکن ہوتی ہے، ساتھ ہی ساتھ گناہ اور معصیت بھی ہے، جیسا کہ ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میں نے حاسد سے بڑھ کر ایسا ظالم شخص نہیں دیکھا جو مظلوم کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے، ہمیشہ افسردہ طبیعت، پریشان خیال اور دائمی رنج وغم اسے لگا رہتا ہے۔

(۴)۔ اور چوتھی خرابی (حسد سے یہ پیدا ہوتی ہے) کہ دل اندھا ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو نہیں سمجھتا ہے، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ہمیشہ خاموشی کو اختیار کرو ورع (یعنی تقویٰ) کا مالک ہو جائے گا، دنیا کا لالچی اور حریص نہ ہو تو (فتنوں سے) محفوظ رہے گا، طعن و تشنیع کرنے والا نہ ہو (اگر ایسا نہیں کرے گا) تو لوگوں کی تنقید سے محفوظ رہے گا، اور حاسد نہ بن (اگر حاسد نہیں بنے گا) تو تیرا ذہن تیز ہو گا۔

من.....والخامس :الحرمان والخذلان،فلايكاد يظفر بمراد،... ... ص٤١، ٤٢......إلى.....والله ولى التوفيق بمنه بمنه وكرمه.

حل لغات: نَمَّامٌ: چغل خور۔ اَدْوَاءُ اسم تفضیل، دَاءٌ (س) بیمار ہونا۔

ترجمہ: (۵)۔ پانچویں خرابی حسد سے یہ ہوتی ہے کہ ذلت ورسوائی ملتی ہے، حاسد اپنی مراد میں کامیاب نہیں ہوتا ہے، اور نہ کسی دشمن پر غالب آتا ہے، جیسا کہ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''کینہ پرور دین دار نہیں ہوتا ہے، عیب نکالنے والا عبادت گزار نہیں ہوتا ہے، چغل خور کو امن وسکون حاصل نہیں ہوتا ہے اور حاسد شخص غالب اور فتح یاب نہیں ہوتا ہے۔

میں (امام غزالی) کہتا ہوں کہ حسد کرنے والا اپنی مراد کو کیسے پائے گا جبکہ اس کی مراد یہ ہے اللہ تعالیٰ کے مسلمان بندوں سے اس کی نعمتیں چھن جائیں، اور اس کے دشمنوں پر اس کی مدد کیسے کی جائے گی جبکہ (اس کے دشمن) وہ اللہ تعالیٰ کے مومن بندے ہیں۔

اور حضرت ابو یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے اللہ !تو ہمیں اپنے بندوں پر نعمتوں کی تکمیل ان کے حسن احوال پر صبر عطا فرما''۔

بے شک حسد ایک ایسی بیماری ہے جو تمھاری طاعت کو برباد کردے گی تمھاری برائی اور گناہ کو زیادہ کردے گی، تمہیں نفس کے سکون، دل کی سمجھ، دشمن پر غلبہ پانے اور مطلوب پر کامیاب ہونے سے روکے گی تو کونسی بیماری اس سے بڑی بیماری ہے؟ تم پر اس سے اپنے نفس کا علاج کرنا ضروری ہے اللہ تعالیٰ اپنے احسان وکرم کے ذریعہ توفیق کا مالک ہے۔

من......وأماالاستعجال والنزق....ص ٤٢.....إلى... والله ولى التوفيق بمنه بمنه وفضله.

حل لغات: اَلنَّزَقُ: (س) عجلت، تیزی۔ یَفْتُرُ: (ن) سست پڑجانا۔ اَلْمُنْبِتُ: کاشتکار، سبزہ اگانے والا۔ یَسْأَمُ: (س) اکتا جانا۔ بِصَدَدِہٖ: اس کے بارے میں، اس کے سلسلے میں۔ مُتَثَبِّتٌ: ثابت قدم۔

جلدبازی اور عجلت کا بیان

ترجمہ: تو یہ ایسی (بری) عادت ہے جو مقاصد کو فوت کر دیتی ہے، گناہوں میں مبتلا کرتی ہے، جلدبازی سے چار آفتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

(۱) ان میں سے ایک یہ ہے کہ عابد بھلائی اور استقامت میں کسی مرتبہ کا قصد کرے اور کوشش کرے تو بسا اوقات وہ اسے حاصل کرنے میں جلدی کرے گا، حالانکہ وہ مرتبہ (علم الٰہی میں لکھا ہوا ہے کہ کب ملے گا) اس وقت ملنے والا نہیں ہوتا، (نہ ملنے کی صورت میں) یا تو وہ سست پڑ جائے گا اور ناامید ہو جائے گا، کوشش کرنا چھوڑ دے گا، تو وہ اس مرتبہ سے محروم ہو جائے گا، یا وہ کوشش اور نفس کو تھکانے میں غلو کرے گا، تو وہ اس مرتبہ سے گر جائے گا اور افراط و تفریط میں مبتلا ہو گا، اور یہ دونوں خرابیاں جلدبازی کا نتیجہ ہیں، اور ہم نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: ”بے شک ہمارا دین مستحکم ہے تو تم اس میں نرمی سے داخل ہو، کیونکہ کاشتکار نہ زمین کو پھاڑتا ہے نہ ہی اس کی ظاہری سطح کو باقی رکھتا ہے۔ اسی طرح کی رائج مثال میں یہ قول ہے کہ اگر تم جلدبازی نہیں کرو گے تو (منزل مقصود تک) پہنچ جاؤ گے اور اسی بارے میں کسی کا یہ قول ہے:

(۱)۔ آہستگی اختیار کرنے والا اپنی بعض ضرورتوں کو حاصل کر لیتا ہے، اور کبھی جلدبازی سے پھسل جاتا ہے۔

(۲)۔ دوسری آفت یہ ہے کہ عابد کی کوئی حاجت ہو تو وہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے خوب دعا کرے گا اور کوشش کرے گا تو بسا اوقات دعا کی قبولیت میں اس کے وقت سے پہلے ہی جلدی کرے گا جب وہ اسے نہیں پائے گا تو سست پڑ جائے گا، اکتا جائے گا دعا کرنا چھوڑ دے گا اور اپنی حاجت اور مقصود سے محروم ہو جائے گا۔

(۳)۔ تیسری آفت یہ ہے کہ کوئی انسان اس عابد پر ظلم کرے تو وہ غصہ کرے گا اور بددعا کرنے میں جلدی کرے گا تو وہ (ظالم) مسلمان اس کی وجہ سے ہلاک ہو جائے گا، اور بسا اوقات عابد حد سے تجاوز کرتا ہے تو وہ گناہ اور ہلاکت میں مبتلا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے:﴿ وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴾(پ ۱۵ ،بنی اسرا ءیل : ۱۱) ”(بوقت مصیبت)آدمی برائی کی دعا کرتا ہے جیسے بھلائی مانگتا ہے اور آدمی بڑا جلد باز ہے“۔

(۴)چوتھی آفت یہ ہے کہ عبادت کی اصل اور اس کا دارومدار ورع پر ہے اور ورع کی اصل ہر چیز میں انتہائی غور وفکر کرنا ہے(تب جاکر ورع پیدا ہوتا ہے)اور ہر اس چیز کی اچھی طرح جانچ کرنا جس کے وہ درپے ہے جیسے کھانا، پینا، پہننا،کلام کرنا اور کام کرنا تو جب آدمی ان تمام معاملات میں جلد بازی کرنے والا ہو آہستگی اختیار کرنے والا، ثابت رہنے والا، غور وفکر کرنے والا نہیں ہوگا تو اس کی جانب سے معاملات میں ویسی غور وفکر نہیں ہوگی جیسے کہ ضروری ہے وہ ہر بات میں جلدی کرے گا تو لغزش میں مبتلا ہوجائے گا،کھانے کی طرف جلدی کرے گا تو حرام اور شبہ(والی روزی)میں مبتلا ہوجائے گا،اسی طرح تمام معاملات میں وہ چھان بین کو چھوڑ دے گا تو ورع اس سے فوت ہوجائے گا اور بغیر ورع کے عبادت میں کونسی بھلائی ہے ؟۔

توجب کسی(بری)خصلت میں بھلائی کی منزل سے دوری حاجتوں سے محرومی مسلمانوں کا اور خود کا ہلاک ہونا ہو پھر اس ورع کے فوت ہونے کا بھی خطرہ ہو جو کہ رأس المال ہے ،توانسان کے لائق یہ ہے کہ نفس کی اصلاح کے ذریعہ اس کو زائل کرنے کی کوشش کرے ،اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور احسان سے توفیق عطا کرنے والا ہے۔

من......وأما الكبر : فإنه الخصلة المهلكة رأسا،.... ص۴۲،۴۳ ....إلى.... أورثه الله تعالى ذلا بحق.

حل لغات: اَلْمَقْتُ:(ن)بغض وعناد۔غَلُظَ اللِّسَانُ(ک)تلخ زبان ہونا۔ صَفُقَ:(ک)بے حیا ہونا۔اَلنَّكَالُ:سزا۔اَلْخُيَلَاءُ:خود پسندی،اترانا۔يُحَوِّجُ: (تَحْوِيْجًا) حاجت مند بنانا۔كِسْرَةٌ:روٹی کا ٹکڑا،جمع كِسَرٌ۔مَسَاغٌ:مصدر میمی،حلق سے اترنا۔ اَلْمُخْتَالُ:خود پسند،اترانے والا۔يُمَرِّغُ:(تَمْرِيْغًا)آلودہ کرنا۔

تکبر کا بیان

ترجمہ: تو یہ ایک ایسی (بری) عادت ہے جو بالکل ہلاک کرنے والی ہے کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا: ﴿ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ ٭ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ﴾ (پ ۱، البقرۃ ۳۴) ''منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا'' اور یہ (بری) عادت دوسری عادتوں کے مانند نہیں ہے جو عمل میں عیب لگاتی اور فرع میں نقصان پہنچاتی ہیں، بلکہ یہ عادت (تکبر) تو اصل میں نقصان پہنچاتی ہے دین و اعتقاد میں عیب لگاتی ہے جب قوی اور غالب ہو جائے تو اس کا تدارک نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔

پھر کم از کم متکبر انسان میں چار آفتیں پیدا ہوتی ہیں

(۱)۔ آفت ان میں سے یہ ہے کہ حق سے محروم ہونا، اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی معرفت اور اس کے احکام کو سمجھنے سے دل کا اندھا ہونا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ﴾ (پ ۹، الاعراف: ۱۴۶) '' اور میں اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں'' اور فرماتا ہے: ﴿ کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللہُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ﴾ (پ ۲۴، المؤمن: ۳۵) ''اللہ یوں ہی مہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر''۔

(۲) آفت: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے غضب اور ناراضگی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّہٗ لَایُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ﴾ (پ ۱۴، النحل: ۲۳) ''بے شک اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے'' روایت کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، اے میرے رب! تیری مخلوق میں تیرے نزدیک سب سے ناپسندیدہ شخص کون ہے؟ فرمایا: جس کا دل تکبر کرے، زبان تلخ ہو، اور جو اپنی آنکھ کو (بھلائی کے کاموں سے) بند رکھے، جس کا ہاتھ بخیل ہو اور اخلاق برے ہوں۔

(۳) آفت: یہ ہے کہ متکبر انسان کو دنیا اور آخرت میں رسوائی اور عبرتناک سزا ملتی ہے، حضرت حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''اس بات سے بچو کہ موت تمھیں تین خصلتوں پر آجائے

(۱) تکبر پر (۲) لالچ پر (۳) اترانے پر۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ متکبر انسان کو دنیا سے نہیں نکالتا (یعنی موت نہیں دیتا) یہاں تک کہ اسے اس کے گھر والوں اور خادموں میں سے سب سے رذیل انسان کے ذریعہ (دنیا ہی میں) ذلت دکھا دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ لالچی انسان کو دنیا سے نہیں نکالتا یہاں کے تک کہ اسے روٹی کے ایک ٹکڑے اور پانی کا محتاج بنا دیتا ہے، اور وہ اسے کھانے پینے کی مہلت نہیں دیتا اور اترانے والے کو اللہ تعالیٰ دنیا سے نہیں نکالتا یہاں تک کہ اسے بول و براز میں آلودہ کر دیتا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ: جو ناحق تکبر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے حق کے ساتھ ذلت کا وارث بنا دیتا ہے (یعنی ذلیل کر دیتا ہے)۔

من.... الرابعة: النار والعذاب فی العقبی،.. ص ۴۳ ..إلی ... ولا یقع الغنی عنه ،فنقول و بالله التوفیق.

حل لغات: حَامِيْ عَنْ: حفاظت کرنا۔ اَشْبَعَ الْقَوْلُ: تفصیلی کلام کرنا۔

ترجمہ: (۴) آفت: یہ ہے کہ متکبر انسان آخرت میں آگ اور عذاب کا مستحق ہو گا، جیسا کہ بیان کیا گیا ہے (حدیث قدسی میں) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے تو جو شخص ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی مجھ سے لینے کی کوشش کرے گا تو میں اسے جہنم کی آگ میں ڈال دوں گا" مطلب یہ ہے کہ عظمت اور کبریائی ان صفات میں سے ہیں جو میرے ساتھ خاص ہیں اور میرے علاوہ کسی کے لیے مناسب نہیں، جیسا کہ انسان کی چادر اور اس کا ازار اس کے ساتھ خاص ہوتا ہے اور دوسرا اس میں شریک نہیں ہوتا ہے۔

اور یقیناً (تکبر) ایسی خصلت ہے جو تجھ سے حق کی معرفت اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے معانی و احکام سمجھنے کو فوت کر دیتی ہے پھر تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی، دنیا میں رسوائی اور آخرت میں جہنم کا باعث بنتی ہے۔ تو عقلمند کو اس سلسلے میں غافل ہونے کی راہ نہیں ہے، کہ وہ خوف، حفاظت اور اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کے ذریعے اس کو ختم کر کے اس کی اصلاح نہ کرے ،اور اللہ تعالیٰ اپنے احسان و کرم سے عصمت و توفیق کا مالک ہے۔

تو یہ ان آفتوں میں سے بعض کا بیان ہے جو ان چار خصلتوں کے بارے میں ہمیں معلوم ہوئیں، اور عقلمند کے لیے ان میں صرف ایک ہی کافی ہے جب کہ اسے اپنے دل کی فکر ہو، اپنے دین کا محافظ ہو، اور اللہ تعالیٰ درستگی کی توفیق دینے والا ہے۔

سوال :جب معاملہ ان خصلتوں کی آفتوں کا اس درجہ پر ہے اور اس سے بچنا ضروری ہوگیا ہے تو اس کی حقیقت کی معرفت ضروری ہے، تو آپ ہمارے لیے بیان کیجیے تاکہ ہم جان لیں کہ اس سے بچنے کا کون سا راستہ ہے؟

جواب:ان میں سے ہر ایک میں بہت زیادہ کلام ہے، اور ہم نے اس سلسلہ میں اپنی دو کتابوں ''الاحیاء'' اور ''الاسرار'' میں تسلی بخش گفتگو کی ہے، اور یہاں ہم صرف ان ضروری چیز ذکر کریں گے جس سے بے نیازی نہیں ہے تو ہم کہتے ہیں اور اللہ ہی سے توفیق کی امید ہے۔

من......وأماالعمل :فإن أكثر العلماء رحمهم الله تعالىٰ قالوا:. ... ص ٤٣ .....إلى.....يكون ممتنعا من الأمل .فهذا حكم الأمل.

حل لغات: عَلىٰ ضَرْبٍ مِنَ الاتِّسَاعِ : بر سبیل وسعت کے طور پر۔

ترجمہ: طویل امید کی تعریف: ہمارے اکثر علما رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا "قطعی طور پر مؤخر وقت کے لیے زندگی کا ارادہ کرنا

کوتاہ امیدی کی تعریف قطعی طور پر اس کا ارادہ نہ کرنا۔ اس طور پر کہ تم ذکر میں اللہ تعالیٰ کی مشیت اور علم پر استثنا کے ساتھ مقید کردو یا ارادہ میں بھلائی کی شرط کے ساتھ مقید کردو تو اسی وقت اگر تم اپنی زندگی کو یاد کرو اس طور پر کہ میں حکم اور یقین کے ساتھ دوسری سانس یا دوسری ساعت یا دوسرے دن کے بعد زندہ رہوں گا تو تم امید کرنے والے ہو اور یہ تمھاری جانب سے گناہ ہے، اس لیے کہ یہ غیب پر حکم ہے (یعنی غیب کی خبر دینا ہے) اور اگر تم امید کو اللہ تعالیٰ کے علم اور مشیت کے ساتھ مقید کردو اور کہو: میں زندہ رہوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ، یا اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوئی تو میں زندہ رہوں گا تو تم امید کے حکم سے نکل جاؤ گے، اسی

طرح اگر تم نے دوسرے وقت کے لیے قطعی طور پر اپنی زندگی کا ارادہ کیا تو تم امید کرنے والے ہو اگر تم اپنے ارادہ کو بھلائی کی شرط کے ساتھ مقید کرو تو تم امید کے حکم سے نکل جاؤ گے اور قصر امل (امید کو تاہ کرنا) کے ساتھ متّصف ہوگے اس طور پر کہ تم نے اس بارے میں حکم کو ترک کر دیا ہے تو تم پر بقا کا ذکر اور ارادہ میں حکم کو ترک کرنا ضروری ہے۔

اور ذکر سے مراد دل کا ذکر ہے پھر اس سے مراد دل کو اس پر قائم رکھنا اور دل کا ثابت قدم رکھنا ہے، تو تم اسے ہدایت یافتہ ہو کر سمجھو ان شاء اللہ تعالیٰ۔

امید کی دو قسمیں ہیں

(۱) عام لوگوں کی امید (۲) خاص لوگوں کی امید۔

(۱)۔ عام لوگوں کی امید یہ ہے کہ: تو دنیا کو جمع کرنے اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے زندگی اور (طویل) بقا کا ارادہ کرے، اور یہ خالص گناہ ہے اور اس کی ضد امید کو کوتاہ کرنا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ذَرْهُمْ يَأْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ (پ ۱٤، الحجر: ۳) ”انہیں چھوڑ و کہ کھائیں اور برتیں اور امید انہیں کھیل میں ڈالے تو اب جانا چاہتے ہیں“۔

(۲)۔ خاص لوگوں کی امید یہ ہے کہ: تم کسی ایسے عمل خیر کی تکمیل کے لیے (دنیا میں) بقا کا ارادہ کرو جس میں خطرہ ہو اور وہ خطرہ یہ ہے کہ اس عمل میں اپنے لیے بھلائی کا یقین نہ رکھے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی معین بھلائی ہو اس میں یا اس کے پورا کرنے میں بندہ کے لیے کوئی بھلائی نہ ہو اس طور پر وہ اس کے سبب ایسی آفت میں مبتلا ہو جائے جس پر یہ بھلائی قائم نہ ہو۔

تب بندہ کے لیے جائز نہیں جب وہ کوئی نماز یا روزہ یا اس کے علاوہ (عبادت) شروع کرے کہ وہ اس بات کا حکم لگائے کہ وہ اسے پورا کرے گا اس لیے کہ (یہ حکم لگانا) غیب ہے، قطعی طور پر قصد کرے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس میں اس کے لیے کوئی بھلائی نہ ہو بلکہ استثنا یا بھلائی کی شرط کے ساتھ مقید کرے تو امید کے عیب سے چھٹکارا پا جائے گا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم

ﷺ سے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ﴾(پ ۱۵،الکھف:۲۳،۲۴) ''اس طرح ہرگز نہ کہنا کہ یہ کام کل ضرور کروں گا بلکہ یوں کہو اگر اللہ نے چاہا تو میں یہ کام کروں گا'' اور اس امید کی ضد جیسا کہ علما نے فرمایا ہے پسندیدہ نیت ہے اور انھوں نے یہ وسعت کے طور پر فرمایا ہے اس لیے کہ اچھی نیت کرنے والا امید سے باز رہنے والا ہوتا ہے تو یہ امید کا حکم ہے۔

من.....والنية المحمودة ،إذ قد مست الحاجة إليها ... ص٤٤ .

...إلى.....وملاحاة الرجال،والله الموفق بفضله.

حل لغات: اَصْلُ الاَصِيْل: اہم اصول۔ اَخَذَهٗ عَلٰى غِرَّةٍ: اچانک آپکڑنا، باہم جنگ وجدال اور اختلاف کرنا۔

نیت محمودہ اور اس کی معرفت کی سخت ضرورت ہے، ساتھ ہی ساتھ وہ اصول بھی ہے، ہمارے علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس کی مکمل تعریف میں فرمایا ہے:

نیت محمودہ یہ ہے کہ کسی کام کو شروع کرنے سے پہلے کرنے کا پختہ ارادہ کرنا اور ساتھ ہی ساتھ یہ اعتقاد رکھنا کہ اس کا اتمام واختتام اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے۔

سوال: ابتدا میں یہ حکم کیوں کر جائز ہے اور اتمام میں استثنا اور تفویض کیوں واجب ہے؟

جواب: معترض سے کہا جائے گا کہ ابتدا میں خطرے کے مفقود ہونے کی وجہ سے حکم لگانا جائز ہے اس لیے کہ ابتدا کی حالت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو تم سے مؤخر ہو اور اتمام میں خطرہ کے پائے جانے کی وجہ سے استثنا کا حکم ہے اس لیے کہ وہ آخری وقت میں واقع ہوتا ہے، تو اس میں دو خطرے ہیں (۱) پہنچنے کا خطرہ، کہ تم نہیں جانتے کہ تم (منزل مقصود تک) پہنچو گے یا نہیں (۲) (ریا اور تکبر کے ذریعہ) بگڑنے کا خطرہ، تم نہیں جانتے کہ اس میں بھلائی ہے یا نہیں۔

ثواب پہنچنے کے خطرہ کے لیے استثنا ضروری ہے اور فساد کے خطرہ کے لیے تفویض (سپرد کرنا) ضروری ہے، جب ان شرائط کے مطابق ارادہ ہو گا تو نیت پسندیدہ ہوگی، امید اور آفت کی حد سے نکالنے والی ہوگی، لہٰذا تم خوب غور کرلو اور اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔

جان لو کہ قصر امل (امید کو چھوٹا کرنا) کا قلعہ موت کو یاد کرنا ہے، دھوکہ و غفلت میں موت آنے کی یاد سے قلعہ بندی ہوتی ہے، تو تم ان تمام کو یاد کرلو اور توفیق یافتہ ہو کر حاصل کرو کیوں کہ اس کی ضرورت در پیش ہے، قیل و قال میں اپنا وقت ضائع کرنا اور لوگوں سے جھگڑا کرنا چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے توفیق دینے والا ہے۔

من.......وأما الحسد:فهو ارادة زوال نعم الله تعالىٰ .. .. ص ٤٤،٤٥.

....إلى.......والله تعالى ولي العصمة برحمته.

حل لغات: غِبْطَةٌ: رشک۔ اَلتَّظَاهُرُ: باہم تعاون کرنا۔ اَلرَّاتِبُ:(ن) جاگزیں ہونا۔ اَلْإِسْتِطْلَاعُ: تحقیق کرنا۔ اَلتَعَسُّفُ: بے سوچے کوئی قول وفعل کرنا۔

حسد کی تعریف

اپنے مسلمان بھائی سے اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے زائل ہونے کا ارادہ کرنا ہے جس میں اس کے لیے بھلائی ہو تو اگر تم اس چیز کے ختم ہونے کا ارادہ نہ کرو لیکن اپنے لیے اسی طرح چیز کا ارادہ کرو تو یہ "غبطة" ہے اور اسی پر حضور ﷺ کا یہ ارشاد محمول کیا جائے گا "حسد نہیں ہے مگر دو چیزوں میں" تو غبطة کو حسد سے تعبیر کیا اس (حسد) میں وسعت کے طور پر ان دونوں کے معنی میں قرب کی وجہ سے، لیکن جس میں اس (مسلمان) کے لیے کوئی بھلائی نہ ہو اور تو نے اس کے ختم کرنے کا ارادہ کیا تو یہ "غیرت" ہے تو یہی وہ فرق ہے جو ان دونوں خصلتوں کے درمیان ہے۔

حسد کی ضد نصیحت ہے اور یہ اپنے مسلم بھائی پر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کے باقی رہنے کا ارادہ کرنا ہے جس میں اس کے لیے بھلائی ہے۔

سوال: ہمیں کیسے معلوم ہوگا اس میں بھلائی ہے یا فساد تاکہ ہم اس کو نصیحت کریں یا اس سے حسد کریں؟

جواب: جان لو کہ کبھی اس کے متعلق ہمیں ظن غالب ہوتا ہے اور ہمارا ظن غالب ان جگہوں میں یقین کے قائم مقام ہوتا ہے۔

اگر تم پر اس خصلت کا جاننا مشتبہ ہوجائے تو تم ہرگز مسلمانوں میں سے کسی کی نعمت کے زوال یا اس کی بقا کا ارادہ نہ کرو مگر اس کو تفویض اور بھلائی کی شرط کے ساتھ مقید کردو تاکہ تم حسد کے حکم سے چھٹکارا پاجاؤ اور تمہیں خیر خواہی کا فائدہ حاصل ہو۔

نصیحت کا وہ قلعہ جو حسد کو روکنے والا ہے، مسلمانوں کی اس باہمی دوستی کو یاد کرنا ہے اور اس قلعہ کا قلعہ مومن کے اس حق کو یاد کرنا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے عظمت بیان کی اور اس کے مرتبہ کو بلند کیا اور آخرت میں جو عظیم بزرگیاں اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں ہیں اور تمھارے لیے اس میں دنیا کے اندر بڑے بڑے فائدے ہیں یعنی ایک دوسرے کی پشت پناہی، جماعت اور جمعہ پھر اس کی شفاعت جس کی تم آخرت میں امید کرتے ہو۔

یہ اور اس جیسی تمام چیزیں ہر مسلمان کی خیر خواہی پر ابھارتی ہیں اور تمہیں اسے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں حسد کرنے سے بچاتی ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے توفیق عطا کرنے والا ہے۔

جلدبازی تو یہ دل میں موجود ایک جاگزیں چیز کا نام ہے جو اول مرحلہ میں بغیر غور و فکر اور تحقیق کے کسی کام کے اقدام پر ابھارتا ہے بلکہ اس کی اتباع کرنے اور عمل میں لانے کی جلدبازی پر ابھارتا ہے اور اس کی ضد سنجیدگی (آہستگی) ہے یہ دل میں ایک جاگزیں معنی ہے جو تمام معاملات میں احتیاط، غور و فکر کرنے، ان کی اتباع کرنے اور عمل میں لانے کے لیے آہستگی اور بردباری پر ابھارتا ہے۔

رہا توقف تو یہ تعسف یعنی بے سوچے کام کرنے کی ضد ہے، ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''توقف اور سنجیدگی کے درمیان فرق یہ ہے کہ کسی کام کو شروع کرنے سے پہلے غور و

فکر کرنا یہاں تک کہ رہنمائی حاصل ہوجائے اس کا نام توقف ہے،اور اطمینان (آہستگی) کسی کام کو شروع کرنے کے بعد اس میں آہستگی اختیار کرنا تاکہ ہر جزو عمل کو اس کا حصہ دے۔اس کا نام اطمینان ہے ۔

اطمینان کے اسباب

(۱)۔ پھر آہستگی کے مقدمات اور ان معاملات میں خطروں کی قسموں کو یاد کرنا ہے جو انسان کو پیش آتی ہیں اور اس میں خوف دلانے والی آفتوں کو یاد کرنا ہے۔

(۲)۔ غور وفکر ثابت قدمی اور سلامتی کو یاد کرے تعسف بے سوچے کام کرنے،جلد بازی ،ندامت اور ملامت کو یاد کرے (ان سب چیزوں کو انسان غور وفکر سے ذہن نشین کرے)۔یہ اور اس جیسی چیزیں آہستگی اختیار کرنے،معاملات میں غور وفکر کرنے پر ابھارتی ہیں جلد بازی اور بے سوچے کام کرنے سے روکتی ہیں،اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے عصمت وحفاظت عطا کرنے والا ہے۔

من......وماالكبر.فأعلم أنه خاطر في رفع النفس..ص ٤٥. ..إلى ..... فهذه جملة كافية لمن استبصر ،والله ولي الموفق.

حل لغات: مُذْرَۃٌ:(س)گندہ ہونا۔اَلْعِذْرَۃُ:پاخانہ۔

کبر کی تعریف: رہا تکبر توجان لو کہ یہ نفس کے بلند اور عظیم ہونے کے خیال کا نام ہے اور تکبر اس خیال کے تابع ہوتا ہے،فروتنی نفس کے حقیر وکمتر ہونے کے خیال کا نام ہے تواضع اس خیال کے تابع ہوتی ہے پھر ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں (۱)تواضع عام(۲)تواضع خاص۔

(۱)**تواضع عام** یہ ہے کہ لباس،مقام،رہائش اور سواری کے بغیر (زندگی گزارنے پر)اکتفا کرنا،اور تکبر عام اس کے مقابلہ میں یہ ہے کہ وہ (ان چیزوں میں) بلند واعلیٰ کا طلبگار ہو

(۲)تواضع خاص یہ ہے کہ چاہے انسان کمزور درجہ کا ہو یا اعلیٰ ہو وہ حق کو قبول کرنے کی کوشش کرے اور تکبر خاص اس کے مقابلہ میں یہ ہے کہ وہ بلندی اور عظمت کو طلب کرے (اور حق قبول نہ کرے) ایسا تکبر بڑا گناہ اور معصیت ہے۔

پھر تواضع عام کا قلعہ یہ ہے کہ تو ابتدا اور انتہا کی اور فی الحال جن مختلف آفتوں اور گندگیوں میں ملوث ہے انھیں یاد کر۔ جیسا کہ کسی بزرگ نے کہا ہے: ”تیری ابتدا تو رحم میں پڑا ہوا گندہ قطرہ ہے، تیری انتہا گندی سڑی لاش ہے اور اس وقت ان دو حالتوں کے درمیان تو پاخانہ اور گندگی اٹھائے رہتا ہے“۔

اور تواضع خاص کا قلعہ یہ ہے کہ بندہ حق سے عدول کرنے باطل میں سرگرداں رہنے والے شخص کی سزا کو یاد کرے بصیرت حاصل کرنے والے کے لیے یہ بیان کافی ہے اللہ تعالیٰ توفیق کا مالک ہے۔

من.....الفصل الخامس :البطن وحفظه....ص ٤٥ ....إلى.... .فوجدت فيه عشر آفات هن أصول في هذاالشأن.

حل لغات: جِمَاحٌ: سرکشی۔سُحْتٌ:ناجائز و حرام کمائی۔اَسْنَانٌ:دندانے،واحد سِنٌّ۔ اَلظَّمَاءُ:پیاس۔بَلِيَّةٌ:مصیبت۔

پانچویں فصل

پیٹ اور اس کی حفاظت کے بیان میں

اللہ تعالیٰ تمھیں توفیق عطا فرمائے، پھر تم پر پیٹ کی حفاظت اور اصلاح بھی ضروری ہے اس لیے کہ مجتہد پر تمام اعضا میں اس کی اصلاح بہت مشکل ہے، محنت و مشقت بہت زیادہ ہے،اس کا اثر اور ضرر زیادہ بڑا ہے، اس لیے کہ یہ (تمام قوتوں کا) سرچشمہ اور مرکز ہے اور اسی ہی سے اعضاء بدن میں طاقت یا کمزوری، عفت یا سرکشی جیسی چیزوں کا ظہور ہوتا ہے۔

اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ارادہ رکھتے ہو تو تمھیں پیٹ کو اولاً حرام اور شبہ والی چیزوں سے بچانا ضروری ہے، دوسری مرتبہ فضول حلال سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔

حرام اور شبہ کی چیزوں سے تمہیں تین وجہ سے بچنا ضروری ہے۔

(۱) ان میں سے ایک یہ ہے کہ دوزخ کی آگ سے بچنے کے لیے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ﴾ (پ ٤، النساء: ١٠) "وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں تو وہ اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور کوئی دم جاتا ہے کہ بھڑکتے دھڑے (بھڑکتی آگ) میں جائیں گے"، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو گوشت حرام کمائی سے تیار ہوا اس کے لیے آگ میں جلنا ہی بہتر ہے"۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ حرام اور شبہ والی چیزیں کھانے والا مردود ہے اس کو عبادت کی توفیق نہیں ملتی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ایک پاک وصاف انسان ہی لائق ہے۔

میں (امام غزالی) کہتا ہوں کیا اللہ تعالیٰ نے جنبی آدمی کو اپنے گھر (یعنی مسجد) میں داخل ہونے اور بے وضو شخص کو اپنی کتاب (یعنی قرآن) چھونے اور ہاتھ لگانے سے منع نہیں کیا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ﴾ (پ ٥، النساء: ٤٣) "اور نہ ناپاکی کی حالت میں بے نہائے مگر مسافری میں یہاں تک کہ غسل کرلو" اور فرماتا ہے: ﴿ لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴾ (پ ٢٧، الواقعۃ: ٧٩) "اسے نہ چھوئیں مگر باوضو" حالانکہ جنابت اور بے وضو ہونا شرعا مباح ہے، تو کیسے مسجد میں داخل ہو سکتا ہے وہ شخص جو حرام چیز کی گندگی اور شبہ کی نجاست سے آلودہ ہے، تو ایسا شخص کیسے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے پاک ذکر کی طرف بلایا جائے گا، ہرگز نہیں، ایسا کبھی نہیں ہوگا۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: "اطاعت اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور خزانہ کی چابی دعا ہے، چابی کے دندانے رزق حلال ہے، تو جب چابی کے دندانے نہ ہوں تو دروازہ نہیں کھل سکتا اور جب تک خزانہ کا دروازہ نہ کھلے، تو خزانۂ اطاعت تک کیسے پہنچا جائے گا؟"۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ حرام اور شبہ کی غذا کھانے والا نیک کام سے محروم ہوتا ہے، اگر اتفاقاً کوئی نیک کام اس سے صادر ہوجائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نامقبول اور مردود ہوجاتا ہے تو ایسے شخص کے لیے صرف مشقت اور تکلیف میں وقت گزارنا ہی ہوتا ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بہت سے (رات کو) قیام کرنے والے ایسے ہوتے ہیں جن کو بیداری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے، اور بہت سے ایسے روزہ دار ہوتے ہیں جنھیں بھوک اور پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے پیٹ میں کوئی حرام غذا ہو'' تو اس کو اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔

رہا فضول حلال (کا استعمال) تو یہ بھی عبادت گزار لوگوں کے لیے آفت اور اہل مجاہدہ کے لیے مصیبت ہے، میں نے اس میں غور کیا تو اس میں دس ایسی آفتیں پائیں جو اس بارے میں اصول کی حیثیت رکھتی ہیں۔

من....الأولىٰ: أن في كثرة الأكل قسوة القب...ص ٤٥، ٤٦ ... .إلى..كأن الطعام بذر الأفعال، والأفعال نبت تبدو منه.

حل لغات: قَسَاوةٌ: سنگ دلی۔ تَغْلِيْ: (ض) جوش مارنا، کھولنا۔ بُخَارٌ: بھاپ، اسٹیم گیس، جمع اَبْخِرَةٌ۔ تُكَدِّرُ: (تَكْدِيْرًا) گدلا کرنا، میلا کرنا۔ هَادِئَةٌ: پرسکون، سنجیدہ۔ تَبْدُو: (ن) ظاہر ہونا، روشن ہونا۔

زیادہ کھانے پینے سے پیدا ہونے والی آفتوں کا بیان

ترجمہ: پہلی آفت: یہ ہے کہ زیادہ کھانے سے سنگ دلی پیدا ہوجاتی ہے نور چلا جاتا ہے، نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''زیادہ کھانے پینے سے دلوں کو مردہ مت کرو اس لیے کہ دل (زیادہ کھانے پینے سے) ایسا مردہ ہوجاتا ہے جس طرح کھیتی جب پانی زیادہ ہوجائے تو برباد ہوجاتی ہے'' اور بعض صالحین نے تشبیہ اس طور پر دی ہے کہ ''معدہ دل

کے نیچے ایک جوش مارتی ہوئی ہنڈیا کی طرح ہے ،تو(معدہ سے)بخارات دل میں چڑھتے ہیں ،توبخارات کی کثرت دل کو میلا اور خراب کر دیتی ہے‘‘۔

دوسری آفت: یہ ہے کہ زیادہ کھانے کی صورت میں اعضا فتنہ ،فساد اور فضول کاموں کے لیے جوش مارتے ہیں کیونکہ جب انسان شکم سیر ہوتا ہے تو اترا جاتا ہے (تکبر کرتا ہے) آنکھ حرام وحلال کے دیدار کی مشتاق رہتی ہے کان اس کو سننے ،

زبان اس کو بیان کرنے کی مشتاق ہوتی ہے ،شرمگاہ شہوت رانی اور پاؤں اس کی طرف جانے کے مشتاق ہوتے ہیں ،اور اگر انسان بھوکا ہو تو تمام اعضا آرام وسکون میں ہوں گے نہ توان (برائیوں)میں سے کسی چیز کا لالچ کریں گے اور نہ اس کے لیے چستی کریں گے ۔

استاذ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:’’شکم ایک عضو ہے اگر وہ بھوکا ہو تو تمام اعضا سیر ہوتے ہیں یعنی سکون پزیر ہوتے ہیں تجھ سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتے ہیں اور اگر شکم سیر ہو تو تمام اعضا بھوکے ہوجاتے ہیں ،(یعنی برائیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں)۔

حاصل کلام یہ ہے کہ انسان کے افعال واقوال کھانے پینے کے اعتبار سے ہوتے ہیں اگر (پیٹ میں)حرام غذا ہوگی تو حرام نکلے گی ،اگر فضول غذا داخل ہوگی تو فضول نکلے گا گویا کہ غذا بیج ہے اور افعال ان سے ظاہر ہونے والا پودا ہے۔

من.....والثالثة :أن فی کثرة الأکل قلة الفهم والعلم...ص ٤٦...إلی..... أحلی ما تكون العبادة إذاالتزق بطنی بظهری.

حل لغات: حَانُوْتٌ: دکان،جمع حَوَانِيْتُ۔ اَلْمُكَاشِفِيْنَ: اہل کشف حضرات ۔اَلْبِطْنَةُ: بسیار خوری۔اَلْفِطْنَةُ:(س)ذہانت ۔زَمِنًا: (س) اپاہج،مریض۔ وَقَرَفِيْ: دل میں کسی چیز کا جاگزیں ہونا۔

ترجمہ: تیسری آفت: یہ ہے کہ زیادہ کھانے کی صورت میں علم وفہم کم ہوجاتا ہے ،اس لیے کہ بسیار خوری دانائی اور زیرکی کو ختم کر دیتی ہے ، حضرت دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا:’’ اگر تو دنیا اور آخرت کی حاجت وضرورت پورا کرنے کا خواہش مند ہے تو مت کھا تاکہ

حاجتیں پوری ہوجائیں، اس لیے کہ کھانا (از زائد ضرورت) عقل کو فاسد کردیتا ہے اور یہ ایسی بات ہے جو ہر تجربہ کار پر ظاہر ہے۔

چوتھی آفت: یہ ہے کہ زیادہ کھانے کی صورت میں عبادت میں کمی واقع ہوجاتی ہے اس لیے کہ انسان جب زیادہ کھالیتا ہے تو اس کا بدن بھاری ہوجاتا ہے، آنکھیں مغلوب ہوجاتی ہیں (یعنی نیند آنے لگتی ہے)، اعضا سست ہوجاتے ہیں، کوشش بھی کرے پھر بھی کچھ نہیں کرسکتا ہے صرف پڑی ہوئی سڑی لاش کی طرح رہتا ہے، کہا گیا ہے کہ جب تم پیٹو بن جاؤ تو خود کو اپاہج سمجھو۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ شیطان ان کے سامنے ظاہر ہوا اس حال میں کہ اس کے پاس بہت سے جال تھے، تو یحییٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا یہ کیا ہیں؟ تو شیطان نے کہا کہ یہ شہوتیں ہیں (یعنی ان کے جال ہیں) جن سے میں انسان کا شکار کرتا ہوں، آپ نے پوچھا کیا تو میرے لیے بھی اس میں سے کوئی جال رکھتا ہے، اس نے کہا نہیں (آپ کے لیے نہیں ہے) مگر ایک رات آپ نے شکم سیر ہوکر کھایا تھا تو میں نے آپ پر نماز کو بھاری کردیا تھا یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم اس کے بعد کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھاؤں گا تو ابلیس نے کہا بلاشبہ میں بھی اس کے بعد کسی انسان کو نصیحت نہیں کروں گا۔

تو یہ اس شخص کا حال ہے جس نے اپنی عمر میں صرف ایک رات سیر ہوکر کھایا تھا پھر اس شخص کا حال کیا ہوگا جو اپنی عمر میں ایک رات بھی بھوکا نہیں رہتا ہے اور پھر عبادت کی امید کرتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عبادت ایک پیشہ ہے اس کی جگہ تنہائی اور خلوت ہے اور اس کا ہتھیار بھوک ہے۔

پانچویں آفت: یہ ہے کہ زیادہ کھانے میں عبادت کی حلاوت مفقود ہوجاتی ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب سے اسلام لایا ہوں پیٹ بھر کر نہیں کھایا

تاکہ اپنے رب کی عبادت کی حلاوت پاؤں، اور جب سے اسلام لایا ہوں اپنے رب کی ملاقات کے شوق میں کبھی سیر ہوکر نہیں پیا۔

یہ اہل کشف کی صفات ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اہل کشف میں سے تھے اور اسی کی طرف نبی کریم ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے: ''ابوبکر نماز اور روزہ کی وجہ سے تم سے افضل نہیں ہیں بلکہ وہ اپنے دل میں موجود ایک چیز کی وجہ سے افضل ہیں''۔

حضرت دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میں عبادت کی حلاوت اس وقت زیادہ محسوس کرتا ہوں جب میرا پیٹ (بھوک کی وجہ سے) پیٹھ سے لگ جائے''۔

من....وَالسادسَة:أن فيه خطر الوقوع فى الشبهة والحرام . . ص٤٦، ٤٧..إلى....بسبب كثرة الأكل مالم يخف.

حل لغات: جُزَافًا: بے حساب، بے اندازہ۔اَلتُّخَمَةُ: بد ہضمی، جمع تُخَمٌ۔ اِخْتَلَفْتُ:اِخْتَلَفَ إِلىٰ: آنا جانا۔اَلْخَلَاءُ: کھلی جگہ، میدان، جہاں رفع حاجت کے لیے جایا جائے۔

ترجمہ: چھٹی آفت: یہ ہے کہ زیادہ کھانے سے شبہ یا حرام میں پڑنے کا خطرہ ہے اس لیے کہ حلال جینے کی مقدار ملتا ہے، ہم نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''کہ حلال غذا صرف تمھارے گزارے کے موافق ملے گی اور حرام تمھارے پاس بے حساب اور بے تحاشا آئے گا۔

ساتویں آفت: یہ ہے کہ زیادہ کھانے سے اولا دل اور بدن حلال کو جمع کرنے، ثانیا اسے تیار کرنے، ثالثا پھر اسے کھانے، رابعا اس سے فارغ ہونے اور خلاصی پانے، **خامسا** پھر اس سے سلامت رہنے میں مشغول رہتے ہیں، کیونکہ زیادہ کھانے سے بدن میں خرابی پیدا ہوتی ہے، بلکہ آفتیں اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر بیماری کی اصل بد ہضمی ہے، اور ہر علاج کی اصل بھوک اور پرہیز ہے'' حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ''اے لوگو! میں بیت الخلا کی طرف زیادہ جاتا تھا یہاں تک کہ مجھے اپنے رب

اور فرشتوں سے شرم آئی کاش اللہ تعالیٰ میری روزی کنکریوں میں کر دیتا کہ میں انھیں چوس لیا کرتا یہاں تک کہ مجھے موت آجاتی"۔

پھر ان تمام (یعنی شکم سیری) میں دنیا کی طلب ،لوگوں کا لالچ اور زیادہ کھانے کے سبب وقت بھی ضائع ہوتا ہے جو کہ پوشیدہ نہیں ہے۔

من.....والثامنة :ماينالہ من أمور الاخرة وشدة شكرات الموت . . .ص...٤٧....إلی....لولا الآخرة .لشاركناكم في عيشكم .

حل لغات: بَانُو:(ن) رتبہ وحیثیت میں کسی سے بڑھ جانا۔أَدَاوَۃٌ: چمڑے کے پانی کا برتن،جمع اَدَاوَی۔اَوَّہَ(تَأوِیْھًا) آہ آہ کرنا۔

ترجمہ: آٹھویں آفت: یہ ہے کہ (زیادہ کھانے سے) آخرت کے امور (یعنی حساب وکتاب) اور سکرات موت کی سختی ہوتی ہے ،روایات میں بیان کیا گیا ہے بیشک سکرات موت کی سختی (دنیا کی) زندگی کی لذتوں کے مطابق ہے تو جس نے اس زندگی سے زیادہ لذتیں اٹھائی ہوں گی اسے موت کی سختی بھی زیادہ ہوگی۔

نویں آفت: یہ ہے کہ (زیادہ کھانے سے) آخرت میں ثواب کم ہوجاتا ہے ،اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:﴿ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴾(پ ٢٦،الاحقاف: ٢٠) "تم اپنے حصہ کی پاک چیزیں اپنی دنیاوی زندگی میں فنا کر چکے اور انہیں برت چکے تو آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا سزا اس کی کہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور سزا اس کی کہ حکم عدولی کرتے تھے"۔

توجس قدر تم دنیا کی لذتیں حاصل کروگے اتنی تمھاری آخرت کی لذتیں کم ہوجائیں گی اور اسی مفہوم کو روایت کیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے دنیا کی لذتوں کو ہمارے نبی کریم ﷺ پر پیش کیا تو فرمایا: اگر تم ان دنیوی لذتوں سے فائدہ اٹھاؤ گے تو میں آپ کی آخرت کی کوئی لذت کم نہ کروں گا یہ ان کی خصوصیت تھی، تو اس بیان سے ثابت یہ ہوا کہ دوسرے انسان کا نقصان ہوگا

(یعنی نیکیاں کم ہوجائیں گی اور آخرت کی لذتیں کم ہوجائیں گی) مگر جب کہ اللہ تعالیٰ اس پر فضل واحسان فرمائے۔

روایت کی گئی ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق أعظم رضی اللہ عنہ کی دعوت کی اور ان کے لیے کھانا تیار کیا تو حضرت عمر نے (کھانے کے وقت) فرمایا: ”یہ ہمارے لیے ہے تو ان فقرا اور مہاجرین کے لیے کیا ہے جو فوت ہوگیے اور جو کی روٹی سے بھی سیر نہیں ہوئے“ حضرت خالد نے عرض کیا اے امیر المومنین! ان کے لیے جنت فردوس ہے، حضرت عمر نے فرمایا: اگر وہ جنت پانے میں کامیاب ہوگئے ہیں اور ہمارا دنیا کا حصہ یہ (کھانا) ہے تو وہ ہم سے نہایت اعلی درجہ پر فائز ہوگیے۔

روایت کی گئی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک دن پیاس لگی تو آپ نے پانی مانگا تو ایک آدمی نے آپ کو ایک برتن دیا جس میں کھجوریں ملا ہوا پانی تھا، جب حضرت عمر نے برتن کو منھ سے قریب کیا، تو پانی کو ٹھنڈا اور میٹھا پایا، تو آپ رک گئے اور آہ بھری، اس شخص نے کہا، خدا کی قسم اے امیر المومنین! میں نے اس کو شیریں کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، حضرت عمر نے فرمایا اسی (مٹھاس) نے ہی تو مجھے پینے سے روک دیا، افسوس! اگر آخرت (کی فکر) نہ ہوتی تو ہم بھی تمھاری عیش وعشرت میں شریک ہوجاتے۔

من....والعاشرة:الحبس والحساب،..ص ٤٧..إلى...تقوى وورع ،هٰذا أولىٰ القولين عندنا.

حل لغات: تِبَابٌ:(ض) ہلاکت۔

ترجمہ: دسویں آفت: یہ ہے کہ (زیادہ کھانے کی وجہ سے قیامت کے دن) روکا جائے گا اور حساب لیا جائے گا زیادہ غذا استعمال کرنے شہوتوں کو طلب کرنے میں جو ترک ادب ہوتا ہے اس پر عار دلائی جائے گی اور ملامت کی جائے گی، اس لیے کہ دنیا کی حلال چیزوں کا (استعمال کرنے پر) حساب ہوگا اور حرام (استعمال کرنے) پر عذاب ہوگا، اور اس کی زیب وزینت (اختیار کرنے) پر ہلاکت وبربادی ہوگی، تو یہ کل دس آفتیں ہیں اور ان میں سے ایک ہی

اپنے نفس میں غور و فکر کرنے والے کے لیے کافی ہے، تو اے کوشش کرنے والے! تم پر جینے کی مقدار روزی میں احتیاط اختیار کرنا ضروری ہے تاکہ تم حرام یا شبہ میں پڑ کر عذاب کے مستحق نہ ہو جاؤ، پھر اتنے حلال پر اکتفا ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا سامان ہو جائے، تاکہ تم کسی برائی میں پڑ کر حساب و کتاب میں روک نہ دئے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ توفیق کا مالک ہے۔

سوال: سب سے پہلے ہمارے لیے حرام اور شبہ کا حکم بیان کیجئے اور ان دونوں کی تعریف بیان کیجیے تاکہ ہم حرام سے بچ سکیں؟

جواب: میں کہتا ہوں اللہ کی قسم ہم نے حرام اور شبہ کے بارے میں سیر حاصل بحث کتاب "اسرار معاملات دین" میں کر دی ہے، اور کتاب "إحياء العلوم" میں بھی حرام اور حلال کا ایک الگ باب بیان کیا ہے، لیکن ہم (منہاج العابدین میں بھی) خاص باتوں کی طرف اشارہ کریں گے تاکہ کمزور مبتدی حضرات بھی سمجھ جائیں اس لیے کہ اس کتاب سے مقصود یہ ہے کہ اس سے مبتدی حضرات عبادت میں فائدہ حاصل کریں اور طالب کی مدد کی جائے۔

حرام وشبۂ حرام کی تعریف

بعض علما نے کہا ہے کہ ہر وہ چیز جس کے بارے میں تمھیں یقین ہو جائے کہ وہ غیر کی ملک ہے اور شریعت نے اس سے روکا ہے تو وہ خالص حرام ہے لیکن اگر تمھیں یقین نہ ہو بلکہ ظن غالب ہو کہ وہ غیر کی ملک ہے تو وہ شبہ والی چیز ہے۔

اور بعض علما نے کہا ہے کہ جس چیز میں یقین یا ظن غالب ہو تو وہ خالص حرام ہے اس لیے کہ ظن غالب بھی ہمارے نزدیک بہت سے احکام میں یقین کے قائم مقام ہوتا ہے، اور اگر دونوں علامتیں برابر ہوں یہاں تک کہ شک باقی رہے اور تمھارے نزدیک ان میں سے کوئی بھی راجح نہ ہو تو وہ شبہ والی چیز ہے، کبھی شبہ ہوتا ہے کہ حلال چیز ہے اور کبھی شبہ ہوتا ہے کہ یہ حرام چیز ہے، تو اس (غذا) کا معاملہ تم پر مشتبہ اور غیر واضح رہتا ہے۔

پھر وہ چیز جو خالص حرام ہے اس سے اجتناب واجب و ضروری ہے، اور وہ چیز جس میں شبہ ہے اس سے بچنا ورع اور تقویٰ ہے، ہمارے نزدیک دونوں اقوال میں سے اس دوسرے قول کو فوقیت حاصل ہے۔

من.....فإن قيل: فما تقول فى قبول جوائز السلاطين ... ص ٤٨. إلى......وهو أن ههنا شيئين.

حل لغات: جَوَائِزُ: انعام، ہدیہ، واحد جَائِزَۃٌ۔ اَلتَّبِعَۃُ: وبال، جمع تَبِعَاتٌ۔ اِسْتَقْرَضَ مِنْ: قرض مانگنا۔ فَیْءٌ: بغیر جنگ کے حاصل ہونے والا مال غنیمت۔ تَشْقِیْقٌ: اجزا اور صورتیں نکالنا۔ مُجَازَفَۃٌ: اٹکل اور اندازے سے بیچنا۔

ترجمہ: سوال: اس زمانے میں بادشاہوں کے انعامات اور تحائف قبول کرنے کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب: اس مسئلہ میں علما کا اختلاف ہے، بعض نے کہا ہے: ہر وہ مال جس کے حرام ہونے کا یقین نہ ہو اسے لے سکتے ہیں، اور بعض دوسروں نے یہ کہا ہے کہ جس مال کے حلال ہونے کا یقین نہ ہو اسے لینا جائز نہیں اس لیے کہ اس زمانے میں بادشاہوں کا مال اکثر و بیشتر حرام ہوتا ہے اور حلال مال یا تو ان کے پاس معدوم ہوتا ہے یا نایاب ہوتا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ بادشاہوں کے تحفے اور عطیات غنی اور فقیر سب کے لیے حلال ہیں جب کہ ان کے حرام ہونے کا یقین نہ ہو اور وبال تو دینے والے پر ہوگا، (اگر وہ مال حرام ہوگا) ان لوگوں نے یہ دلیل دی ہے کہ حضور ﷺ نے اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کا ہدیہ قبول فرمایا تھا (حالاں کہ وہ غیر مسلم تھا) نیز آپ نے یہودی سے مال قرض لیا تھا جب کہ (ان کے تعلق سے) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ﴾ (پ ٦، المائدة: ٤٢) "بڑے حرام خور" یعنی یہود مدینہ بڑے درجہ کے حرام خور ہیں۔ اور ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ صحابۂ کرام کی ایک جماعت نے بہت سے ظالموں کا زمانہ پایا ان سے ہدیے وغیرہ بھی لیے تھے، ان صحابہ میں سے حضرت ابو ہریرہ، ابن عباس اور ابن عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

اور دوسرے علما کا کہنا ہے کہ ظالم حکام کے مال کسی غنی و فقیر کے لیے (استعمال کرنا) جائز نہیں ہے اس لیے کہ وہ (ظالم ہونے کی وجہ سے) ظلم سے موسوم ہیں، اور ان کا مال غالبا حرام ہی ہوتا ہے، اور حکم غالب پر لگتا ہے، لہذا (ان کے مال سے) بچنا ضروری ہے، اور بعض دوسرے علما کا کہنا ہے کہ جس مال کے حرام ہونے کا یقین نہ ہو وہ مال فقیر کے لیے حلال ہے اور مالدار کے لیے حلال نہیں ہے مگر جب فقیر کو معلوم ہو جائے کہ یہ غصب شدہ مال ہے، تو مالک کو مال واپس کرنے کے لیے فقیر کو اس مال کا لینا جائز ہے اور بادشاہ کا مال قبول کرنے میں فقیر پر کوئی گناہ نہیں ہے اس لیے کہ وہ مال یا تو بادشاہ کی ملکیت سے ہوگا تو وہ فقیر کو دے گا تو اس کا لینا بلا شبہ جائز ہے اور اگر وہ مال فئی (بغیر جنگ کے حاصل ہونے والا مال غنیمت)، خراج یا عشر کا ہو تو اس میں بھی فقیر کا حق ہے، اسی طرح اہل علم بھی (بادشاہ کا مال استعمال کر سکتے ہیں)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جو شخص اسلام میں بخوشی داخل ہوا اور قرآن پاک کی تلاوت علانیہ کرتا ہو وہ مسلمانوں کے بیت المال سے ہر سال دو سو درہم لینے کا حق دار ہے اور دو سو دینار بھی روایت کیا گیا ہے، اگر دنیا میں اسے نہیں ملے گا تو آخرت میں اسے لے گا'' اور جب معاملہ ایسا ہے تو فقیر اور عالم اپنا اپنا حق وصول کر سکتے ہیں، اور علما نے کہا ہے کہ اگر وہ مال غصب شدہ مال سے اس طرح مل جائے جس کی تمیز ممکن نہ ہو، یا غصب کیا ہوا مال ایسا ہو جس کو اس کے مالک یا اس کی اولاد کو لوٹانا ممکن نہ ہو (مثلا وہ اولاد مر چکی ہے) تو بادشاہ کے لیے اس مال سے خلاصی یہ ہے کہ وہ اس کو صدقہ کرے، تو اللہ تعالی کی شان یہ نہیں کہ بادشاہ کو فقیر پر صدقہ کرنے کا حکم دے اور فقیر کو اسے قبول کرنے سے منع کرے یا فقیر کو مال قبول کرنے کی اجازت دے حالانکہ وہ مال اس کے لیے حرام ہو تب فقیر ایسے مال کو لے سکتا ہے مگر غصب شدہ یا حرام مال فقیر نہ لے۔

اور یہ ایسے مسائل ہیں جن میں پوری تفصیل اور ہر شق کا حکم واضح کرنے کے بعد ہی فتوی دیا جائے، اور ان مسائل میں تفصیلی بحث کرنا کتاب کو مقصد سے خارج کر دے گا اگر تم ان

مسائل کی معرفت کے طالب ہو تو کتاب ''احیاء العلوم '' سے باب حلال وحرام کا مطالعہ کرو اس میں واضح اور تشریح طلب بیان پاؤ گے ان شاءاللہ تعالیٰ۔

سوال: تاجروں وغیرہ کے تحفے وتحائف کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں کیا ان کو واپس کرنا ضروری ہے یا چھان بین کی جائے ،حالانکہ آپ کو ان کی اپنے معاملات میں بے احتیاطی اور غور وفکر کی کمی معلوم ہے اور اسی طرح دوستوں کے تحفے تحائف کا کیا حکم ہے ؟

جواب: یہ ہے کہ جب انسان کا ظاہر حال درست ہو اور پوشیدہ ہو تو اس کے ہدیہ اور صدقہ کو قبول کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں اور اس کی چھان بین کرنا بھی ضروری نہیں ہے بایں طور کہ تم کہو کہ زمانہ بگڑ چکا ہے (ہو سکتا ہے کہ یہ بھی حرام مال ہو) اس لیے کہ یہ مسلمان کے بارے میں برا گمان کرنا ہے بلکہ مسلمانوں کے متعلق نیک گمان رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، پھر جان لو کہ اس باب میں جو اصل ہے وہ یہاں دو چیزیں ہیں۔

من......أحدهما :حكم الشرع وظاهره ...ص ٤٨، ٤٩ ....إلى ....فهما مع تميزهما واحد في الأصل ،فافهم ذلك راشدًا.

حل لغات: اِسْتِقْصَاءٌ: تحقیق کرنا۔ رَقَيْتُ: (ض) جھاڑ پھونک کرنا، دم کرنا۔ تَقَيَّأَ: قے کرنا۔ اَلْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ: ہر باطل سے جدا آسان مذہب۔ عَقْدُ التِسْعِيْنَ: (نوے کا عقد) اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ انگشت شہادت کو اس کی جڑ کی طرف موڑ لیا جائے انگوٹھے کو اس پر جھکا دیا جائے۔

ترجمہ: ان میں سے ایک (ان عطیات کے متعلق) حکم شرع اور اس کا ظاہر ہے ،اور دوسری چیز تقوی کا حکم اور اس کا حق ہے۔

توحکم شرع یہ ہے کہ اپنے پاس آنے والے ایسے مال کو لے لو جس کا ظاہری حال درست ہو اور کوئی سوال نہ کیا جائے مگر جب یقین ہو جائے کہ یہ مال غصب شدہ یا حرام ہے تو لینا جائز نہیں ہے۔

اور تقوی کا حکم یہ ہے کہ تم کسی کی کوئی چیز نہ لو یہاں تک کہ اس کے متعلق پوری تحقیق و تفتیش کر لو اور یقین ہو جائے کہ اس میں کسی بھی طرح کا شبہ نہیں ہے اگر اس میں کسی بھی طرح کا شبہ ہو تو رد کر دیا جائے۔

ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ان کا غلام ان کے پاس دودھ لایا تو انھوں نے اسے پی لیا غلام نے عرض کیا میں جب بھی کوئی چیز آپ کے پاس لاتا تھا تو اس کے متعلق دریافت فرمایا کرتے تھے لیکن اس دودھ کے متعلق آپ نے کچھ بھی دریافت نہیں کیا تو اس وقت انھوں نے پوچھا یہ دودھ کیسا ہے؟ غلام نے جواب دیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک آدمی پر جھاڑ پھونک کیا تھا تو انھوں نے (اس کے عوض) یہ دودھ دیا تھا ،(یہ سن کر) حضرت ابوبکر صدیق نے قے کر دی ،اور عرض کی اے اللہ! یہ (قے کرنا) میری قدرت میں تھا ،(وہ میں نے کر دی) اور جو حصہ رگوں میں باقی رہ گیا ہے تو تو اس کو (معاف کرنے کے لیے) کافی ہے۔

یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ پیش کی جانے والی چیز کی پوری چھان بین کرو اگر تم تقوی اور اس کے حق میں غور وفکر کرو۔ تو اس بات کو ذہن نشین کر لو۔

سوال: (آپ کی بات سے ظاہر ہوتا ہے) گویا کہ تقوی شریعت اور اس کے حکم کے خلاف ہے؟

جواب: جان لو کہ شریعت آسانی اور سہولت پر مبنی ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں آسان اور ہر باطل سے جدا دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں" تقوی شدت اور احتیاط پر مبنی ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے کہ متقی کا معاملہ توّے کے عقد سے زیادہ مشکل ہوتا ہے، پھر تقوی بھی شریعت ہی سے ہے اور دونوں دراصل ایک ہیں لیکن شریعت کے دو حکم ہیں ایک جواز کا حکم اور ایک افضلیت اور احتیاط کا حکم۔ جائز کو حکم شریعت کہا جاتا ہے ،افضل اور احتیاط کو حکم تقوی کہا جاتا ہے، تو یہ دونوں جدا ہونے کے باوجود اصل میں ایک ہیں، تو رہنمائی کے طور پر اس کو اچھی طرح سمجھ لو۔

من.....فإن قلت:إذا جاز البحث والإستقصاء عن كل شيء .. . ص ٤٩.....إلى.....ثم يبل الرغيف الماء و يأكله.

حل لغات: بَلَاغٌ:ذریعہ معاش۔حَشِيْشٌ:گھاس۔ثَمَرَاتٌ تَافِهَةٌ: معمولی پھل۔سَمَتْ:(ن)ناقص واوی صیغہ واحد مؤنث غائب،بلند ہونا،بلند مرتبہ ہونا۔يَتَدَاوَلُوْنَ: تَدَاوَلَ الشَيْءُ:کسی چیز کو ہاتھوں ہاتھ لینا۔يُجَوِّعُ: تَجْوِيْعًا:بھوکا رکھنا۔رَغِيْفٌ:روٹی،جمع اَرْغِفَةٌ۔يَبُلُّ:(ن)تر کرنا۔

ترجمہ: سوال: جب ہر چیز کی تحقیق اور چھان بین ضروری ہے تو اس زمانے میں کسی بھی چیز کا استعمال ممنوع ہو جائے گا اور متقی شخص پر ایک ہی مرتبہ میں معاملہ متعذر ہو جائے گا جبکہ اطاعت کے لیے ذریعہ معاش کا استعمال لازمی ہے۔

جواب: جان لو کہ تقوی کا راستہ سخت ہے، جو شخص اس پر چلنے کا ارادہ کرے تو اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ اپنے نفس اور دل کو سختی برداشت کرنے پر مضبوط کر لے ورنہ وہ تقوی کا راستہ پورا نہیں کر سکتا،اور اسی تقوی کے حصول کے لیے بہت سے اہل تقوی،متقدمین صوفیا کوہ لبنان وغیرہ چلے گیے،گھاس پھونس اور معمولی پھل کھانے پر اکتفا کیا جن میں کوئی شبہ نہیں ہے،تو جو شخص نہایت اعلی درجہ کا تقوی حاصل کرنے کا بلند حوصلہ رکھے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مصائب کو برداشت کرے ان پر صبر کرے اس منزل کو طے کرنے والے لوگوں کا راستہ اختیار کرے،لیکن اگر کوئی شخص لوگوں کے درمیان رہے اور ان میں وہ چیز کھائے جو وہ کھاتے ہیں تو وہ کھانے والی چیز اس کے نزدیک اس مردار کی طرح ہونی چاہیے جس کو صرف ضرورت کے وقت ہی استعمال کیا جاتا ہے،صرف اتنی مقدار ہی پر اکتفا کرے جو اسے اطاعت الہی کی طرف لے جائے تو اس قدر استعمال میں اس کے لیے عذر (قابل قبول)ہو گا،اور یہ مقدار اس کو نقصان نہ دے گی اگرچہ اس کی اصل میں شبہ ہو اس لیے کہ اللہ تعالی عذر قبول کرنے کے زیادہ لائق ہے،اور اسی لیے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:"بازار خراب ہو چکا ہے اس لیے تم پر بقدر ضرورت روزی پر اکتفا کرنا ضروری ہے۔

حضرت وہیب بن ورد رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مجھے یہ خبر ملی ہے کہ وہ ایک یا دو دو یا تین تین دن بھوکے رہتے تھے پھر ایک روٹی لیتے اور کہتے تھے، اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں عبادت کی طاقت نہیں رکھتا اور کمزوری کا خوف کرتا ہوں اگر ایسی بات نہ ہوتی تو میں اسے بھی نہ کھاتا، اے اللہ! اگر اس روٹی میں کوئی خرابی یا حرام ہو تو اس کی وجہ سے مجھے نہ پکڑنا پھر روٹی کو پانی میں بھگوتے اور کھاتے تھے۔

من......قلت:فهذان الطريقان للطبقة العليا .....ص ٤٩ .. ..إلى.....فالوعيد على قصده ذلك بقلبه.

حل لغات: تَتَعَنیّٰ: تَعَنِّیًا: محنت و مشقت اٹھانا۔ مُبَاهِیًا: برتری دکھانے والا۔

ترجمہ: میں (امام غزالی) کہتا ہوں یہ دونوں طریقے ہماری معلومات کے مطابق اہل تقوی میں سب سے بلند تقوی والوں کے لیے ہیں، لیکن جو لوگ ان سے کم درجہ کے ہیں ان کے لیے (مقدار کے اعتبار سے) احتیاط اور تحقیق کرنا ضروری ہے اور جتنی ان میں احتیاط ہوگی اسی قدر ان کے لیے تقوی میں سے حصہ ہوگا تم جتنی مقدار میں محنت کروگے اتنی ہی تم اپنی مراد کو پاؤگے، اللہ تعالیٰ کسی نیک عمل کرنے والے کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ہے، اور لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں وہ سب کچھ جانتا ہے۔

سوال: یہ بیان حرام کے متعلق تھا تو اب حلال کے متعلق بیان کر دیجیے اور اس زائد حلال کی وہ حد کیا ہے جس سے (قیامت کے دن) روکا جائے گا اور حساب لیا جائے گا، اور وہ مقدار بیان کریں جب بندہ اسے استعمال کرے تو وہ ادب ہوگا اور فضول نہیں ہوگا اس کے بارے میں نہ روکا جائے گا اور نہ حساب ہوگا؟

جواب: اس سائل سے کہا جائے گا، جان لو کہ اجمالی طور پر

مباح کی تین قسمیں ہیں

(ا)۔ یہ ہے کہ بندہ اس کو فخر، بڑائی، برتری دکھاوے اور نمائش کے طور پر استعمال کرے تو اس کا استعمال ناپسندیدہ فعل ہوگا تو ظاہری فعل کی بنا پر روکا جائے گا حساب لیا جائے گا

،ملامت اور شرم وعار دلائی جائے گی ،اور ایسا فعل بندہ کے دل میں برائی اور گناہ پیدا کرتا ہے ،یعنی فخر وبڑائی دوزخ کے عذاب کا باعث ہے ،بندہ کی جانب سے اس طرح کا ارادہ معصیت اور گناہ ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ﴾(پ ۲۷،الحدید: ۲۰) ”کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا“۔اور اسی ارشاد میں ہے کہ ان مذکورہ لوگوں کے لیے سخت عذاب ہے ،نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:”جو شخص دنیا میں حلال کو برتری دکھانے ،بڑائی ،فخر اور نمائش کے طور پر طلب کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا تو وعید دل کے قصد وارادہ پر ہے۔

من.....القسم الثانی :أن یدخل الحلال لشهوة نفسه لا غیر..ص ۵۰ .....إلیٰ.....وإن کان الحال کذالك فهو حال العذر.

حل لغات: سَعْیًا عَلیٰ عَیَالِهٖ: بچوں کے لیے روزی کمانا۔تُوْصِلُ إِلیٰ: رسائی حاصل کرنا۔اَلْعُدَّةُ عَلیٰ: تیاری کرنا۔

ترجمہ:(۲)۔: مباح حلال کی دوسری قسم یہ ہے کہ بندہ حلال کو صرف شہوت کے طور پر استعمال کرے،تو یہ بھی استعمال برا ہے اس کی خاطر روکا جائے گا حساب لیا جائے گا ،کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَىٕذٍ عَنِ النَّعِیْمِ﴾(پ ۳۰، التکاثر :۸) ”پھر بے شک اس دن تم سے نعمتوں سے پُرسش ہوگی“۔نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:”کہ دنیا کی حلال چیزوں (کے استعمال) پر حساب لیا جائے گا اور حرام چیزوں (کے استعمال) پر عذاب ہوگا“

(۳)۔ مباح: حلال کی تیسری قسم یہ ہے کہ بندہ حلال غذا کو عذر کی حالت میں اتنی مقدار میں استعمال کرے جس سے اللہ تعالیٰ کی عبادت پر مدد (قوت) حاصل ہو اسی پر اکتفا کرے تو اس کی جانب سے بہتر ،بھلائی ادب ہوگا کوئی حساب اور سزا نہیں ہوگی ،بلکہ وہ ثواب اور تعریف

کا مستحق ہوگا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۲۰۲) "ایسوں کو ان کی کمائی سے بھاگ (حصہ) ہے" نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے سوال سے بچنے، اپنے ہمسایہ کی امداد اور اپنے اہل و عیال کی پرورش کی خاطر حلال دنیا طلب کی تو قیامت کے دن وہ اس طرح آئے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح (چمکتا) ہوگا" یہ شان اس کی ہے جس کا نیک ارادہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، تو اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلو اور جان لو۔

سوال: اس مباح کی شرط کیا ہے یہاں تک کہ وہ نیکی اور بھلائی ہو جائے جیسا کہ آپ نے بیان کیا؟

جواب: جان لو کہ مباح چیزیں اصل میں دو چیزوں سے بھلائی ہو جاتی ہیں، ان میں سے (۱)۔ **حالت** (۲)۔ **قصد** و ارادہ [

حالت: یہ ہے کہ مباح چیز عذر کی حالت میں (استعمال کرنا) ضروری ہے، اور وہ ایسی حالت ہو کہ اگر اس کو استعمال نہیں کرے گا تو اللہ کے یہاں باز پرس ہوگی، اس کی تفسیر یہ ہے کہ اس کی حالت اس طرح ہو جائے کہ اگر مباح چیز کو استعمال نہ کرے تو اس کی وجہ سے فرض، سنت یا نفل ادا نہ کر سکے، تو اس وقت مباح کا استعمال ترک کرنے سے افضل ہوگا، اگرچہ دنیا کی مباح چیزوں کو ترک کرنا بھی افضل ہے اور جب حالت اس طرح کی ہو تو عذر کی حالت ہے۔

من.....وأما القصد :فأن يقصد به العدة والإستعانة ...ص ۵۰.. ..إلى...وإنما عليه الحبس والحساب،واللوم والتعيير.

حل لغات: تَوَسَّلَ إِلىٰ شَیْءٍ: کسی چیز کی تہ تک پہنچنا۔ سَهَا عَنْ: (ن) غافل ہونا، بے خبر ہونا۔ اَللَّوْمُ: ملامت۔

ترجمہ: ارادہ: یہ ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر تیاری اور استعانت کا ارادہ ہو یعنی دل میں یہ ارادہ ہو کہ اگر اس (مباح) میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف رسائی نہ ہوتی تو میں اس چیز کو استعمال نہ کرتا، تو یہ (مباح کے استعمال میں) حجت کا بیان ہے، جب عذر

کی حالت میں دلیل جواز حاصل ہو جائے تو اس وقت دنیا میں حلال چیز کا استعمال کرنا نیکی، بھلائی اور ادب ہوگا، اور اگر بندہ کی حالت عذر کی حالت ہو لیکن اس کے لیے قصدوارادہ نہ ہو یا یہ قصدوارادہ ہو اور عذر کی حالت میں نہ ہو تو وہ استعمال کرنا نیکی نہیں ہوگا۔

پھر اس ادب کی حفاظت پر استقامت کے لیے بصیرت اور نیک ارادہ کی ضرورت ہوتی ہے کہ دنیا سے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تیاری کرنے کا سامان بطور مقدار استعمال کرے گا یہاں تک کہ حجت کے بیان سے اگر سہو بھی ہو جائے تو وہ نیک ارادہ حجت کے بیان کی تجدید کے لیے کافی ہے۔

ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہاں تین امور ہو گیے جو اس میں معتبر ہیں، (۱) یعنی عذر کی حالت (۲) ارادہ اور حجت کا بیان (۳) بصیرت اور نیک ارادہ جو اس میں معتبر ہیں، یعنی ذکر اور حالت جو مباح کو نیکی کرنے میں معتبر ہیں، نیک ارادہ وہ ادب کے مقام میں ایسی بصیرت کا تقاضا کرتا ہے جو استقامت میں معتبر ہے تو اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔

سوال: اگر دنیا سے حلال مباح چیز شہوات کی خاطر استعمال کی جائے تو کیا وہ معصیت و گناہ ہوگا، اور کیا اس پر عذاب ہوگا، کیا حالت عذر میں مباح استعمال کرنا فرض ہے یا نہیں؟

جواب: جان لو کہ (حالت عذر میں) وہ فرض ہے، ہم اسے بھلائی اور نیکی کہتے ہیں، اور حکم سے مراد حکم تادیبی ہے، شہوت کی خاطر استعمال کرنا برا اور ناپسندیدہ ہے، اور اس سے نہی (منع کرنا) زجر و استحباب کے طور پر ہے، گناہ نہیں ہے، اور اس (کے استعمال) پر دوزخ میں عذاب نہیں ہوگا، مگر اس کو روکا جائے گا حساب ہوگا، ملامت کی جائے گی اور عار دلائی جائے گی۔

من.....فإن قلت: فما هذا الحبس والحساب اللذان يلزمان العبد .. . .ص ..٥٠، ٥١....إلى....والله ولي التوفيق والعصمة بفضله.

حل لغات: اَنْفَقْتَ: (افعال) خرچ کرنا۔ عَرَصَاتٌ: صحن خانہ، کھلی ہوئی جگہ، واحد عَرَصَةٌ۔ اَھْوَالٌ: ڈر، خطرہ، ہولناکی، واحد ھَوْلٌ۔ مَائِدَۃٌ: دستر خوان، جمع مَوَائِدُ۔

ترجمہ: سوال: یہ حبس وحساب کیا چیزیں ہیں جن کا بندہ سامنا کرے گا؟

جواب: جان لو کہ حساب یہ ہے کہ قیامت کے دن تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے مال کس طرح حاصل کیا، کس کام میں خرچ کیا، کس نیت سے خرچ کیا؟ اور **حبس** یہ ہے کہ حساب کے زمانے میں قیامت کے میدان میں، ہولناکی، خوف، ننگے بدن اور پیاسے ہونے کی حالت میں جنت سے روکا جائے گا اور یہ بات آزمائش کے لیے کافی ہے۔

سوال: جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس حلال چیز کے استعمال کی اجازت دے دی ہے تو اس کے استعمال کرنے میں ملامت اور شرم دلانا کیونکر ہوگا؟

جواب: جان لو کہ یہ ملامت، عار اور شرم دلانا ادب کو ترک کرنے کی وجہ سے ہوگی جیسے کہ وہ شخص جو بادشاہ کے دسترخوان پر بیٹھے اور ادب کو ترک کردے تو اسے ملامت کی جاتی ہے عار دلائی جاتی ہے اگرچہ وہ کھانا اس کے لیے مباح اور جائز ہوتا ہے۔

اس باب میں اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے تو وہ ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے، تو بندہ کے لائق یہ ہے کہ ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، اپنے تمام افعال کو حتی الامکان عبادت بنالے، اگر بندہ ایسا نہ کرے شہوت کو ترجیح دے، اپنے رب کی عبادت سے غافل ہوجائے حالانکہ وہ اس پر قدرت بھی رکھتا ہے اور کوئی عذر نہ ہو۔ دنیا خدمت اور عبادت کا گھر ہے، عیش وعشرت اور شہوت کا گھر نہیں ہے، تو وہ شہوت کی وجہ سے اپنے آقا کی طرف سے ملامت اور عار کا مستحق ہوگا تو اس اصل میں غور وفکر کرو، (طاعت کو بجالانے اور برائیوں سے رکنے کی) کوئی طاقت وقوت نہیں ہے مگر اللہ رب العزت کی توفیق سے۔

یہ تمام بیان جو ہم نے کیا اصلاح نفس اور تقویٰ کی لگام دینے کے تعلق سے تھا تو اس کے حق کی رعایت کرو، اور اس کو اچھی طرح محفوظ کرلو دنیا اور آخرت میں خیر کثیر کے مالک ہوجاؤ گے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے توفیق وعصمت کا مالک ہے۔

من....فصل :فی بیان معالجة الدنیا والشیطان والخلق والنفس ...ص۵۱..إلی....ریب المنون وأنت لاہ ترتع..

حل لغات: اَحْلَامٌ: خواب،واحد حُلْمٌ۔ رَیْبَ الْمَنُوْن: حوادث زمانہ۔لَاہٍ: (س)ناقص واوی،صفت رَاضٍ کی طرح،غافل۔تَرْتَعُ:(ف)خوش حال زندگی گزارنا۔

فصل

دنیا،شیطان،مخلوق اورنفس کی درستگی کے بیان میں:

ترجمہ: اے انسان!تجھ پراس لمبی گھاٹی کو طے کرنے میں پوری کوشش صرف کرنا ضروری ہے اس لیے کہ یہ سختی کے اعتبار سے بڑی ہے محنت ومشقت کے اعتبار سے زیادہ ہے اور آفت وفتنہ کے اعتبار سے بڑی ہے(کیونکہ حق کے راستہ سے بہت سی مخلوق منخرف ہوگئیں)اس لیے کہ مخلوق میں سے جو بھی ہلاک ہوئے وہ سب کے سب راہ حق سے منخرف ہوگیے تھے یا تو دنیا کی وجہ سے یا مخلوق کی وجہ سے یا شیطان کی وجہ سے یا نفس کی وجہ سے ،اور ہم نے اپنی تصنیف کردہ کتابوں یعنی ”کتاب الاسرار، احیاء العلوم، اور القربة الی اللہ“میں وہ تمام باتیں بیان کردی ہیں جو اس گھاٹی کے اہتمام پر ابھارتے ہیں ،اس کتاب کا مقصود یہ ہے کہ میں نے اللہ تعالی سے سوال کیا کہ مجھے نفس کے معالجہ،میری اصلاح اور میرے ذریعہ درستگی کے راز پر آگاہ کردے اسی لیے میں نے اس مقدس کتاب میں مختصر الفاظ میں کثیر المعانی نکتوں پر ہی اکتفا کیا ہے جو شخص بھی ان میں غور وفکر کرے گا وہ مطمئن ہوجائے گا اور یہ نکتے ان شاء اللہ تعالیٰ اسے واضح راستہ کی طرف لے جائیں گے ،اور یہ فصل دنیا،مخلوق ،شیطان اور نفس کے معالجہ کے نکتوں کے ساتھ خاص ہے۔

دنیا کے علاج کا بیان

تو اس سے تم کو بچنا اور بے رغبتی کرنا ضروری ہے اس لیے کہ دنیا کا معاملہ تین حال سے خالی نہیں ہے۔

(۱) یا تو تو صاحب بصیرت اور صاحب عقل ہے اور تیرے لیے (بطور بیان) یہی بات کافی ہے کہ دنیا اللہ تعالیٰ کی دشمن ہے، اللہ تیرا حبیب اور مددگار ہے اور یہ دنیا تیری عقل کو کم کرنے والی ہے حالانکہ تیری عقل تیری پونجی ہے۔

(۲)۔ یا تو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں عزم اور کوشش کرنے والے لوگوں میں سے ہے تو تیرے لیے یہی بات کافی ہے کہ دنیا اپنی نحوست میں اس حد تک پہنچ چکی ہے جو تجھے عبادت کے ارادہ سے روکتی ہے، دنیا کی فکر تجھے عبادت اور بھلائی سے روکتی ہے تو پھر خود دنیا کیسی ہوگی؟

(۳)۔ یا تو اہل غفلت میں سے ہے تجھ میں حقائق کو دیکھنے کی بصیرت نہیں بھلائیوں پر ابھارنے والی ہمت نہیں تو تیرے لیے یہی بات کافی ہے کہ دنیا باقی رہنے والی نہیں ہے، یا تو دنیا سے جدا ہو جائے گا یا وہ تجھ سے جدا ہو جائے گی جیسا کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: ''اگر دنیا تیرے لیے باقی رہے گی لیکن تو اس کے لیے باقی نہیں رہے گا اس لیے طلب دنیا میں اپنی عمر عزیز کو صرف کرنے میں کیا فائدہ ہے؟ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

(۱)- مان لے کہ دنیا تجھے مفت میں مل رہی ہے کیا یہ ایک دن فنا نہیں ہوگی؟

(۲)- تو ایسی زندگی کا خواہاں ہے جو باقی رہنے والی نہیں ہے اور ایسے عیش و آرام کا خواہاں ہے جسے زمانہ بدل دے گا۔

(۳)- دنیا تو نہیں مگر ایسے سایہ کی طرح جو تجھ پر سایہ فگن رہے پھر کوچ کا اعلان کر دے،

تو عقلمند کو مناسب نہیں کہ اس دنیا سے دھوکہ کھائے۔ ایک شاعر نے اس کے تعلق سے سچ کہا ہے:

(۱)- (دنیا) خواب یا ختم ہونے والے سایہ کی طرح ہے بے شک عقلمند ان جیسی چیزوں سے دھوکہ نہیں کھاتا۔

(۲)- کب تک لوگوں کو حوادث زمانہ کا جام پلایا جائے گا جب کہ تو خوش حالی میں غافل ہے۔

من....وأما الشيطان :فحسبك فيه ماقال الله تعالى لنبيه .ص ۵۱،۵۲...إلى....والله ولي الهداية والتوفيق بفضله.

حل لغات: هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ: شیطانی وسوسے۔ جَفَوَاتٌ: مظالم، زیادتیاں ۔يَلْجَؤُكَ: اِلْجَاءُ إِلیٰ: مجبور کرنا۔ مُنَاوَاةٌ: مخالفت کرنا۔

شیطان کے علاج کا بیان

ترجمہ: اس کے بارے میں تمھیں وہ ارشاد کافی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے: ﴿وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ وَ اَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ﴾(پ ١٤، المؤمنون: ٩٧، ٩٨) ” اور تم عرض کرو کہ اے میرے رب تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں“۔ تو یہ حضور ﷺ جو مخلوق میں سب سے بہتر، سب سے زیادہ جانکار، سب سے زیادہ عقلمند اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ افضل و اعلیٰ ہیں وہ اس بات کے ضرورت مند ہیں کہ شیطان سے اللہ کی پناہ مانگیں پھر تو کیوں پناہ کا محتاج نہیں ہو گا جب کہ تو جاہل ہے تیری عقل کم ہے اور تو غافل بھی ہے۔

مخلوق کے علاج کا بیان

ترجمہ:: اس کے بارے میں تمھیں یہی بات کافی ہے اگر تو ان سے میل جول کرے گا ان کی خواہشات میں موافقت کرے گا تو گنہ گار ہو جائے گا اپنی آخرت کو خراب کر لے گا، اور اگر تو ان لوگوں کی مخالفت کرے گا ان کی اذیتوں اور زیادتیوں سے تھک بیٹھے گا، تیری دنیا کا معاملہ مکدر ہو جائے گا، پھر اس بات کا اندیشہ ہے کہ ان کی مخالفت اور دشمنی کے لیے مجبور ہو کر ان کی برائی میں پڑ جائے گا ، پھر اگر وہ تیری تعریف اور عظمت بیان کریں گے تو میں تجھ پر فتنہ اور خود ستائی کا خوف کرتا ہوں، اگر وہ تیری مذمت اور برائی کریں گے تجھے ذلیل و حقیر سمجھیں گے تو میں تجھ پر کبھی رنجیدہ ہونے اور کبھی اللہ کے علاوہ کے لیے غصہ ہونے کا خوف کرتا ہوں، اور یہ دونوں (مدح اور مذمت) ہلاک کرنے والی آفتیں ہیں۔

پھر ان کے ساتھ اپنی اس حالت کو یاد کر کہ تمہیں قبر میں رکھ کر تین دن گزرنے کے بعد ہی کیسے چھوڑ دیں گے جدا کر دینگے، تجھے بھلا دیں گے یاد بھی نہیں کریں گے، گویا کہ کبھی بھی یا

کسی بھی دن تو نے ان کو نہیں دیکھا ہے اور نہ انھوں نے تجھے دیکھا ہے، تو صرف وہاں تیرے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہے گی، تو کیا یہ بڑا خسارہ نہیں کہ تو ایسے لوگوں میں اپنے وقت کو ضائع کردے جن میں وفاداری کم ہے، ان کے ساتھ تجھے تھوڑے دن رہنا ہے اور اس اللہ کی عبادت کو ترک کردے جس کی طرف تمام معاملات پلٹتے ہیں، وہی تمھارے لیے ہمیشہ رہے گا، تمام ضرورتیں اس کی بارگاہ میں پیش کی جاتی ہیں، اسی پر مکمل بھروسہ ہے، ہر حال ہر مصیبت و پریشانی کے وقت اسی کو مضبوطی سے تھامے رہنا ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اے عاجز انسان! غور کرلے شاید کہ تو ہدایت پاجائے، ان شاء اللہ تعالیٰ، اللہ ہی اپنے فضل سے توفیق وہدایت کا مالک ہے۔

من.....وأما النفس :فحسبك ما تشاهد من حالاتها .. .. .ص ٥٢
.....إلى...ثم عليك بإلجامها بلجام التقوى لا حيلة لها سواه.

حل لغات: رَمَحَ الدَّابَّةُ فُلَانًا: چوپائے کا کسی کو لات مارنا۔ تَشَفَّعَ إِلَيْهِ بِاللهِ: کسی کو اللہ کا واسطہ دینا۔ يَتَسَامَعَ: تَسَامَعَ النَّاسُ بِهٖ: لوگوں کا کسی چیز کا چرچہ کرنا۔ قَاتِلُ الْعَدُوِّ: حَاسِرًا: دشمن سے بغیر ڈھال کے جنگ کرنا۔ تَوَقِّ: فعل امر صیغہ واحد حاضر، تَوَقَّاهُ: بچنا۔ غَوَائِلُ: فتنہ وفساد، واحد غَائِلَةٌ۔

نفس کے علاج کا بیان

ترجمہ: نفس کے بارے میں تو یہی بات کافی ہے جو تو اس کے حالات، خراب ارادے اور برے اختیار کا مشاہدہ کرتا ہے، تو یہ نفس شہوت کے وقت حیوان ہوجاتا ہے، غصہ کی حالت میں درندہ ہوجاتا ہے، مصیبت کے وقت تو اسے بچے کی طرح (روتا ہوا) دیکھتا ہے، آرام وآسائش کے وقت اسے (سرکشی میں) فرعون دیکھتا ہے، بھوک کے وقت پاگل، شکم سیری کے وقت سرکش دیکھتا ہے، اگر تو اسے سیر کرے تو وہ اتراجاتا ہے، سرکشی کرتا ہے، اگر بھوکا رکھے تو وہ چیختا اور آہ وفغاں کرتا ہے تو یہ نفس کہنے والے کے قول کے مطابق ہے۔

(ا)(وہ نفس) برے گدھے کی طرح ہے اگر تو اسے شکم سیر کر دے تو لوگوں کو لات مارے گا اگر وہ بھوکا رہے تو ڈھیچوں ڈھیچوں کرے گا۔

بعض صالحین نے سچ فرمایا ہے: کہ اس نفس کی خست اور جہالت کا حال یہ ہے کہ جب کسی گناہ کا ارادہ کرے یا شہوت کے لیے اٹھ کھڑا ہو تو اسے روکنا چاہے، یا اسے اللہ ورسول، تمام انبیا، اس کی کتاب، اور اس کے نیک بندوں کا واسطہ دے، یا اس کے سامنے موت وقبر، قیامت، جنت، دوزخ بھی پیش کر دے پھر بھی وہ باز نہیں آئے گا، شہوت کو نہیں چھوڑے گا، پھر اگر تو ایک روٹی کھا کر اسے روک لے تاکہ سکون پذیر ہو جائے شہوت کو ترک کر دے تو اس وقت اس کی کمینگی اور جہالت کو جان لے گا، لہذا اے انسان! اس سے غفلت نہ برت، اس لیے کہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کے پیدا کرنے والے نے فرمایا ہے جو اسے زیادہ بہتر جاننے والا ہے: ﴿ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ ﴾(پ ۱۳، یوسف: ۵۳) ”بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے“ عقل مند کے لیے اتنی ہی بات خبردار ہونے کے لیے کافی ہے۔

اور ہمیں ایک صالح انسان کے بارے میں معلوم ہوا ہے جن کو احمد بن ارقم بلخی رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا ہے انھوں نے فرمایا: ” ایک مرتبہ میرے نفس نے مجھے جہاد میں جانے کا شوق دلایا، تو میں نے کہا سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: ﴿ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ ﴾(پ ۱۳، یوسف: ۵۳) ”بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دیتا ہے“ اور یہ مجھے بھلائی کا حکم دے رہا ہے، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، لیکن نفس نے (تنہائی سے) وحشت محسوس کی ہے اس نے لوگوں سے ملنے کا ارادہ کیا تاکہ ان سے آرام پائے لوگ اس کے بارے میں سنیں تو وہ اس کی تعظیم وتکریم اور احترام بجا لائیں، تو میں نے اس سے کہا میں تجھے آبادی میں نہیں لے جاؤں گا اور نہ تیری شناخت کراؤں گا تو اس جواب پر وہ مطمئن ہو گیا، تو میں نے اس کے بارے میں برا گمان کیا اور میں نے کہا خدائے تعالیٰ بہت سچا ہے فرماتا ہے: ”بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے“ میں نے اس سے کہا کہ میں دشمن سے برہنہ سر جہاد وقتال کروں گا لیکن پہلا قتل ہونے والا تو ہو گا تو اس بات پر وہ مطمئن ہو گیا پھر میں نے اس کے بارے میں برا گمان کیا اور

اس کے ارادے کے مطابق چند چیزوں کو اور شمار کیا تو ہر چیز پر وہ مطمئن ہو گیا فرماتے ہیں: میں نے (دل میں) کہا اے میرے رب! میں اسے جھوٹا سمجھتا ہوں اور تجھے سچا جانتا ہوں مجھے اس کی حالت سے واقف کرادے، تو نفس کا مجھ پر کشف ہوا گویا کہ نفس کہ رہا تھا: اے احمد! تو مجھے ہر روز شہوتوں سے روک کر اور میری مخالفت کر کے قتل کرتا ہے اور اس قتل کا کسی کو احساس بھی نہیں ہوتا ہے، اگر تو مجھے (جہاد میں شریک کر کے) قتل کرے گا تو صرف ایک بار ہی مجھے قتل کرے گا پھر میں تجھ سے نجات پا جاؤں گا، اور لوگ سنیں گے پھر کہا جائے گا، احمد کو شہید کر دیا گیا ہے ،(اس وقت) میرے ہی لیے شرف ہو گا چرچا ہو گا، فرماتے ہیں، میں (اس جواب سے) بیٹھ گیا اور اس سال جہاد میں نہیں گیا تو نفس کے دھوکا اور مکاری کو دیکھ لو، لوگوں کو موت کے بعد ایسے عمل دکھاتا ہے جو انھوں نے نہیں کیے ہیں (یعنی زندگی میں نہیں کیا)۔ ایک شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

(۱) اپنے نفس (کی شرارتوں) سے بچو اور اس کے فتنہ وفساد سے بے خوف نہ رہو کیونکہ نفس کی خباثت ستر شیطانوں سے زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے پھر تو اس دھوکا باز برائیوں کا حکم دینے والے سے چوکنّا رہ ، ہر وقت اور ہر حال میں اپنے دل کو اس کی مخالفت پر مضبوط کر ان شاء اللہ تعالیٰ تو (اس کی شرارتوں سے) محفوظ رہے گا، پھر تم پر اسے تقوی کی لگام دینا ضروری ہے جس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

من......واعلم:أن ههنا أصلا أصيلا ،وهو أن العبادة شطران ،...ص ۵۲،۵۳....إلى....ولا تصوم بشيء أزكى منه..

حل لغات: شَطْرَانِ: دو ٹکڑے، ٹکڑے، حصے، واحد، شَطْرٌ، جمع شُطُوْرٌ۔ اَلسَّيِّأَتُ: برائیاں، واحد سَيِّئَةٌ۔ اَلْإِبْتِهَالُ: إِلَى اللهِ: گڑگڑا کر دعا کرنا۔

ترجمہ: جان لو کہ یہاں ایک اہم قاعدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں (۱)۔ اکتساب (۲)۔ اجتناب

اکتساب اطاعت کو بجالانا ہے اور اجتناب گناہوں اور برائیوں سے باز رہنا ہے اور انھیں (دونوں چیزوں) کا نام تقوی ہے ،اور (برائیوں سے) بچنے والی قسم ہر حال میں زیادہ سلامتی، درستگی والی بندہ کے لیے اکتساب سے افضل اور اشرف ہے ،اسی لیے مجاہدہ اور عبادت کرنے والوں میں سے مبتدی حضرات اولاً مامورات کو بجالانے میں مشغول ہوتے ہیں،وہ دن کو روزہ رکھتے ہیں ،رات کو قیام کرتے ہیں اور ان کے مثل عبادت وریاضت کے منتہی اور اہل بصیرت حضرات (منہیات سے) اجتناب میں مشغول ہوتے ہیں،وہ اپنے دلوں کو غیر اللہ کی طرف مائل ہونے سے روکتے ہیں ، ناجائز غذا سے اپنے پیٹ اور لغو باتوں سے اپنی زبانوں کو بچاتے ہیں ،اپنی نظروں کو لایعنی چیزوں سے بچاتے ہیں ،اسی وجہ سے عابدوں میں سے دوسرے عابد نے یونس علیہ السلام سے کہا اور ان عابدوں کی تعداد سات تھی،اے یونس! بعض لوگوں کو نماز زیادہ محبوب ہوتی ہے وہ نماز پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتے ہیں اور نماز عبادت کا ستون ہے وہ صدق، تضرع اور دعا میں مشغول ہوکر ثابت قدم رہتے ہیں،اور بعض وہ لوگ ہیں جنھیں روزہ زیادہ محبوب ہے تووہ اس پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتے ہیں،اور بعض لوگ وہ ہیں جنھیں صدقہ زیادہ محبوب ہوتا ہے وہ اس پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتے ہیں۔

اے یونس! میں تمھیں ان (تینوں یعنی نماز،روزہ،صدقہ) چیزوں کی تفسیر بتاتا ہوں ،(نماز سے مراد یہ ہے کہ) تم اپنی لمبی نماز کو مصیبتوں پر صبر کرنے والا اللہ عزوجل کے حکم کی بجاآوری کرنے والا ،اپنے روزہ کو ہر برائی سے سکوت کرنے والا (یعنی ہر گندی بات سے بچنے والا) کرلو،اپنے صدقہ کو تکلیف روکنے والا (کیونکہ صدقہ دینے سے بلائیں ٹلتی ہیں) بنالو،کیونکہ تم اس سے افضل چیز صدقہ نہیں کرسکتے اور نہ اس سے پاکیزہ روزہ رکھ سکتے ہو۔

من.....فإذا علمت أن جانب الإجتناب أولى بالرعاية..ص ٥٣..إلى.......والله سبحانه ولي التوفيق برحمته.

حل لغات: اَلاِحْتِمَاءُ: پرہیز کرنا۔اَلْحِمْیَۃُ: پرہیز۔

ترجمہ: تو جب تمہیں معلوم ہو گیا کہ (منہیات سے) بچنے کا پہلو رعایت اور کوشش کے اعتبار سے زیادہ افضل و اعلیٰ ہے، تو اگر تجھے دونوں قسمیں حاصل ہو جائیں یعنی اوامر کی بجاآوری اور (منہیات سے) اجتناب، تو تیرا معاملہ (عبادت) مکمل ہو گیا، تیری مراد پوری ہو گئی ،(آفتوں سے) محفوظ ہو گیا، تجھے مال غنیمت مل گیا، اور اگر تجھے (عبادتوں میں سے) صرف ایک ہی حاصل ہو تو چاہیے کہ تو (گناہوں سے) اجتناب کی راہ اختیار کر۔ (یہ راہ اختیار کرنے سے) تو معاصی سے محفوظ رہے گا، اگرچہ تو عبادت (نوافل مستحبہ) نہ کرے، اگر تو گناہوں سے اجتناب نہ کرے تو دونوں عبادتوں میں نقصان اٹھائے گا، رات کا قیام اور نوافل تجھے فائدہ نہیں دیں گے ،(کیونکہ جب تو عبادت کرے گا) پھر ایک (برے) ارادہ کے ذریعہ اس عبادت کو برباد کر دے گا، پورے دن تجھے روزہ رکھنا فائدہ نہ دے گا (کیونکہ جب دن کو روزہ رکھے گا) پھر ایک (بری) بات سے اس کو برباد کر دے گا۔

ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ان سے کہا گیا: کہ آپ ان دو آدمیوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک نیکیاں بھی زیادہ کرتا ہے، گناہ بھی زیادہ کرتا ہے اور دوسرا آدمی نیکیاں بھی کم کرتا ہے، گناہ بھی کم کرتا ہے، آپ نے فرمایا: میں ان دونوں کو برابر نہیں سمجھتا ہوں۔

اور جو ہم نے کہا (یعنی زیادہ نیکیاں کرنے کے بجائے گناہوں سے بچنا زیادہ ضروری ہے) اس کی مثال مریض کی سی ہے کہ مریض کے علاج کی دو چیزیں ہیں، نصف چیز دوا کھانا، اور دوسری نصف چیز (مضر چیزوں سے) پرہیز کرنا ہے، اگر دونوں چیزیں جمع ہو جائیں تو مریض شفایاب ہو گا اور صحت مند ہو جائے گا، اور اگر دونوں چیزیں جمع نہ ہوں (یعنی دونوں باتوں کو پورا نہ کر سکے) تو پرہیز ہی اولی ہے اور پرہیز کو چھوڑ کر کوئی دوا فائدہ نہیں دیتی ہے لیکن دوا چھوڑ دینے کی وجہ سے کبھی کبھی پرہیز فائدہ دیتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے "ہر بیماری کی جڑ پرہیز ہے" اس کا مطلب اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے، بے شک پرہیز ہر دوا سے بے نیاز کر دیتا ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ

ہندوستان کے لوگوں کا سب سے بڑا علاج بیمار کو کھانے پینے اور چند دنوں تک بات چیت سے پرہیز کرانا ہے، تو صرف پرہیز ہی سے بیمار شفا پا جائے گا اور صحت یاب ہو جائے گا، تو اس بیان سے تمھارے لیے یہ بات روشن ہوگئی کہ تقویٰ ہی تمام معاملات کی اصل اور جوہر ہے، اور عابدوں میں متقی حضرات ہی سب سے افضل و اعلیٰ ہیں، پھر تجھ کو اسے حاصل کرنے میں پوری توجہ اور کوشش صرف کرنا ضروری ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے توفیق کا مالک ہے۔

من....فصل فی بیان رعایة العین واللسان والبطن والقلب ...ص٥٣،٥٤....إلی....وإن كنت بالحديث فصيحا.

حل لغات: مَلِكُ الْعَيْنِ: آنکھ پر قابو رکھنا۔ لَمْ يَتَقَوُّوْا: (تَقَوُّيًا) مضبوط ہونا ۔اَلْغَبْنُ الْفَظِيْعُ: بہت بڑا دھوکا۔

فصل

آنکھ، زبان، پیٹ اور دل کی نگہداشت کے بارے میں:

پھر تو ان چاروں اعضا کی نگہداشت کر جو کہ (جسم میں) اصل ہیں۔

پہلا عضو آنکھ ہے:

،اس کے بارے میں تمھیں اتنی بات کافی ہے کہ دین و دنیا کے کام کا دار و مدار دل پر ہے اور دل کا خطرہ، مشغولیت اور اس کا فساد اکثر و بیشتر آنکھ کی وجہ سے ہوتا ہے، اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا" جو شخص اپنی آنکھ کی حفاظت نہیں کرتا تو اس کے نزدیک اس کے دل کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔

دوسرا عضو زبان ہے:

اس کے بارے میں تمھیں اتنی بات کافی ہے کہ زبان میں تمھارا نفع، غنیمت اور عبادت و اطاعت کے لیے تمام تر کوششیں اور تھکن کے ثمرات ہیں اور اکثر زبان کی بناوٹ، تزئین کاری وغیرہ سے عبادت تباہ ہو جاتی ہے اور یہ چیزیں ایک ہی لمحہ میں تمھاری سال بھر کی

(عبادت کی) مشقت کو برباد کر دیتی ہیں، بلکہ پندرہ سال کی عبادت کو برباد کر دیتی ہیں، اسی لیے کہا گیا ہے کہ زبان سے زیادہ لمبی قید کا مستحق کوئی نہیں ہے۔

روایت کیا گیا ہے کہ سات عابدوں میں سے ایک عابد نے یونس علیہ السلام سے کہا :اے یونس!عبادت گزار لوگ جب عبادت کی کوشش کرتے ہیں تو طویل مدت تک ترک کلام سے افضل کسی چیز سے اپنی عبادت میں طاقت وقوت نہیں پاتے، پھر دوبارہ اس عابد نے کہا: حفظ زبان سے زیادہ پسندیدہ تیرے نزدیک کوئی چیز نہیں ہونی چاہیے، اور سینے کو محفوظ رکھنے والی اس سے زیادہ کوئی چیز نہیں ہے، تو اس بات کو ذہن نشین کرلو۔

پھر تو ان لمحات کو یاد کر جن میں تو نے فضول باتیں کیں اگر تو استغفر واللہ کہتا تو کیا نقصان ہوتا، ممکن ہے کہ یہ کسی نیک گھڑی کے موافق ہوجاتے اور اللہ تعالیٰ تیری مغفرت فرماتا اور تجھے مکمل نفع حاصل ہوتا، یا تو (ان قیمتی لمحات میں) ''لا الہ الا اللہ'' کہتا تو تجھے گمان سے زیادہ اجر وثواب ملتا، یا تو یہ کہتا ''میں اللہ سے عافیت اور سلامتی کا سوال کرتا ہوں تو شاید تجھے اچھی نظر کی توفیق ملتی، اللہ تعالیٰ تیری دعا قبول فرماتا اور تجھے دنیا وآخرت کی مصیبتوں سے نجات مل جاتی۔

کیا یہ عظیم اور زبر دست نقصان اور بہت بڑا دھوکہ نہیں ہے کہ تو ان اچھے اور فائدہ والے لمحات کو فوت کردے، اپنا نفس اور وقت فضول باتوں میں گزار دے، کم سے کم تجھے اس کی وجہ سے ملامت کی جائے گی، حساب لیا جائے گا، قیامت کے دن (فضول باتوں میں وقت برباد کرنے کی وجہ سے) روکا جائے گا، کسی نے خوب کہا ہے:

(۱)-جب تو فارغ اور آرام میں رہے تو رات کی تاریکی میں دو رکعت نماز کو غنیمت جان۔

(۲)-جب باطل چیزوں میں بولنے کا ارادہ کرے تو اس کی جگہ تسبیح کہہ لے۔

(۳)-خاموشی کو غنیمت سمجھنا بیہودہ گوئی سے افضل ہے اگرچہ تو گفتگو میں فصیح اللسان ہو۔

من....والثالث :البطن،وحسبك أن مقصودك العبادة.ص ٥٤..إلى...وفي عبادة بلالذة ولا حلاوة.

حل لغات: اُکْلَةٌ: ایک لقمہ۔ اَلقُوْتُ: بقدر کفایت روزی، جمع اَقْوَاتٌ۔

تیسرا عضو پیٹ ہے

ترجمہ: اس بارے میں اتنی بات کافی ہے کہ تیرا مقصود عبادت ہے، غذا عمل کا بیج اور اس کا پانی ہے، اسی سے بیج ظاہر ہوتا ہے اور اگتا ہے، جب بیج خراب ہوگا تو کھیتی اچھی نہیں ہوگی بلکہ اس میں اس بات کا خطرہ رہے گا کہ وہ تمھاری زمین کو خراب کر دے اور پھر کبھی کامیاب نہ ہو۔

اسی لیے حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ سے ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ انھوں نے فرمایا ''جب تو خاموشی کا روزہ رکھے تو اس بات کا خیال رکھ کہ کس چیز سے افطار کرتا ہے، کس کے پاس افطار کرتا ہے اور کس کے کھانے سے افطار کرتا ہے کیوں کہ بہت بار ایسا ہوتا ہے کہ صرف ایک (خراب) لقمہ سے دل کی کیفیت بدل جاتی ہے اور پھر وہ ساری عمر اپنی اصلی حالت پر نہیں آسکتا، بہت بار ایسا بھی ہوتا ہے کہ صرف ایک (خراب) لقمہ سے رات کے قیام سے محروم ہوجاتا ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ صرف ایک مرتبہ (بد) نظر دیکھنے سے قرآن پاک کی تلاوت سے محروم رہتا ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان (حرام) لقمہ کھاتا ہے تو اس کی وجہ سے نماز تہجد سے محروم ہوجاتا ہے، لہٰذا اے انسان! اگر تو اصلاح قلب اور اپنے رب کی عبادت کی طاقت و ہمت چاہتا ہے تو تجھ پر دقیق نظر اور غذا کے متعلق سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

یہ تو اصل غذا کے متعلق حکم ہے یہاں تک کہ حلال کی جہت سے تم پر اس میں ادب کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے، اگر تم ادب کو ملحوظ نہ رکھو گے تو غذا کو اٹھانے والے، وقت کو ضائع کرنے والے بن جاؤ گے کیوں کہ ہمیں یقین ہے بلکہ ہم نے کئی بار مشاہدہ کیا ہے کہ جب پیٹ بھرا ہو عبادت سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے، اگر تو نفس کو آمادہ کرلے اور طرح طرح کے حیلوں سے تو (عبادت کی) کوشش بھی کرے تو ایسی عبادت میں کوئی لذت اور حلاوت نہیں ہوتی ہے، اسی لیے کہا گیا ہے کہ اگر تو زیادہ کھانے والا ہے تو حلاوتِ عبادت کی امید نہ رکھ اور دل میں بغیر عبادت کے نور کیسے آسکتا ہے یا اس عبادت سے بھی کیسے نور آسکتا ہے جو بے لذت اور بے ذوق ہو۔

من......ولهذاالمعنى قال إبراهيم بن ادهم رحمه الله :ص٥٤، ٥٥ .. .إلى..
..والإهتمام بأمره أكبر وأكثر عند ذوى البصائر..

حل لغات: جِمَاعُ الْخَيْرِ كُلِّهِ: ہر بھلائی کی اصل۔اِخْمَاصُ الْبُطُوْنِ:شکم سیر نہ ہونا۔تَبِعٌ : تَبِعٌ وَاَرْكَانٌ :رعایااور وزرا،واحد تَابِعٌ۔

ترجمہ: اسی لیے حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کوہ لبنان میں بہت سے اہل اللہ کی صحبت میں رہا ہوں ان میں سے مجھے ہر ایک یہی وصیت کرتا تھا کہ اے ابراہیم! جب تو اہل دنیا کے پاس جائے تو ان کو چار باتوں کی نصیحت کرنا؛ ان سے کہنا(۱) جو پیٹ بھر کر کھائے گا اسے عبادت میں لذت نہیں ملے گی(۲) جو زیادہ سوئے گا اس کی عمر میں برکت نہیں ہوگی(۳) جو لوگوں کی خوشنودی چاہے گا وہ اللہ کی خوشنودی نہیں پائے گا(۴) جو غیبت اور فضول گوئی زیادہ کرے گا وہ دین اسلام پر نہیں مرے گا۔

حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:"ہر بھلائی کی اصل ان چار باتوں میں منحصر ہے اور اسی کے ذریعہ ابدال ابدال ہوتے ہیں (۱) شکم سیر نہ ہونا،(۲) خاموشی (۳) مخلوق سے کنارہ کشی (۴) شب بیداری، بعض صالحین نے فرمایا ہے: کہ بھوک ہمارا سرمایہ ہے اس قول کے معنی یہ ہیں کہ ہمیں جو فراغت، سلامتی، عبادت، حلاوت، علم اور علم نافع وغیرہ حاصل ہوتا ہے وہ سب بھوک اور اس پر صبر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اللہ ہی کے لیے پاکی ہے۔

چوتھا عضو دل ہے

اس کے بارے میں اتنی بات کافی ہے کہ دل تمام اعضا کا اصل ہے اگر تیرا دل خراب ہو تو تیرے تمام اعضا خراب ہوں گے اگر تو اس کی اصلاح کرے تو تمام اعضا درست ہو جائیں گے، اس لیے کہ دل درخت ہے، تمام اعضا شاخیں ہیں، درخت سے تمام شاخیں سیراب ہوتی ہیں اور اسی سے درست یا خرابی ہوتی ہیں اور اس لیے کہ یہ دل بادشاہ ہے اور تمام اعضاء رعایا اور وزیر ہیں جب بادشاہ صحیح رہے گا تو رعایا اور وزیر ٹھیک رہیں گے اور جب بادشاہ بگڑ جائے تو

یہ بگڑ جائیں گے ،اس لیے کہ آنکھ ،زبان ،پیٹ وغیرہ کی اصلاح اس بات کی دلیل ہے کہ دل ٹھیک ہے اور آباد ہے ،اگر تو ان اعضا میں کوئی فساد و خلل دیکھے تو جان لے کہ ان اعضا میں بگاڑ دل میں بگاڑ وفساد کی وجہ سے ہوا ہے ،بلکہ دل میں فساد زیادہ ہوتا ہے اس لیے اصلاح قلب کی طرف پوری توجہ دے تاکہ تمام اعضا کی اصلاح ایک بار میں ہو جائے اور تو آرام پائے۔

پھر دل کا معاملہ نہایت مشکل ہے اس لیے کہ یہ وساوس (کے پیدا ہونے) پر مبنی ہے اور وساوس (کا پیدا ہونا) تیرے ہاتھ میں نہیں ہیں اس کی پیروی سے رکنے میں پوری کوشش اور مشقت درکار ہے اسی وجہ سے اہل مجاہدہ پر اس کی اصلاح سب سے مشکل ہوتی ہے اور ارباب بصیرت اس کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔

من.....وعن أبي يزيد رحمه الله أنه قال:.ص٥٥...إلى...ماأمنته أن يسعى بدمي إلى سلطان جائز.

حل لغات: تَعْتَرِيْ: طاری ہونا۔ اَلتَّوَانِيْ فِي الْعَمَلِ: کام میں سستی کرنا۔ نُظَرَاءُ: مماثل، ہم رتبہ، واحد نَظِيْرٌ۔ جَائِرٌ: ظالم۔

ترجمہ: حضرت ابویزید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: ”میں نے اپنے دل، زبان اور نفس کی دس دس سال تک اصلاح کی تو میرا دل ان تینوں میں سب سے دشوار تھا تو اس بات کو ذہن نشین کر لو۔

پھر تم پر (اصلاح قلب کے تعلق سے) وہ چار امور جو ہم نے (پیچھے) بیان کیے ہیں یعنی امید، معاملات میں جلد بازی، حسد اور تکبر سے بچنا ضروری ہے ،اس جگہ پر ہم نے صرف ان چار امور ہی کو خاص کیا ہے اور ان سے بچنے پر ابھارا ہے اس لیے کہ یہ چیزیں خاص طور پر عبادت گزار لوگوں کی بیماریاں ہیں اور تمام لوگوں پر عمومی طور پر طاری ہوتی ہیں عبادت گزار حضرات خاص طور پر اس میں مبتلا ہیں اس لیے یہ (چاروں امور) زیادہ قبیح اور برے ہیں۔

تم عبادت گزار آدمی کو دیکھتے ہو کہ (بسا اوقات) وہ لمبی امید کرتا ہے ،اسے اچھی نیت خیال کرتا ہے تو وہ اس کے سبب عمل کی سستی اور کاہلی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اور (بسا اوقات) تم اسے دیکھتے ہو کہ بلند مرتبہ حاصل کرنے میں جلدی کرتا ہے ورنہ (جلدی حاصل نہ ہونے کی صورت میں) وہ ناامید ہوجاتا ہے یا نیک دعا کی قبولیت میں جلدی کرتا ہے (پھر جلدی قبول نہ ہونے کی وجہ سے) وہ اس سے مایوس ہوجاتا ہے یا کسی کے حق میں بددعا کرتا ہے پھر (بعد میں) اس پر شرمندہ ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے تعلق سے روایت کیا گیا ہے۔

اور (بسا اوقات) تم اس عبادت گزار کو دیکھو گے کہ وہ اپنے ہم رتبہ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چیزوں پر حسد کرتا ہے یہاں تک کہ بسا اوقات وہ ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے ایسے قبیح اور برے افعال انجام دیتا ہے جس کو کوئی فاسق و فاجر انجام نہیں دے سکتا ہے، اسی وجہ سے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: ''میں اپنی جان پر زیادہ خوف عبادت گزار لوگ اور علما حضرات سے کرتا ہوں تو لوگوں نے ان کی اس بات کو برا جانا تو انھوں نے فرمایا میں ہی اس بات کو نہیں کہتا ہوں بلکہ یہ بات تو حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہی ہے۔

حضرت عطا سے مروی ہے کہ (ایک مرتبہ) مجھ سے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''عبادت گزار لوگوں سے بچتے رہو اور ساتھ ہی ساتھ مجھ سے بھی بچتے رہو اگر میں مخالفت کروں یا کسی انار کے متعلق کچھ کہوں تو (بسا اوقات) میں کہوں گا یہ میٹھا ہے وہ کہے گا (نہیں) یہ ترش ہے، کھٹا ہے، تو میں اس بات سے مامون نہیں ہوں کہ وہ لوگ ظالم بادشاہ کے ذریعہ میرا خون بہانے کی کوشش کریں گے۔

من.....وعن مالك بن دينار رحمه الله تعالىٰ أنه قال ... ص ٥٥ ...إلى....أعظم كبرًا من صاحب المِطرف بمُطرِفِهٖ.

حل لغات: مُصَعِّرًا: صَعَّرَ خَدَّهٗ: غرور سے رخسار ٹیڑھا کرنا۔ مُعَبِّسًا: عَبَسَ وَجْهُهٗ: منھ ٹیڑھا کرنا۔ مَنْشُوْرٌ: پروانہ، جمع مَنْشُوْرَاتٌ۔ يَتَمَاوَتُ: تَمَاوُتًا: زندہ رہتے ہوئے خود کو مردہ ظاہر کرنا۔ كِسَاءٌ: کمبل، گدڑی، جمع اَكْسِيَةٌ۔ مِطْرَفٌ: ریشمی دھاری دار چادر، جمع مَطَارِفُ:

ترجمہ: حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں عبادت گزار لوگوں کی گواہی (عام) مخلوق کے حق میں قبول کرتا ہوں (لیکن) آپس میں ان میں سے ایک دوسرے کے متعلق قبول نہیں کرتا ہوں کیونکہ میں نے انھیں (ایک دوسرے کے متعلق) بہت زیادہ حسد کرنے والا پایا ہے۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا: "کہ مجھے عبادت گزار لوگوں سے دور دراز جگہ ایک مکان خرید دے اس لیے کہ مجھے ایسی (عبادت گزار) قوم میں رہنے سے کیا فائدہ اگر وہ میری لغزش دیکھیں تو چرچا کریں، میری آرائش وآرام دیکھیں تو حسد کریں۔

اور اسی طرح (بسا اوقات) تم بھی (بعض رسمی صوفیوں کو) دیکھتے ہو کہ وہ لوگوں سے تکبر کرتے ہیں، لوگوں کو حقیر سمجھتے ہیں، اپنے رخسار کو ٹیڑھا کرتے ہیں یا اپنے چہرہ کو بگاڑتے ہیں گویا کہ وہ دو رکعت زیادہ پڑھ کر لوگوں پر احسان کرتے ہیں گویا کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت اور جہنم سے نجات کا پروانہ آیا ہے، یا گویا کہ انھیں اپنی نیک بختی دوسرے لوگوں کی بدبختی کا یقین ہو چکا ہے، اس کے باوجود پھر بھی وہ لوگ عاجزی کرنے والے لوگوں کا لباس اون وغیرہ پہنتے ہیں، اور خود کو مردہ ظاہر کرتے ہیں، یہ لباس اور کمزوری تکبر کے لائق و مناسب نہیں ہے بلکہ یہ دونوں چیزیں اس کے مخالف ہیں لیکن اندھے کو نظر نہیں آتا ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ فرقد سبخی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور وہ گدڑی پہنے ہوا تھا، حسن بصری ایک جوڑا پہنے ہوئے تھے، وہ اسے چھونے لگا تو حضرت حسن بصری نے فرمایا تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو میرے کپڑے دیکھتا ہے میرا لباس اہل جنت کا ہے تیرا لباس دوزخیوں کا ہے، اور فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ اکثر اہل دوزخ گدڑی پہنے ہوں گے پھر حضرت حسن بصری نے فرمایا: کہ ان لوگوں نے زہد کپڑوں میں اختیار کیا ہے لیکن تکبر اپنے سینوں میں چھپا رکھا ہے، خدا کی قسم! تم میں سے کوئی گدڑی پوش نقش و نگار والی ریشمی چادر پوش سے زیادہ تکبر کرنے والا ہے۔

من....وإلى هذاالمعنى أشار ذوالنون رحمه الله حيث. .ص . ٥٦،٥٥..إلىٰ....بحسن نظره،إنه الجواد الكريم.

حل لغات: اِزْدَهَى الشَّیْءُ بِہٖ: کسی کا کسی کو حقیر وذلیل بنانا۔ مَجَانَۃٌ: (ن) بے حیا ہونا، بے ہودہ اور غیر سنجیدہ ہونا۔ مَهَانَۃٌ: (ن) مصدر میمی، عاجزی۔ مُدْحِضٌ: پھسلنے کی جگہ ،جمع مَدَاحِضُ۔

ترجمہ: اور اسی بات کی طرف حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا ہے، وہ فرماتے ہیں

(۱) - وہ صوفی بنا، اس نے جہالت کی وجہ سے اونی کپڑے کو رسوا کر دیا اور کچھ لوگ اسے بے ہودگی دکھانے کے لیے پہنتے ہیں۔

(۲) - وہ تجھے عاجزی اور تکبر دکھاتا ہے حالانکہ تکبر، عاجزی کی قسم سے نہیں ہے۔

(۳) - اونی لباس پہنا تاکہ اسے امین کہا جائے، حالانکہ اس کے اونی کپڑے پہننے کا مطلب امانت داری نہیں ہے۔

(۴)-اور اس نے اس (لباس) سے رضائے الٰہی کا ارادہ نہیں کیا بلکہ اس سے خیانت کی راہ کا قصد وارادہ کیا۔

لہذا اے انسان! ان چار آفتوں سے پرہیز اختیار کر خاص کر تکبر سے اس لیے کہ پہلی تین آفتیں ایسی پھسلتی جگہ ہیں اگر تو ان میں پھسلے گا تو صرف گناہ میں مبتلا ہوگا (اور تکبر ایسی پھسلن والی جگہ ہے اگر اس میں پھسلے گا تو کفر وسرکشی کے سمندر میں گرے گا) اور ابلیس کی بات اور اس کے فتنہ کو نہ بھول اس نے (اولا) تکبر کیا اور انکار کیا وہ کافروں میں سے تھا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے خوب صورت نظر (رحمت) کے ذریعہ تکبر سے محفوظ رکھے، بے شک وہ سخی اور کریم ہے۔

من.....فصل فى إجمال ما مر تفصيله بشأن الدنيا والخلق والشيطان والنفس...ص....٥٦...إلى...و يروى (ماعودتها تتعود).

حل لغات: لَا یَفِيْ: ھٰذَاالشَیْءُ لَا یَفِيْ بِذٰلِكَ: یہ چیز فلاں چیز کی تلافی نہیں کر سکتی۔مَعُوْنَۃٌ: امداد، جمع مَعَاوِنُ۔نَائِبَۃٌ: مصیبت، جمع نَوَائِبُ۔اِتَّجَھْتَ: اِتَّجَہَ إِلیٰ: رخ کرنا، جانا۔مَکَائِدُ: فریب، مکر، واحد مَکِیْدَۃٌ۔ مَصَائِدُ: جال، واحد مِصْیَدَۃٌ۔ لَا تَعْبَأْنُ: مَاعَبَأَ بِہٖ: اس نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔جِمَاحٌ: (ف) سرکشی۔شَرِہٌ: (س) خواہش۔ رَابٌ: (ض) شک میں ڈالنا۔عَوَّدَ: تَعْوِیْدًا: عادی بنانا۔

فصل

دنیا، مخلوق، شیطان اور نفس کی گزشتہ تفصیل کے خلاصے کے بیان میں:

ترجمہ: خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب تو عقل وہوش سے دیکھے گا تو جان لے گا کہ دنیا کے لیے بقا نہیں ہے اس کا نفع اس کے ضرر اور پریشانی کی تلافی نہیں کر سکتا ہے، دنیا میں جان ودل لگانے والوں کے لیے آخرت میں دردناک عذاب اور طویل حساب ہوگا، (اتنا معلوم ہونے کے بعد) تو فضول چیزوں سے کنارہ کشی کر، اس سے اتنا ہی لے جتنا تجھے اپنے رب کی عبادت کے لیے کافی ہو، اس اللہ رب العزت کے قرب میں ہمیشہ رہنے والی جنت کے فراق میں نعمت اور لذتوں کو چھوڑ دے جو کہ مالک، قادر، بے نیاز اور کریم ہے، تجھے معلوم ہوگیا کہ مخلوق وفادار نہیں ہے ان کی طرف سے تکلیفیں مدد پہنچانے سے زیادہ ہوتی ہیں تو صرف ضرورت کی حد تک ان سے میل جول رکھ، ان کی بھلائی سے نفع حاصل کر اور ان کے ضرر سے بچ، اور اس ذات کی صحبت اختیار کر جس کی صحبت اور خدمت میں نہ خسارہ ہے اور نہ شرمندگی، اس کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لے اور اس کے احکام کو بجالا، (تو پھر ہر حال میں اللہ تعالیٰ تیری مدد فرمائے گا) پھر تو اس کی جانب سے ہر فضل واحسان کو دیکھے گا، دنیا وآخرت میں ہر مصیبت کے وقت اس کو مدد کرنے والا پائے گا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کو یاد رکھو جس طرف بھی تم متوجہ ہوگے تو اسے پاؤ گے۔"۔

تم نے جان لیا کہ شیطان خبیث ہے، وہ تیری عداوت پر کمر بستہ ہے تو اس لعین کتے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ، اس کے فریب اور جالوں سے غافل نہ ہو (بلکہ) خدائے تعالیٰ کے

ذکر سے اس (کتے) کو بھگا دے، اس کی پرواہ نہ کر، جب تو عزم ویقین والا انسان ہو جائے گا تو یہ بات آسان ہو جائے گی (کہ شیطان سے محفوظ رہے) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ (پ ۱٤، النحل :۹۹) ''بے شک اس کا کوئی قابو ان پر نہیں جو ایمان لائے اور اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں''۔

حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ نے ان دو سوال (دنیا کیا ہے اور شیطان کیا ہے؟) کے جواب میں فرمایا کہ: دنیا یہ ہے کہ جو گزر گئی، وہ صرف ایک خواب تھا اور جو باقی ہے وہ صرف آرزوئیں ہیں اور شیطان یہ ہے کہ اللہ کی قسم جب تک اس نے (خدا کی) اطاعت کی تو اس سے کوئی نفع (خدا کو) نہیں ہوا اور جب نافرمان ہوا تو کچھ نقصان نہ دے سکا۔

جب تم نے نفس کی نادانی، نقصان دہ اور ہلاک کن چیزوں پر سرکشی کو جان لیا، اور تو نے عقلمندوں اور نتائج پر نظر رکھنے والے علما کی طرح نفس کے حالات پر غور کیا، اور زمانہ حال پر نظر رکھنے والے ان جہلا اور بچوں کی طرح نظر نہ کی جو تکلیف اور مصیبت کو نہیں سمجھتے اور کڑوی دوا سے بھاگتے ہیں، جب تو نے نفس کو تقویٰ کی لگا دے دی اس طور پر کہ اس کو غیر ضروری چیزوں مثلاً فضول گوئی نظر بد، ضرورت سے زیادہ کھانے، فاسد خصلتوں سے ملابست رکھنے، لمبی لمبی امیدوں، عجلت پسندی، مسلمانوں پر حسد، بے محل تکبر کرنے، محض شہوت کے لیے کھانا کھانے نیز اس کے شر سے روکا، نفس کو ضروری چیزیں ہی دیں اور اس کے ضرر کا خوف نہ کیا، اس لیے کہ فضول چیزوں کی ضرورت نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دین کو بندوں پر کشادہ کر دیا ہے، ان کو دین میں نقصان دہ چیزوں سے بے نیاز کر دیا ہے تو (فضول گوئی میں مشغول ہونے کی) کیا حاجت ہے؟ اس لیے کہ معاملہ ویسے ہی ہے جیسا کہ کسی صالح نے فرمایا ہے کہ تقویٰ آسان چیز ہے اس لیے کہ جب مجھے کسی چیز میں شک ہوجاتا ہے تو میں اسے ترک کر دیتا ہوں اس لیے کہ نفس مطیع ہو چکا ہے جو عادت میں اس کی ڈالوں گا وہ اس کا عادی ہو جائے گا بے شک نفس کا حال یہ ہے جیسا کہ ایک شاعر کے شعر کے مطابق یہ ہے:

(۱)- جب تو نفس کو رغبت دلائے گا تو وہ رغبت رکھنے والا ہو گا اور جب اسے کم کی طرف پھیر دے گا تو اسی پر قناعت کر لے گا۔

ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے کہ نفس پر جو چیز لادو وہ اسے برداشت کر لے گا یعنی جس چیز کا عادی بناؤ گے اس چیز کا عادی بن جائے گا۔

من.....وقال اخر :صبرت عن اللذات حتی تولت. ..ص. .٥٧،٥٦.

...إلی...ولا حول ولا قوة إلا باللہ العلی العظیم.

حل لغات: تَاقَتْ: (ن) خواہش کرنا۔ تَسَلَّتْ: تَسَلِّیًا: مطمئن ہونا۔ أَذَابَ (اذَابَةً) پگھلا دینا۔ عَیْنُ الْمُهَیْمِنِ: نگہبان پروردگار کی نظر رحمت۔ صِیَامٌ: روزہ دار۔ تَبَارَكَ: (تَبَارُكًا) بلند و بالا ہونا۔ اَلْمُخْبِتُوْنَ: مخلص لوگ۔ حَیَّا: حَیَّاہُ اللہُ: اللہ اسے سلام و تحیت پیش کرے۔ فَرَادِیْسُ: مکمل لوازم والا باغ، واحد فِرْدَوْسٌ۔ بَوَّا: بَوَّاہُ الْمَنْزِلُ: کسی کا ٹھکانہ بنانا۔ مُعْضِلٌ: مصیبت۔

ترجمہ: ایک شاعر نے کہا ہے (۱) -میں نے لذیذ چیزوں سے صبر کیا یہاں تک کہ وہ لذتیں ختم ہو گئیں اور اپنے نفس پر صبر کو لازم کر لیا تو وہ اسی پر قائم رہا۔ (۲) -نفس وہیں رہتا ہے جہاں نوجوان اسے رکھے لہٰذا اگر کھلا پلا کر آسودہ کر دیا جائے تو وہ خواہش کرتا ہے ورنہ وہ پر سکون ہو جاتا ہے۔

جب تجھے یہ باتیں معلوم ہو گئیں جو ہم نے بیان کیں تو تو دنیا میں زاہدوں کی صف میں اور آخرت میں رغبت رکھنے والوں میں سے ہو گیا، جان لو کہ جس پر زاہد کا لفظ بول دیا گیا گویا کہ وہ ہزار اچھی صفتوں سے متّصف ہو گیا تو تو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہونے والے، انس و محبت کرنے والے، اللہ تعالیٰ کے عبادت گزاروں میں شامل ہو گیا۔ اور شاعر کے ان اقوال کا مصداق ہو جائے گا۔

(۱)-کچھ لوگ اپنی دنیا میں مشغول ہوئے اور کچھ لوگ اپنے مولیٰ (کی عبادت) کے لیے فارغ ہو گئے۔

(۲)-تو مولیٰ نے اپنے باب رضا کو ان پر لازم کر دیا اور تمام مخلوق سے انھیں بے نیاز کر دیا۔
(۳)- جب انھوں نے اپنے گزشتہ اعمال پر غور وفکر کیا تو ان کے دلوں کو پگھلا دیا اور انھیں رلا دیا۔
(۴)-وہ زندگی بھر اس کی محبت واطاعت کے سوا کسی چیز کو نہیں پہچانتے ہیں۔
(۵)-وہ راتوں میں صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور محافظ (اللہ تعالیٰ کی) نگاہ کرم ان کی نگہبانی کرتی ہے۔
(۶)-کبھی سجدہ ریز ہو کر اسے پکارتے ہیں اور کبھی اپنی خطاؤں پر روتے ہیں۔
(۷)- وہ اپنی طاقت کے مطابق روزہ دار رہتے ہیں، مبارک ہے وہ ذات جس نے انھیں قوت عطا فرمائی۔
(۸)- وہ اپنے مولیٰ کا ذکر کرنے والے، اسے سجدہ کرنے والے اور اس کی حمد وثنا کرنے والے ہیں۔
(۹)-وہ اپنی نیتوں میں مخلص ہیں، انھوں نے اس کی رضا چاہی تو اس نے بھی انھیں راضی کر دیا۔
(۱۰)-ان کے لیے مبارکبادی، پھر مبارکبادی ہے جب مولیٰ انھیں سلامی دے۔
(۱۱)-انھیں اپنے باغوں میں بسایا اور بلند وبالا مکانوں میں ٹھکانہ بنایا۔

تو خدا کی بارگاہ میں (نفس سے) جہاد کرنے والے زاہدین اور خدا کے ان خاص بندوں میں سے ہو جائے گا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ﴾(پ ۱۴، الحجر: ۴۲) ” بے شک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں “۔ اور تو ان پرہیزگار لوگوں میں شامل ہو جائے گا جن کو سعادت دارین حاصل ہے، اور اب تو بہت سے ملائکہ مقربین سے بھی افضل واعلیٰ ہو جائے گا اس لیے کہ ان کے پاس شہوت نہیں ہے جو ان کو برائی کی طرف بلائے اور نہ خبیث نفس ہے جو شہوت کی طرف بلائے (اس لیے ان کا گناہوں سے محفوظ رہنا کوئی کمال نہیں ہے) اور تو نے اس لمبی گھاٹی کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا،

تمام رکاوٹوں کو عبور کرکے اپنے مقصود تک پہنچ گیا، اور ہرگز خوف نہ کر اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہر چیز آسان ہو جاتی ہے۔

ہم اللہ رب العزت سے سوال کرتے ہیں جو بہتر فریاد رس ہے کہ وہ ہمیں اور تمھیں اپنی حسن توفیق اور مدد سے ڈھانپ لے اور معاملہ کو آسان کر دے اس لیے کہ وہ ہر کام کو پورا کرنے والا ہے اور ہر مصیبت میں اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے، اسی کے قبضۂ قدرت میں تمام مخلوق اور تمام اختیارات ہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے، اس باب میں جو ہم نے ذکر کرنے کا ارادہ کیا تھا وہ یہی امور تھے لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم.

تمت بالخیر

۱۳؍ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ بروز جمعرات بعد نماز عشا مکمل ہوئی

صلوا علی الحبیب

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تعارف مترجم ایک نظر میں
(بقلم خود)

نام ونسب: محمد گل ریز بن امیر دولھا بن وزیر خاں بن عجب خاں۔ **وطن:** مدنا پور، پوسٹ شیش گڑھ، بہیڑی، بریلی شریف یوپی۔ **تاریخ پیدائش:** ۱۰/نومبر ۱۹۹۰ بروز ہفتہ

جن مدارس میں تعلیم حاصل کی:

(۱)-دار العلوم غریب نواز مدنا پور (پرائمری درجات)

(۲)-مدرسہ اشرف العلوم شیش گڑھ، رام پور (درجۂ حفظ)

(۳)-مدرسہ عالیہ نعمانیہ غریب نواز شیش گڑھ، رام پور (درجۂ اعدادیہ)

(۴)-مدرسہ الجامعۃ القادریہ رچھا بریلی شریف (درجۂ اولی، ثانیہ)

(۵)-دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی ضلع بستی یوپی (درجۂ ثالثہ، رابعہ)

(۶)- دار العلوم اہل سنت الجامعۃ الاشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور اعظم گڑھ (خامسہ، سادسہ، سابعہ، فضیلت، تحقیق فی الادب ومشق افتاء)

(۷)-جامعہ سعدیہ کاسر کوڈ کیرالا (ڈپلومہ عربی ایک سال)

فراغت: دار العلوم اہل سنت الجامعۃ الاشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور اعظم گڑھ یکم جمادی الاخری ۱۴۳۶ھ، مطابق ۲۲/ مارچ ۲۰۱۵ء بروز اتوار

اسناد:

(۱) مولوی (۲) عالم (۳) کامل (مدرسہ تعلیمی بورڈ اتر پردیش)

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی:

(۱)-ایک سالہ کمپیوٹر کورس

(۲)-عربی ڈپلومہ کورس دو سالہ

(۳)-اردو ڈپلومہ کورس ایک سالہ

(۴)-انٹر، ہندی)

تدریسی خدمات: جامعۃ المدینہ فیضان عطار ناگ پور تا حال

شرف بیعت: پیر طریقت رہبر شریعت قاضی القضاۃ فی الھند حضور اختر رضا خاں صاحب قبلہ الملقب بہ تاج الشریعہ بریلی شریف۔

قلمی خدمات

(۱)-مصباح العربیہ شرح منہاج العربیہ اول (مطبوع)
(۲)-مصباح العربیہ شرح منہاج العربیہ دوم (مطبوع)
(۳)-مصباح العربیہ شرح منہاج العربیہ سوم (مطبوع)
(۴)-مشکوٰۃ العربیہ شرح مفتاح العربیہ اول (مطبوع)
(۵)-مشکوٰۃ العربیہ شرح مفتاح العربیہ دوم (مطبوع)
(۶)-مصباح الطالبین ترجمہ منہاج العابدین (مطبوع)
(۷)-علم صرف کے آسان قواعد (مطبوع)
(۸)-اہم تراکیب اور ان کا حل (غیر مطبوع)
(۹)-حیاۃ حافظ الملۃ وخدماتہ، عربی ۱۰۰ صفحات (غیر مطبوع)
(۱۰)-مفتاح الانشاء شرح مصباح الانشاء اول (مطبوع)
(۱۱)-روزمرہ کے شرعی مسائل (غیر مطبوع)
(۱۲)-معارف الادب شرح مجانی الادب (مطبوع)
(۱۳)۔مصباح العربیہ شرح منہاج العربیہ چہارم (غیر مطبوع)
(۱۴)۔مصباح العربیہ شرح منہاج العربیہ پنجم (غیر مبطوع)
(۱۵)مفتاح الانشاء شرح مصباح الانشاء دوم (مطبوع)
(۱۶)۔ضوء الادب فی ترکیب فیض الادب اول (غیر مطبوع)
(۱۷)۔ضوء الادب فی ترکیب فیض الادب دوم (غیر مطبوع)

اور ان کے علاوہ کچھ کتابوں پر کام جاری ہے۔

محمد گل ریز رضا مصباحی مدنا پوری بریلی شریف یوپی
Mob:8057889427,9458201735

تحریکِ اصلاح ملت۔ ایک تعارف

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں ''تحریک اصلاح ملت، مظفر پور (بہار) کی بنیاد ۱۶؍ مارچ ۲۰۱۱ء میں رکھی گئی۔ بانیِ تحریک حضرت مولانا محمد ثناء اللہ اطہر مصباحی کی اَن تھک کوششوں سے اب تک اس تحریک کے تحت شہر مظفر پور میں ''حافظِ ملت کوچنگ سینٹر اور دار التصنیف والتحقیق'' اور جامعہ اشرفیہ میں ''اصلاحِ ملت لائبریری، مجلسِ لوح وقلم، بزم بارانِ رحمت اور مبحثِ فکر ونظر'' کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ اس کے علاوہ پچھلے چھ سال سے چند غیر مستطیع طلبہ کو ماہانہ بطور وظیفہ دیا جارہا ہے۔ کثیر طلبہ اس کوچنگ سینٹر سے تیاری کر کے جامعہ اشرفیہ میں داخلے لے چکے ہیں۔ جب کہ کچھ طلبہ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، جامعۃ الرضا بریلی شریف اور دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی وغیرہ معیاری مدارس میں زیر تعلیم ہیں۔ کوچنگ سینٹر کے تحت معیاری مدارس کے داخلۂ امتحان کی تیاری کا سلسلہ ہر سال ۱۶؍ شعبان سے شروع ہوتا ہے اور ۸؍ شوال المکرم تک چلتا ہے۔ جس میں جامعہ اشرفیہ کے باصلاحیت، مخلص اور سینئر طلبہ بالکل مفت تیاری کراتے ہیں۔ تیاری کے ایام میں بچوں کے قیام وطعام، رمضان میں سحری وافطار اور کتب و شروحات کا انتظام بھی تحریک کی طرف سے بلا معاوضہ کیا جاتا ہے۔

Published by

TAHRIK-E-ISLAH-E-MILLAT

Muzaffarpur, Bihar

Rs. 120/-